آلِ رسولؐ سے بغض کیوں؟

مناظرِ اسلام محققِ وحید فاتحِ کویت
حضرت سید محمد جواد مہری

جمعیت طلبہ جعفریہ۔ پاکستان

یه کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم هیں

مومنین بھی اس سے استفاده حاصل کرسکتے هیں.

منجانب.



سبیلِ سکینه

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

۷۸۶
۱۱۰-۹۲
یا صاحب الزماں ادرکنیؑ

DvD Version

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

NOT FOR COMMERCIAL

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

آلِ رسولؐ سے بغض کیوں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آلِ رسولؐ سے بغض کیوں؟

حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸

تالیف

مناظرِ اسلام محققِ وحید فاتحِ کویتؒ

حضرت سید محمد جواد مہری

ناشر

جمعیت طلبہ جعفریہ۔ پاکستان

کتاب: آلِ رسولؐ سے بغض کیوں؟

موضوع: اساتذہ اور شاگرد کے درمیان مناظرہ

کمپوزر: ملک عقیل عباس

تعداد: 3000

قیمت: 145 روپے

جمعیت طلبہ جعفریہ پاکستان

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم نے مناظرہ کیوں کیا؟

ایک روز سڑک کنارے دور اندیش دوستوں میں سے ایک دوست نے کہا کہ تو کس قدر دلائق ہو گیا ہے؟ اگر تو قلم اٹھاتا ہے تو مسئلہ ''ولایت ،خلافت'' پر اور اگر ترجمہ کرنے بیٹھتا ہے تو بھی مسئلہ ولایت وخلافت پر! کیا تو نے جامعہ اسلامی کے مبہم مسائل پر کامیابی وکامرانی حاصل کر لی؟ کیا تیرے لئے ضروری نہیں ہے کہ معاشرے کے روزمرہ مسائل پر بحث کرے، اور تو اس قدر مطالب ومفاہیم لکھے کہ جس سے لوگوں کے مسائل کا حل روشن وعیاں ہو جائے۔

اس نے مجھ سے فوق العادہ بڑی حساس گفتگو کی۔ اس کی گفتگو نے مجھے بہت متاثر کیا، اپنے مطلب کی کئی مرتبہ تکرار کر کے مجھ پر واضح کیا اور مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کیا اور میرے ترجمہ وتالیف کی روشنی پر کڑی تنقید کی۔

آپ نے درست کہا ہے تو پھر ہمارا معاشرہ کیونکر ولی عصر قائم آل محمد علیہ السلام عجل اللہ فرجہ ،الشریف کے ساتھ منسوب ہے؟ اور ہمارے ملک کا یہ امتیاز ہے کہ ہم پیروکار خاندانِ اہل بیت عصمت وطہارت علیہم السلام ہیں۔ کیا ایک انقلابی اور روشن فکر انسان سے اس قسم کی گفتگو کی توقع کی جا سکتی ہے؟

وہ اوراس کے ہم فکر دوست یہ کیوں نہ سمجھ سکے کہ ولایت سے زیادہ اہم کوئی چیز نہیں ہے؟ اگر کسی کا نظریہ ولایت صحیح ہوگا تو پھر اس کے دوسرے مسائل بھی درست ہو سکیں گے۔ خدانخواستہ اگر اس کی ولایت میں رنگ آمیزی ہوگئی یا اپنی خواہشات کا اسیر ہوگیا اور مرکز ولایت سے دور ہوگیا تو پھر کسی قسم کی عبادت وریاضت قبول نہ ہوگی۔ ہمارے مذہب کی بنیاد ''مکتبِ اہل بیت'' پر استوار ہے اور اس وجودِ حق کی تردید نہیں کی جاسکتی۔ پس کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ اسلام کے بنیادی رکن کے بارے میں اس طرح بحث کرے یا تنقید کرے، یا اپنی کج فکری کا اظہار کرے اور کسی کو'' ولایتی'' ہونے کا طعنہ دے؟ اور ولایتی انسان کا مذاق اڑائے؟

کیا انقلاب اسلامی کی بنیاد ولایت پر استوار نہیں ہے؟ کیا ولایت حکومت اسلامی کی اساس نہیں ہے؟ کیا حکومت اسلامی کے بانی ورہبر حضرت امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ سب سے بڑے منادی ولایت نہ تھے؟ کیا امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے الٰہی وصیت نامہ (جاوید نامہ) میں آغاز حدیث ثقلین سے نہیں کیا؟ کیا امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے ولایت کی راہ ہموار کرنے کے لئے تاکید نہیں کی تھی؟

ولایت وامامت کے بارے میں لوگوں کے اذہان کس قدر کج ہو چکے ہیں؟ کیا ولایت سے بڑھ کر بھی کوئی چیز ہے؟ کیا ہم پر حدیث متواترہ نہیں پہنچیں، کہ اسلام پانچ ستونوں پر استوار ہے ''نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اور ولایت'' حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا ہے:

وَمَانُودِیَ بِشَیءٍ مِثلَ مَانُودِیَ بِالوَلَایَۃِ

''ولایت کی مانند کسی چیز کو بھی اہمیت نہیں دی گئی۔''

دوسری روایت میں بھی اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے کہ زرارہ حضرت امام محمد

باقر علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ مولا! اسلام کے ان ستونوں میں سے افضل کون سا ہے؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا: الولایة افضل لا نها مفتا حهن و الوالی هو الدلیل علیهن۔

''ہماری ولایت ان سب سے افضل ہے، کیونکہ یہ ان کے لئے کلید ہے اور ولی (جو کہ امامؑ ہے) ان سب احکام پر دلیل اور رہنمائی ہے۔''

ولایت آئمہ اطہار علیہم السلام کے بغیر انسان کا کوئی بھی عمل قبول نہیں ہوگا۔ محبّ الدین طبری اپنی کتاب ''ریاض النظرہ'' کی دوسری جلد کے ص ۱۷۲ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

اذا جمع الله الاولین والآخرین یوم القیامته ونصب الصراط علی جسر جهنم لم یجزها أحد الامن کانت معه براءة بولایة علی بن ابی طالب۔

''جب پروردگار عالم قیامت کے روز پہلے اور آخری تمام لوگوں کو میدانِ محشر میں اکٹھا کرے گا اور جہنم کے پل صراط سے گزارا جائے گا تو اس پل کو وہ عبور کرے گا جس کے ہاتھ میں علی علیہ السلام کے دستخط والا پاسپورٹ ہوگا''۔

اہل سنت کے مشہور علماء، جیسے ذخائر العقبیٰ کے صفحہ ۶۸ پر، مناقب خوارزمی کے صفحہ ۹۷ پر ابن حجر نے اپنی کتاب صواعق کے صفحہ ۱۰۷'' پر حضرت عمر سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے پاس دو اعرابی آئے اور انہوں نے کہا کہ اے عمر! ہمارے درمیان فیصلہ کر، حضرت عمر نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور کہنے لگے، کہ اے علی علیہ السلام! ان کے درمیان فیصلہ کیجئے۔

ان میں سے ایک نے حضرت عمر پر اعتراض کیا اور کہا کہ آپ ہمارا فیصلہ کریں؟ حضرت عمر نے غصہ سے چلاتے ہوئے اس کا گریبان پکڑا اور اسے کہا:

ویحک ماتدری من ھذا؟ ھذا مولای ومولی کل مومن ومن لم یکن مولاہ فلیس بمومن۔

''افسوس ہے تجھ پر کہ تو نہیں جانتا یہ شخص کون ہے؟ یہ میرا اور ہر مومن کا مولا ہے اور جس کا علی علیہ السلام مولا نہ ہوگا پس وہ بندہ مومن نہ ہوگا۔''

حافظ واحدی ''حدیث غدیر'' کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں:

وہ ولایت جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کے لئے لازم قرار دی ہے یہ وہی ولایت تو ہے جس کے متعلق قیامت کے روز سوال ہوگا، اور اسی مورد کے متعلق خداوند تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:

وقفوھم انھم مسئلولون۔

''انہیں روکو یعنی ان سے ابھی علی علیہ السلام کی ولایت کے متعلق سوال ہونا باقی ہے''۔

اور وہ سوال یہ پوچھا جائے گا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس ''حق ولایت'' کے متعلق تمہیں حکم دیا تھا کیا تم نے اس پر بھی عمل کیا ہے؟ یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی پروا نہیں کی، اور ولایت و امامت سے تم محروم رہے ہو، اس حدیث کا اہل سنت کے مایہ ناز علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ حموینی نے اپنی کتاب ''فوائد السمطین'' کے باب چہارم، ابن حجر نے ''صواعق محرقہ'' کے صفحہ ۸۰ پر اور حضری نے ''الرشفہ'' کے صفحہ ۲۴ پر ذکر کیا ہے، اسی طرح آلوسی نے جو بہت بڑے مفسر قرآن سمجھے جاتے ہیں اپنی تفسیر قرآن کی جلد ۲۳ اور ص ۷۴ پر آیت وقفوھم انھم مسئولون کے ذیل

میں چند اقوال پیش کیے ہیں اور وہ لکھتے ہیں:

واولی هذا الاقوال ان السوال عن العقاید والا عمال وراٴس ذلک لا الہ الا اللہ ومن اجلہ ولا یہ علی کرم اللہ وجہہ۔

ان اقوال میں سے مناسب ترین قول یہ ہے کہ انسان کے عقائد اور اعمال کے متعلق سوال ہوگا، اور ان سب سے راس سوال لاالہ الا اللہ اور اہم ترین سوال حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کے بارے میں ہوگا۔

جی ہاں! یہی ولایت تو دین حنیف ہے کہ جو فطرت اور جبلت انسانی میں پائی جاتی ہے۔

فاقم وجهك للدين حنيفا فطرة الله التى فطر الناس عليها۔

"پس اس دین حنیف کے سامنے جھک جاؤ، اور اس کو معتدل قرار دو، کیونکہ یہ فطرتِ الٰہی ہے، اور پروردگار نے لوگوں کو اس فطرت پر خلق کیا ہے، اور خلقِ خدا میں تغیر وتبدل ناپذیر ہے"

اور یہ ولایت وہی طریقہ تو ہے جس کے متعلق فرمان ہے کہ:

وان لو استقاموا على الطريقة لا سقينا هم ماء غدقا۔

"اگر ان کو اس روش وطریقہ سے استوار کیا ہے پس ہم نے ان کو فراواں پانی سے سیراب کیا ہے"۔

ولایت وہی "حسنہ" تو ہے جس کے متعلق فرمانِ الٰہی ہے:

من جاء بالحسنة فله خير منها۔

"جو بھی بندۂ خدا اپنے پروردگار کی ملاقات "حسنہ" سے کرتا ہے تو پروردگار

اس کے لئے بہتر حسنہ و نیکی چاہتا ہے"۔

یہ ولایت وہی "نباء" عظیم تو ہے کہ جس کے متعلق اختلاف کریں گے۔

عم یتساء لون، عن النباء العظیم الذی ھم فیه مختلفون

"کس سے وہ سوال کرتے ہیں کہ وہ خبر عظیم کے متعلق احتلاف کرتے ہیں"۔

یہ ولایت وہی "تواصی بالحق" تو ہے۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِی خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۔

"قسم ہے زمانہ کی ہر انسان گھاٹے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کرتے ہیں"۔

اور ولایت وہی "خیرات" تو ہے۔

ولکل وجھة ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات۔

"اور ولایت وہی "نعیم" تو ہے کہ جس بزرگ ترین نعمت کے متعلق ہم سے سوال ہوگا کہ اس سے تم نے کیسا سلوک کیا"؟

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ۔

"وہاں پر اس روز یقیناً تم سے اس نعمتِ بزرگ کے متعلق سوال ہوگا"۔

اور سر انجام ولایت وہی "نور" تو ہے جو مومن کی درخشندہ خصوصیت و علامت ہے۔

او من کان میتا فاحییناہ و جعلنا له نورا یمشی به فی الناس کمن مثله فی الظلمات لیس بخارج منھا۔

''کیا وہ شخص جو مردہ تھا، اس کے بعد ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اس کو نور قرار دیا کہ وہ اس نور سے لوگوں کے ساتھ چلتا ہے۔اس کی مانند کوئی ہے جو تاریکی اور ظلمتوں میں پیوستہ ہے اور اسے ہرگز خارج نہیں ہوتا''۔

ولایت جو کہ ''فطرۃ اللہ'' ہے، پس چاہیے کہ جو لوگ اس فطرت الٰہی سے مردہ ہیں، ان کو زندہ و جاوید کر دیا جائے، اور ان کی آنکھوں پر غفلت کے پڑے ہوئے دبیز پردوں کو دور کر دیا جائے، ان کو صراط مستقیم دکھایا جائے، تاکہ یہ لوگ اس نور سے دین حنیف کو پاسکیں اور وہ اس طریقے پر چل کر اس خیرات کو پاسکیں، کیونکہ یہ ایک ایسی تنہا نعمت ہے کہ جس کے بارے میں باز پرس ہوگی اور کوئی بھی عمل ولایت کے بغیر قابل قبول نہ ہوگا۔

اسی ولایت کے صدقہ میں دین کامل ہوا اور نعمت تمام ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم تممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

نہ یہ فقط شیعیان حیدر کرار علیہ السلام کا عقیدہ ہے، بلکہ تمام مورخین و مفسرین بزرگ اہلِ سنت نے اس حقیقت کا اقرار کیا ہے، اور انہوں نے ولایتِ علی علیہ السلام کی تفسیر کی ہے۔

قارئین کرام! آپ سے ہماری گزارش ہے کہ آپ بغیر کسی تعصب وعناد کے منصفانہ ذہن کے ساتھ اس کا عمیق اور دقیق نظروں سے مطالعہ کیجئے، تاکہ آپ اس چھپی ہوئی حقیقت تک پہنچ سکیں اور آپ پر حق وحقیقت واضح وعیاں ہو جائے، اور آپ خود اس نتیجہ تک آسانی پہنچ جائیں کہ ولایت کے بغیر کوئی عمل بھی قبول نہ ہوگا۔

اگر پروردگار عالم نے بعض موقعوں پر عبادات واحکام میں چھٹی دے رکھی ہے

جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کہ اگر تم نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے، تو بیٹھ کر پڑھو۔ سفر میں روزہ نہ رکھ سکو تو حضر میں رکھو وغیرہ وغیرہ، لیکن ولایت میں کسی حالت میں بھی رخصت نہیں دی گئی، بلکہ انسان کو ہمیشہ ولایت کے سایہ میں چلنا چاہئے اور ایک مومن انسان کو چاہئے کہ ہمیشہ ولایت کے پرتو میں اپنے اعمال کو انجام دے، تا کہ اس کے اعمال قبول ہو جائیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں کامیاب وسرخرو ہو سکے۔

یہ کتاب جو کہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کو سپردِ قرطاس کرنے کا ہدف فقط یہی ہے کہ ولایت کا اس طرح مفہوم ومعنی بیان کیا جائے جس طرح خدا اور رسول صلى الله عليه وسلم چاہتے ہیں، اور ہم نے برادرانِ اہل سنت کی کتابوں سے استدلال کیا ہے۔ پچیس سال پہلے کی بات ہے کہ بندہ (یعنی مولف) کویت کے ہائی سکول میں طالب علم کی حیثیت سے درس حاصل کرتا رہا اور دورانِ تعلیم اپنے اساتذہ سے گفتگو اور طولانی بحث کا نتیجہ یہاں تک پہنچ گیا۔ قارئین! آپ کے لئے کتنا ہی اچھا ہو کہ ہم نے جو قرآن وسنت کے شیریں گلشن سے نتیجہ اخذ کیا ہے، اس کی پہچان کر سکیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ولایت آلِ نبیؐ کے ساتھ پیوستہ ہو جائیں، تا کہ آپ موردِ رضایت پروردگار قرار پائیں، اور روزِ قیامت خندہ پیشانی کے ساتھ میدانِ حشر میں داخل ہوں۔

آپ کی ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہوں گا کہ جو میرے اور میرے اساتذہ کے درمیان مباحثہ ہوا، اس کو بعض جگہوں پر حذف کر دیا گیا۔ حذف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بعض مطالب میں تکرار پائی جاتی تھی یا اس گفتگو کا مفہوم اس لائق نہ تھا کہ اسے سپردِ قرطاس کیا جائے، اس وجہ سے اس کو حذف کیا گیا اس لئے ہم

آپ سے عفوو درگزر کے طلب گار ہیں۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ کتاب میں کچھ مطالب زیادہ لائے گئے ہیں کہ استاد کے ساتھ بحث کے دوران جو محاورے پیش کیے گئے تھے ان کو بدل دیا گیا۔ البتہ، مضامین، اسناداور روایات کو وقت کے ساتھ رشتہ قلم میں سپردِ قرطاس کیا گیا ہے، اور ہر قسم کی غلطی اور اشتباہ سے بچنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن پھر بھی انسان بشری غلطیوں سے پُر ہے۔ اگر کسی جگہ قارئین کوئی غلطی یا اشتباہ دیکھیں تو امید ہے کہ وہ اس کی طرف متوجہ کریں گے اور ہمیں معاف کریں گے۔

والسلام

سید جواد مہری

کافر کون؟

ربع قرن پہلے کی بات ہے، کہ میں کویت کے ہائی سکول ثانویۃ الدعیۃ کا طالب علم تھا۔ میں اس وقت دوسرے سال میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اس سے پہلے میں نے پرائمری اور مڈل سکول کی تعلیم قومی مدرسہ میں حاصل کی تھی۔ یہ ایک شیعہ مدرسہ تھا، اور اس شیعہ مدرسہ کی تاسیس کے لئے شیعیان حیدرِ کرار علیہ السلام نے مالی مدد کی تھی، لہٰذا یہ مدرسہ شیعیانِ کویت کی مدد سے تاسیس ہوا تھا، اس مدرسہ کو ایک متدین، صالح اور محبّ آلِ محمد علیہ السلام سید محمد حسن موسوی علیہ السلام چلا رہے تھے اور اس مدرسہ کی باگ ڈور اس دین دار شخص کے ہاتھ میں تھی، چونکہ اس مدرسہ میں تمام طلباء شیعہ تھے اور اکثر اساتذہ بھی شیعہ ہی تھے، اور کسی بھی سنی معلم کی امور دینی میں دخالت نہ تھی، اس وجہ سے کہ ہمارا کسی بھی اہل سنت برادر سے علمی مباحثہ یا گفتگو نہ ہوئی۔ اب میں نے ہائی سکول میں داخلہ لے لیا تھا لیکن اس سکول کے ماحول میں خاصا فرق تھا، بلکہ ہائی سکول اور ابتدائی مدرسوں کے ماحول میں زمین وآسمان کا فرق تھا! یہاں پر اکثر استاد اور طلبا اہل سنت سے تعلق رکھتے تھے، لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہو گیا تھا کہ ان سے ربط و رابطہ رکھا جائے اور ان سے گفتگو و مباحثہ کیا جائے۔

جب کہ میرے والد مرحوم آیت اللہ حاج سید عباس مہری کا وظیفہ لوگوں کو ہدایت و رہنمائی کرنا تھا' مرحوم نے اپنے وظیفہ اور ہدف کو احسن طریقہ سے سرانجام دیا اور سب سے پہلے آپ نے اپنے فرزندوں اور رشتہ داروں کو حق و حقیقت کی تبلیغ کی،

اور ہم سب لوگ آپ سے وابستہ تھے، اور آپ کی علمی و روحانی شخصیت سے استفادہ کرتے تھے۔ ہم نے عقیدتا مسائل کا مطالعہ کرنا اپنے لئے لازم قرار دے رکھا تھا، تا کہ ہم استدلال و برہان کے اسلحہ سے مسلح ہوسکیں، اور آپ ہمیں عمومی وخصوصی مجالس میں تعلیم کے زیور سے آراستہ کرتے اور ہمارے سامنے مطالب پیش کرتے۔

میں اس بات کو کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا، کہ میری زندگی کے بارہ سال نہ گزرے تھے کہ مرحوم کی رہنمائی ومعرفی کرنے پر میں نے زمانہ کی عظیم وبرجستہ کتاب ''الغدیر'' کا تھوڑے وقت میں مطالعہ کرلیا تھا۔ یہ حقیقت کس سے پوشیدہ ہے کہ ''الغدیر'' ولایت وامامت کے لئے دائرۃ المعارف ہے، اور اس کے مطالب ومفاہیم میرے ذہن میں نقش ہو گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی مجھے سکول میں ان برادران سے پالا پڑا تو اس وقت بندہ عقیدتی مسائل سے آگاہ تھا، اور ہر قسم کی بحث ومباحثہ کے لئے کامل مسلح تھا، اور کسی قسم کی بحث وتمحیث سے دریغ نہ کرتا تھا۔

میں ہائی سکول میں نویں کلاس میں تھا کہ میری ایک مذہبی استاد سے بحث وگفتگو ہوگئی، چونکہ میں بھی اس راہ پر تازہ وارد ہوا تھا، اور فریق مخالف بھی ایک بوڑھا اور بے حوصلہ انسان تھا۔ ہماری بحث وگفتگو پراگندہ ہوگئی۔ ہم کسی نتیجہ خیز موڑ پر نہ پہنچ سکے۔ البتہ اس بحث کا ایک یہ فائدہ ہوا کہ وہ مجھے جان چکے تھے اس لئے وہ کلاس میں مذہبی گفتگو کرنے سے احتراز کرتے تھے، اور انکی خواہش ہوتی تھی کہ کلاس میں اختلافی مسائل سے اجتناب کیا جائے۔ میں نے اس دوران چند موقعوں پر انہیں استدلال سے مغلوب بھی کرلیا تھا۔

مثلاً ایک روز اُن کے شاگردوں میں سے ایک نے پوچھا کہ جب تم وضو کرتے ہو تو ہاتھ سے کہنیوں کی طرف پانی کیوں ڈالتے ہو، جب کہ مذہب اسلام میں سے

ایک فرقہ ''شیعہ'' ہے جو کہنیوں پر پانی ڈالتے ہیں۔ یعنی اوپر سے نیچے کی طرف پانی ڈالتے ہیں، اس کا فلسفہ کیا ہے؟

استاد اس سوال پر الجھ گئے، اور پھر کہنے لگے کہ عام طور پر بازوؤں پر بال ہوتے ہیں اگر کہنیوں سے نیچے کی طرف پانی ڈالا جائے تو ممکن ہے پانی بالوں کے نیچے تک نہ پہنچے، البتہ اگر ہتھیلی کے جوڑ پر پانی ڈالا جائے تو پانی یقیناً بالوں کے نیچے تک پہنچ جائے گا، اور یہ احتیاط کے زیادہ قریب ہے۔

میں فوری طور پر اپنی جگہ پر کھڑا ہوا، اور کہا آقا! میں اجازت چاہتا ہوں۔ جب آپ غسل کریں و تو اس وقت سر کو زمین کی طرف اور ٹانگوں کو اوپر کی طرف کیا کرو، تا کہ پانی پوری طرح بالوں کی جلد تک پہنچ سکے۔ تا کہ جو آپ نے فلسفہ وضو بیان کیا ہے اس کے مطابق ضروری ہے کہ پانی بالوں کے نیچے تک پہنچ جائے؟

میرے اس ایراد پر کلاس کے بچوں نے ایک پرزور قہقہ لگایا، اور بچوں کے ہنسنے کی صدا بلند ہوئی۔ استاد کے تیور بدل گئے، فوراً میری طرف رخ کر کے کہا کہ ''بے ہودہ بحث مت کرو۔ ابھی تم بچے ہو، اور تم ان احکام فقہی کی طرف اپنی نظر وفکر مت بیان کیا کرو؟

میرے اس سخن نے میری نشاندہی کی، لیکن بچے ہرگز ہرگز قانع نہ ہوئے۔

بہر کیف ہائی سکول کا پہلا سال (نہم کلاس) تمام ہو، اور اب ہم نے دسویں کلاس میں قدم رکھا۔ میرا سن کچھ زیادہ ہو چکا تھا، اور موسم گرما کی تعطیلات سے استفادہ کرتے ہوئے میں نے مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا اور میں نے اپنے اندر بحث ومباحثہ کی صلاحیت پیدا کر لی، اور میں ہر وقت مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ رہتا، لیکن اب جو ہمارے استاد تھے وہ نوجوان اور نسبتاً خوش اخلاق تھے۔

کیا حضرت ابوطالب علیہ السلام کافر تھے؟

جلسہ دینی کا پہلا روز تھا کہ نوجوان مصری استاد عمر الشریف کلاس میں داخل ہوئے اور اس نے اسلام میں ہدایت کے موضوع پر گفتگو کی، اور انہوں نے آیت ''انك لاتهدی من احببت'' (سورۂ قصص: ٥٦) کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ:

یہ آیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا نگہبان رسالت حضرت ابوطالب علیہ السلام کے متعلق نازل ہوئی۔ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا جناب سرکار ابوطالب علیہ السلام کی تیمارداری کے لئے تشریف لائے اس وقت حضرت ابوطالب علیہ السلام کی زندگی کے آخری ایام تھے۔ آپ نے اپنے چچا سے خواہش کی کہ آپ دونوں شہادتوں کو زبان پر جاری کریں، لیکن حضرت ابوطالب علیہ السلام نے آپ کی بات نہ مانی اور آخر اس دنیا سے کافر اٹھے! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پریشانی لاحق ہوئی کہ میرے چچا جو کہ میرے مربی اور محبوب ہیں اس دنیا سے کافر اٹھیں گے، فوراً آپ پر خداوند تعالیٰ نے وحی نازل کی۔

کہ ''اے میرے نبی آپ جس اپنے دوست کو ہدایت کرنا چاہتے ہو وہ ہدایت نہیں پائیں گے۔''

ہدایت پروردگار عالم کی طرف سے ایک عطیہ وانعام ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے، جسے نہیں چاہتا اسے نہیں کرتا؟ آپ بھی تلاش وجستجو کرو کہ آپ نے اپنے چچا کو ہدایت کی استاد کی اس گفتگو پر میرا خون جوش مارنے لگا' میں نے اپنے احساسات وجذبات پر قابو پانے کی پوری کوشش کی، لیکن پھر بھی میں غصہ کی حالت میں بغیر

اجازت طلب کیے ہوئے کھڑا ہوا، اور گویا ہوا۔

''استاد! آپ حضرت ابوطالب علیہ السلام کو اس لئے کافر کہہ رہے ہیں، کیونکہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے والد تھے، اور آپ نے کس طرح اس آیت مجیدہ کی تفسیر بالرائے کی ہے؟ اور کس طرح تاویل کی ہے؟ کیا یہی انصاف ہے کہ جس شخص نے اپنی زندگی راہ اسلام میں صرف کردی ہو، جس نے ساری زندگی رسالت کی حفاظت میں خرچ کردی ہو، جس نے اسلام اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی نگہبانی میں عمر گزاردی ہو، کیا اس نگہبان رسالتؐ اور محافظ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی خدمات کا یہی صلہ دینا چاہیے؟ کہ اس پر طرح طرح کی تہمتیں لگائی جائیں؟ ایک مومن کامل واکمل اور واقعی موحد پر کافر ہونے کی تہمت لگائی جائے؟ جس وقت مکہ کے سارے کافر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن تھے اور تمام کفار قریش پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ ومباہلہ کررہے تھے، کبھی وہ آپؐ کو قتل کرنے کی دھمکیاں دے رہے تھے اور کبھی آپؐ کا اقتصادی بائیکاٹ کر رہے تھے، اور جب انہوں نے آپ کا اقتصادی محاصرہ کیا تو اس وقت حضرت ابوطالب علیہ السلام کے علاوہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کا دفاع کس نے کیا تھا؟

استاد نے بڑی ڈھٹائی سے مجھے جواب دیتے ہوئے کہا:

پہلی بات تو یہ ہے کہ تمہارے لئے درست نہیں ہے کہ مجھے تہمتی کہو، کیونکہ میں علی علیہ السلام کو ایک عظیم ترین اور برگزیدہ ترین انسان قبول کرتا ہوں اور آپ کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ بہرحال جانتا ہوں۔ مجھے علی علیہ السلام سے کسی طرح کی بھی دشمنی وعداوت نہیں ہے، چونک وہ حضرت ابوطالب علیہ السلام حضرت علی علیہ السلام کے والد بزرگوار ہیں، لہٰذا مجھے ان سے عداوت ہے اور اس لئے میں انہیں کافر مانتا ہوں۔ وہ ایک محبت کرنے والے انسان تھے اور انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کافی محبت تھی اور ان کو نگہبان رسالت اور

مربی رسول ﷺ ہونے کا بھی شرف حاصل ہے، اس کے باوجود پیغمبر اکرم ﷺ کے دین کے پیرو نہ تھے۔ انہوں نے آپ کی ہر موڑ پر حمایت اور مدد کی، اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں پایا جاتا۔ میں نے کہا۔

اگر آپ کی بات کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو پھر اس میں بہت بڑا اشکال لازم آتا ہے، پیغمبر اکرمؐ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ آپ ایک کافر پر تکیہ کریں اور ان کی حمایت اسلام کے لئے حاصل کریں اور ان سے باہمی رابطہ رکھیں اور اس کی گود میں پروان چڑھیں۔ اس کے گھر سے غذا کھائیں؟ کیا آپ نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہورہا ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ

[سورہ مائدہ آیہ ۵۱]

''اے مومنین! تم یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو وہ یقیناً انہیں میں سے ہو جائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والی قوم کی راہنمائی نہیں کرتا''۔

استاد نے کہا! کہ یہ تو یہود وانصار کے بارے میں ہے، میں نے کہا اتفاق کی بات ہے کہ یہودی اور نصرانی اہل کتاب تھے۔ اگر خداوند تعالیٰ ہمیں اہل کتاب کے ساتھ تعلقات اور دوستی رکھنے کی اجازت نہ دیتا تو پھر قطعی طور پر مشرکین قریش کے ساتھ روابط وتعلقات اور دوستی کی اجازت نہ دیتا۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ان مشرکین وکفار سے خاندانی مراسم رکھنے سے منع کر رہا ہے اور حکم ہو رہا ہے کہ اپنے کافر آباء واجداد اور رشتہ داروں سے مت رابطہ رکھیں، اور ان پر مت تکیہ کریں واضح طور پر حکم الٰہی ہو رہا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۔

(سورہ توبہ، آیہ ۲۳)

"اے وہ لوگوں! جو ایمان لائے ہو، تم اپنے باپ دادوں اور بھائیوں کو سرپرست نہ بناؤ۔ اگر وہ ایمان کے بدلے کفر کو پسند کریں، اور تم میں سے جو کوئی بھی ان سے محبت رکھے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں"۔

خداوند تعالیٰ نے قرآ مجید میں تقریباً تیس کے لگ بھگ ایسی آیات نازل کی ہیں، جن میں صرف یہی حکم ہے کہ مسلمانوں کو کلی طور پر کفار سے کسی قسم کی دوستی ومحبت کی پینگیں نہیں بڑھانی چاہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ جو پیغمبر ﷺ خود آیات خدا کا مبلغ ہو وہ روشن ترین حکم الٰہی سے منہ موڑے اور خداوند تعالیٰ کے احکام کی واضح مخالفت کرے کیا یہ آپ کا دل تسلیم کرتا ہے؟

ایمان ابوطالب علیہ السلام پر مناظرہ شروع ہوتا ہے

استاد میں حضرت ابوطالب علیہ السلام کے دین واسلام پر کافی دلائل و براھین رکھتا ہوں، لیکن ان سب کو میں اس وقت بیان کرنے سے قاصر ہوں۔

شاگرد:

میں سمجھتا ہوں کہ آپؑ کے مومنِ کامل ہونے کی لیے یہی کافی ہے آپ نے نبوت ورسالت کی حفاظت کے لئے قربانیاں دیں، اور آپ نے ہر ہر قدم پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کی حمایت کی، اس سے غمازی ہوتی ہے کہ آپ مومن تھے اور آپ اپنے رشتہ داروں میں مومن کے نام سے مشہور تھے، لیکن آپ نے اس وقت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایمان کا علی الاعلان اظہار نہ کیا تھا۔

استاد صاحب کے طوطے اڑ چکے تھے، اور اُن پر عجب کیفیت طاری ہو چکی تھی کہ شاید اس نے پہلے ان آیات قرآنی کو نہ سنا تھا۔

استاد:

اگر تم ان موضوعات پر بحث کرنا چاہتے ہو، تو کلاس میں اچھا نہیں لگتا۔ کلاس فقط آپ کی نہیں ہے کہ آپ تنہا ہی تیس لڑکوں کا وقت لے لیں، اور دوسرے طلباء کا وقت ضائع کریں اگر آپکو زیادہ ہی شوق ہے تو آؤ میرے ساتھ تفریح روم میں (ویسے بھی تفریح کا پیریڈ ہے وہاں پر بحث کرتے ہیں۔

شاگرد:

میں نے کہا جناب ایسا نہیں ہوسکتا! آپ یا تو ہمارے درمیان اختلافی مسائل کو نہ چھیڑتے اب اگر آپ نے اختلافی مسائل کو چھیڑا ہے تو اس کا جواب سن کر جایئے۔ آج اگر ہم نے مومن وموحد اور سردار بطحاء حضرت ابو طالب علیہ السلام کے ایمان کامل کا دفاع نہ کیا تو میرے دوسرے ساتھیوں Class Fellows کا بھی عقیدہ آپ کی طرح ہو جائے گا اور مجھے روز قیامت خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سر جھکانا پڑے گا۔

میں آپ سے ہر جگہ، ہر موقع پر بحث وتمحیث کرنے کے لئے آمادہ ہوں، لیکن اگر آج میرے ساتھی مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے سامنے حضرت ابو طالب علیہ السلام کی شان میں دو شعر پڑھنا چاہتا ہوں تاکہ اس نگہبان رسالت کی شان میں ان کا عقیدہ متزلزل نہ ہونے پائے۔

طلباء نے صدائیں بلند کیں اور مجھ سے درخواست کرنے لگے کہ آپ ضرور پڑھیئے گا اور انہوں نے استاد سے کہا:

استاد! حق اس کے ساتھ ہے اس کو بولنے دیجیے، تاکہ یہ اپنے عقیدہ کا دفاع کرسکے۔

استاد نے مجبوراً سر تسلیم خم کر دیا اور خاموشی کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا لہٰذا وہ میری بحث اور استدلال کا انتظار کرنے لگا

اسی دوران میرا کامل ذہن حضرت ابو طالب علیہ السلام کی عظمت اور کمال کی طرف راغب ہو چکا تھا۔ میری نگاہ تاریخ کے ایک ایک صفحہ پر تھی۔ میں نے سردار بطحاء اور اس کے خدا سے مدد طلب کی یہ ہمارا پہلا رسمی اور عمومی جلسہ تھا جس میں سامعین کی کافی تعداد تھی۔ یعنی پوری کلاس ہماری گواہ تھی۔ میں نے سردار مکہ اور محسن اسلام کی

عظمت کا حق ادا کرنے کے لئے خدا سے خصوصی دعا طلب کی کہ پروردگار! مجھے اس محسن رسالت ﷺ کا دفاع کرنے کی توفیق عطا فرما۔ میں نے کہا استاد! اور میرے ساتھیو! حضرت ابوطالب علیہ السلام کو پیغمبر اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ تھا۔ آپؑ نے پیغمبر اکرم ﷺ کی مدح میں کافی قصائد لکھے ہیں' آپ نے نبوت و رسالت کی گواہی دی ہے۔ جب پیغمبر اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت ابوطالب علیہ السلام نے قریش کو خبر دی کہ اس تحریر کو دیمک نے چاٹ لیا ہے، اور اس معاہدہ پر فقط خداوند تعالیٰ کا نام باقی بچا ہے، اور اس سلسلہ میں میرے بھتیجے محمد ﷺ نے مجھے خبر دی ہے کہ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو اس تحریر کو کعبہ سے باہر لے آؤ، اگر اس کی خبر سچی ہوئی پھر پر اس کی حمایت کرنا اور اس کے گرویدہ ہو جانا۔ اپنے آپ کو بیدار کرنا اگر اس کی خبر جھوٹی نکلی تو میں اس کو تمہارے سپرد کر دوں گا۔ جو چاہو اس سے تم سلوک کرنا۔ کہنے لگے ہم راضی ہیں۔ ہم اس تحریری معاہدہ کو لے کر آتے ہیں دیکھتے ہیں کہ محمد ﷺ کی خبر سچی ہے' اس معجزہ کے بعد جن لوگوں کے دل مردہ تھے، اور خداوند تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردہ ڈال رکھا تھا ان کے لئے حق دیکھنے اور حق سننے کی صلاحیت نہ تھی۔ انہوں نے اس معجزہ بزرگ کا اس طرح انکار کیا کہ گویا انہوں نے کچھ دیکھا ہی نہیں، لہٰذا وہ حضرت ابوطالب علیہ السلام سے کہنے لگے:

تمہارے بھتیجے کے دوسرے جادوؤں کی طرح یہ بھی جادو ایک ہے اس طرح وہ گمراہیوں کی عمیق گہرائیوں میں جا گرے۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام خانہ خدا کے قریب آئے۔ آپ نے پردہ خانہ خدا کو پکڑ کر کہا:

''یا رالہا! ہمیں ظالموں پر کامیابی و کامرانی عطا فرما! انہوں نے میرے رحم کو قطع

کیا ہے اور حرمت کو توڑا ہے"۔

آپ نے ایک طولانی اور زیبا قصیدہ پڑھا، لیکن افسوس ہے کہ مجھے فقط دو شعر یاد ہیں، کیا ہی اچھا ہوتا کہ تمام برادران اس جلسہ کے ختم ہونیکے بعد مدرسہ کی لائبریری میں جائیں، اور وہاں تاریخ کی کتابوں میں ان اشعار کو تلاش کر کے پڑھیں۔

ایک طالب علم اٹھ کر سوال کرتا ہے کہ اس داستان کا تذکرہ کس کتاب میں ہے؟ میں نے کہا داستان صحیفہ معروف اور تاریخ کی تمام کتابوں میں ہے تم چاہتے ہو تو تاریخ یعقوبی، سیرت ابن ہشام، تاریخ ابن کثیر، طبقات ابن سعد اور عیوان الاخبار ابن قتیبہ کی طرف رجوع کرو۔ یہ تمام کی تمام اہل سنت کی معتبر کتابیں ہیں۔

بہر حال حضرت ابو طالب علیہ السلام نے قصیدہ غرا میں ارشاد فرمایا:

الاان خیــر الـنــــاس نــفســـا و الــد

اذا عـــد ســـــادات البـــرية احـــمـــد

نبــی الالـــه و الــكــريـم بـــاصـلـــه

واخـــلاقـــه وهـــو الـــرشيـــد الـمـــويـد۔

[تاریخ الصفیر بخاری ۱ ،تاریخ ابن عساکرج ا،ص ٦٧٥ ، تاریخ ابن کثیر ج، ۱ ص ٢٦٦ اصابه ابن حجرج ٤ ص ١١٥ ، دلائل النبوو ابونعیم ج، ۱ ص٦]

جان لو کہ "احمد شخصیت اور حسب و نسب کے حوالے سے تمام سادات و برزگان خلائق کے سردار و رئیس ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایک عظیم انسان ہیں کہ آپ پسندیدہ ترین اخلاق کے مالک ہیں۔ وہ ایک کامل و دانا مرد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید و نصرت حاصل ہے"۔

کیا یہ کافی نہیں کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام نے آپ کو "نبی الالہ" سے تعبیر کیا ہے؟

کیا یہ حضرت محمدؐ کی نبوت و رسالت کی شہادت کے لئے کافی نہیں ہے؟

ان دو شعروں کے علاوہ ایک رباعی ہے، جس میں حضرت ابو طالب علیہ السلام نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریحاً گواہی دی۔ اتفاقاً بخاری نے اپنی ''تاریخ صغیر'' میں، ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ابن حجر مکی نے اپنی کتاب ''اصابہ'' میں اس رباعی کو ذکر کیا ہے کہ جس میں آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و ستائش بیان کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

لقد اکرم اللہ النبی محمد

اکرم خلق اللہ فی الناس احمد

وشق لہ من اسمہ لیجلہ

فذوالعرش محمود وھذا محمد

''پروردگار عالم نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافی عظمت و وقار عطاء کیا ہے، خالق اکبر نے لوگوں کے درمیان احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ عظمت و رفعت اور بلند مقام پر فائز کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے نام سے اس کے نام کو مشتق کیا۔ خود صاحب عرش و محمود ہے اور یہ محمدؐ ہیں۔''

یہ اشعار ظاہری طور پر اور باطنی لحاظ سے واضح و روشن ہیں، اور ان اشعار سے حضرت ابو طالب علیہ السلام کی عظمت و بزرگی، علم و فضل، کمال و جمال اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت و مودّت عیاں ہوتی ہے۔

استاد کہنے لگے کہ اس دوسرے شعر کی نسبت تو حسان بن ثابتؓ کی طرف دی جاتی ہے۔

میں نے کہا! اتفاقاً حسان بن ثابتؓ نے بھی ان اشعار کو حضرت ابو طالب علیہ السلام سے

لیا ہے، اور وہ اپنے قصیدہ کے ضمن میں ان اشعار کو مدح پیغمبر میں لائے ہیں۔

آپ واقعہ استسقاء کو بھی یاد کریں کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام اور حضرت عبدالمطلب نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (جب کہ آپ اس وقت بچے تھے) مدد چاہی اور آپ سے پانی طلب کیا یہ قصہ تو مشہور و معروف ہے اور یہ واضح دلیل ہے کہ یہ دونوں بزرگوار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتے تھے، اور آپ کو اللہ کا آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تسلیم کر رہے تھے کہ ابھی تک آپ نے اپنی رسالت کا ظاہری طور پر اعلان بھی نہیں کیا تھا اور آنحضرتؐ اس وقت لوگوں کے سامنے ''رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین'' کے عنوان سے مشہور بھی نہیں ہوئے تھے۔

یہ دونوں بزرگوار تو اس روز سے جانتے تھے کہ اس بچے کا عنداللہ کیا مقام و منزلت ہے۔ دو سال ہو چکے تھے کہ مکہ میں بارش نہ ہوئی تھی۔ لوگ قحط سالی کا شکار تھے۔ حضرت ابو طالب علیہ السلام اس چھوٹے عقل مند بچے کو کعبہ کے پاس لائے، اور آپ کا کعبہ کی طرف منہ کر کے خداوند تعالیٰ کو اس کے حق کی قسم اور واسطہ دے کر کہتے ہیں:

اے میرے خداوند! اس بچے کی عظمت کے واسطے ہم پر ابر رحمت برسا۔ حضرت ابو طالب علیہ السلام کے ہاتھ بارگاہ الٰہی میں اٹھے تھے کہ ادھر مکہ کی فضا پر سیاہ بادل چھا گئے۔ اس قدر بارش ہوئی کہ لوگوں کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں اس بارش سے سیلاب خانہ خدا کو بہا کر نہ لے جائے۔

جب حضرت ابو طالب علیہ السلام کی یہ دعا پوری ہوئی تو آپ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی مدح میں ارشاد فرمایا:

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمة للارامل

یــلــوذ بــــه الهـــلاك مـــن آل هـــاشـــم

فهـــم عـــنـــده فـــی نـــعـــمة و فـــو اضـــل

و مـیـــزان عـــدل لا یـــخـیـــس شـعـیـــرة

ووزان صـــــدق وزنـــــه غیـــر هـــائـــل

[شرح قسطلانی بر بخاری ج ۲، ص ۲۲۱، خصائص الکبری ج ۱

ص ۲۰۰، السیرة الحلبیة ج ۱ ص ۲۰۵]

میری گفتگو ابھی جاری تھی کہ پوری کلاس سراپا گوش بنی ہوئی حضرت ابو طالب علیہ السلام کے پرمغز اور پر معانی اشعار کو سن رہی تھی، کہ اچانک پیریڈ کی تبدیلی کی گھنٹی بجی، استاد نے شکر کا کلمہ پڑھا، اور فوراً جان چھڑا کر کلاس سے باہر نکل گئے جاتے ہوئے مجھ سے کہنے لگے کہ مجھے تمہیں دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ تم میرے شاگردوں میں ایک ایسے ذہین شاگرد ہو کہ جسے مسائل عقیدتی اور تاریخ پر تسلط حاصل ہے، اور تمہیں استدلال و برہان پر ملکہ حاصل ہے۔ مجھے تم پر فخر ہے کہ تم ایک زیرک و ذہین طالب علم ہو، لیکن کیا تم میرے تمام سوالوں کا جواب دینے کی قدرت رکھتے ہو؟

میں نے کہا: میں نے آپ کے ہر سوال اور تنقید کا دلیل کے ساتھ جواب دیا ہے اور آپ کے تمام اعتراضات کو برہان کے ساتھ رد کیا ہے۔ اگر آپ قانع نہیں ہوئے تو میں آپ کی خدمت میں ہر وقت حاضر ہوں جس وقت آپ کا دل چاہے بحث ہو سکتی ہے۔

استاد:

البتہ آپ کی گفتگو ابو طالب علیہ السلام کے متعلق بہت ہی اچھی تھی، اور یہ میرے لئے نئی چیز تھی، لیکن جو تم نے ابو طالب علیہ السلام کے اشعار نقل کیے ہیں پھر بھی ان سے وہ کافر تصور کیے جاتے ہیں۔

شاگرد:

میں نے کہا: اگر کوئی حق تک پہنچنا چاہتا ہے، اور اس پر دلیل بھی موجود ہو تو پھر کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کو باطل قرار دے۔

استاد:

کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ابوطالب علیہ السلام نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا، یا فقط اپنا دفاع کرتے رہے؟ میری جان! یہ کیسی گفتگو ہے۔

شاگرد:

میں نے کہا: استاد! ناراض نہ ہوئیے گا، حق سننا بڑا مشکل ہے اور ہر کسی کے بس میں نہیں ہے کہ وہ حق کا حوصلہ وتدبر سے ذائقہ چکھ سکے۔ آپ اپنی کتابوں کا حضرت ابوطالب علیہ السلام کی شان وعظمت اور ایمان کے بارے میں مطالعہ کریں۔ آپ کے اوپر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی، کہ وہ مومن کامل تھے۔ اگر اس کے بعد بھی محسن رسالت کو کوئی کافر کہے تو پھر واضح ہے کہ اس کی کفش میں ریگ ہے!

استاد:

تم نے کہا ہے کہ ہماری کتابوں میں تناقض پایا جاتا ہے۔ کیا اس پر تمہارے پاس کوئی دلیل ہے؟

شاگرد:

میں نے کہا: بہت زیادہ! یہ ایک مقام ومورد ہی کافی ہے کہ آپ اس پر پوری توجہ فرمائیں کہ تمام بزرگان نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرت ابوطالب علیہ السلام کے اشعار کو نقل کیا ہے کہ جن کو ابوطالب علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں پڑھا ہے، لیکن اس کے باوجود بڑی ڈھٹائی سے اس مرد خدا کو کافر لکھتے ہیں، کیا یہ تناقض نہیں ہے؟

استاد نے کہا: آپ کو جاننا چاہیئے کہ ابو طالب علیہ السلام، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتے تھے۔ انہوں نے ساری زندگی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی آغوش میں پروان چڑھے۔ اس میں کیا اشکال ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے بھتیجے کو خوش رکھنے کے لئے ان مصائب ومشکلات کا سامنا کیا ہو؟

میں نے کہا! استاد تعریف کرنے اور نبوت کی گواہی وشہادت دینے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ فقط آپ نے نہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کی ہے، بلکہ آپ نے کئی مقامات پر نبی کی نبوت ورسالت کی گواہی بھی دی ہے۔ یہ مقام اشارہ وکنایہ کا نہیں ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کر دیا تھا کہ مسلمان عورتوں کو نکاح کفار کے ساتھ باطل ہے اور کون نہیں جانتا کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام کی زوجہ فاطمہ بنت اسد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلے ایمان لانے والی عورت ہیں۔ وہ اس وقت سے لے کر آخری وقت تک اپنے شوہر نامدار ابو طالب علیہ السلام کے ساتھ رہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہرگز ابو طالب علیہ السلام سے جدا ہونے کا حکم نہیں دیا تھا۔

استاد! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے پاس معلومات کا خزانہ ہے، اتفاق کی بات ہے کہ میرے پاس کافی مسائل ومطالب اور موضوعات ہیں کہ جن کے بارے میں آپ کی رائے اور عقیدہ کو جاننا چاہتا ہوں، لیکن متاسفانہ وقت ختم ہوگیا ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ ہم دونوں اس پر مفصل بحث کریں گے، اور ایک دوسرے کو نزدیک سے دیکھنے کا موقع ملے گا۔

ہماری بحث ختم ہوگئی، اور ہم واپس لوٹ آئے۔ اور ساری بحث کو اپنے والد مرحوم کے سامنے پیش کیا۔ والد بزرگوار میری گفتگو کو سن کر خوش ہوئے اور انہوں نے میرے لئے کافی دعائیں کیں اور پھر فرمانے لگے۔

فرزندم! حضرت ابوطالب علیہ السلام کا ایمان حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے مومنوں کی مانند تھا کہ جنہوں نے اپنے ایمان کو مخفی و پوشیدہ رکھا تھا۔ حضرت ابوطالب علیہ السلام نے روز اول سے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کی گواہی دی تھی، اور آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کامل ایمان رکھتے تھے۔ اگر آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کے قائل نہ ہوتے تو پھر رسالت کی آپ اس قدر حمایت نہ کرتے، اور آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس قدر دفاع نہ کرتے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دستورالٰہی کے مطابق حق نہ رکھتے تھے کہ ابوطالب علیہ السلام کی کافرانہ حمایت حاصل کرتے اور ابوطالب علیہ السلام سے اس طرح محبت ودوستی رکھتے؟ حضرت ابوطالب علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں جو اشعار فرمائے ہیں آپ نے ان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کی واضح وصریح گواہی دی ہے، اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا ہے۔ اور یہ اشعار اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان اشعار کو آپ ''ابوطالب علیہ السلام مومن قریش'' مصنف عبداللہ خیزی میں دیکھ سکتے ہیں اوران اشعار کولکھ کر اپنے استاد کو دے دینا۔ جھگڑا اسی بات پر ختم ہوجاتا ہے کہ پیغمبرؐ کی دعوت ذوالعشیرہ ''وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ'' سے لے کر آخری عمر تک ہرجگہ ہر مقام پر کھل کر اعلان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کی اور آپ نے حمایت پیغمبرؐ میں قریش سے کھلی جنگ لڑی۔ آپ نے دل وجان سے پیغمبرؐ کا دفاع کیا۔ اگر آپ پیغمبر کی رسالت کے قائل نہ ہوتے تو پھر کیا پڑی تھی کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کرتے؟ کیا ابولہب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا نہ تھا کہ اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مبارزہ کیا؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں اور اقرباء کا جلسہ طلب کیا تھا جو دعوت ذوالعشیرہ کے نام سے معروف ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جلسہ میں کھانا کھانے کے بعد ان کو اسلام کی دعوت دی۔ جب ابولہب نے مجمع

سے کھڑے ہو کر اعتراض کیا تو حضرت ابو طالب علیہ السلام نے ہی اُس کے اعتراض کا جواب بڑے غصے میں دیتے ہوئے فرمایا تھا۔

پس آپ نے رُخ انور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی اور عرض کرنے لگے:

اے میرے سردار! اٹھو اور اپنی گفتگو کو باکمال شہامت بیان کرو۔ جو تمہارے دل میں ہے وہ بیان کرو، اور پیغام الٰہی کا کھلے بندوں اعلان کرو، کیونکہ تم سچے اور امین ہو۔ یہ کس قسم کا کافر ہے کہ جو اپنی پوری طاقت و توانائی اسلام کی حمایت میں خرچ کر رہا ہے؟ اور پوری قوت و طاقت سے اسلام کا دفاع کر رہا ہے؟ آپ نے اپنی زبان اور ہاتھ سے اپنے کیا بھتیجے کے اسلام اور پیغام کی کھلی حمایت کی، اور اپنے کافر رشتہ داروں کو بڑی سختی سے دور کہ مبادا کہیں وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسیب نہ پہنچائیں، اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے آرام سے اپنے پروردگار کے پیغام کا ابلاغ کر سکیں۔ اس دن سے قریش سے ٹھن گئی۔ حضرت ابو طالب علیہ السلام نے اپنے شعب (شعب ابو طالب) میں نبی کی نبوت کی اور ان کے تمام ساتھیوں سمیت حمایت کی؟ اگر اس طرح کے حضرت ابو طالب علیہ السلام کافر تھے تو پھر میں بھی کافر ہوں ؟؟؟

میں اپنے باپ کا شکریہ بجالایا اور کتاب ''ابو طالب مومن قریش'' کے سراغ میں نکل گیا اور میں نے دیکھا کہ مصنف کتاب نے واقعاً کافی زحمت اور تکلیف سے اس کتاب کو مرتب کیا ہے اور اس نے خوب حضرت ابو طالب علیہ السلام کا دفاع کیا ہے، لیکن اس سے پہلے علامہ امینی قدس سرہ، نے اپنی کتاب ''الغدیر'' کی ساتویں جلد میں ستر (۷۰) صفحات پر مشتمل حضرت ابو طالب علیہ السلام کے ایمان کے بارے میں مفصل بحث کی اور آپ نے واقعاً علمی استدلال پیش کئے۔

بہرکیف یہ گفتگو ایک اندازہ تمام ہوئی۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان اشعار کو بھی پیش کیا جائے، جو حضرت ابو طالب علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت میں کہے، تا کہ

قارئین کرام کے لئے کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہ جائے اور طالبان حق تک حق پہنچایا جائے۔

حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں حضرت ابو طالب علیہ السلام کے اشعار کو نقل کیا ہے، جو آپ نے نجاشی کے لئے بھیجے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ وہ مہاجرین حبشہ سے اچھا سلوک کرے وہ اشعار یہ ہیں:

لیعلم خیار الناس ان محمداً
وزیر لموسی والمسیح بن مریم
اتانا بالھدی مثل ما اتیابه
فکل بامر الله یھدی ویعصم

[مستدرک حاکم ج ۲ص ۶۲۳ به نقل از ابو اسحاق]

"نیک لوگوں کو جاننا چاہیئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام کے جانشین ہیں، وہ ہماری ہدایت کے لئے دین لائے ہیں، جس طرح وہ پہلے دو نبی لائے تھے۔ پس یہ تمام اللہ کے نمائندے امر خدا سے لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں اور گناہ سے بچاتے ہیں"۔

اور وہ اشعار کہ جن میں آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کیا ہے وہ یہ ہیں۔

والله لن یصلوا الیك بجمعھم
حتی اوسد فی التراب دفینًا
فاصدع بامرك ما علیك غضاضة
وابشر بذاك وقر منك عیونًا
ودعوتنی وعلمت انك ناصحی
ولقد دعوت وکنت ثم امینًا

ولقد علمت بان دین محمدؐ

من خیر ادیان البریہ دینا

[خزانہ الادب بغدادی ج ۱ ص ۲۶۱ تاریخ ابن کثیر ج ۳، ص ۴۲ الاصابہ ج ۴ ص ۱۶، سیرۃ الحلبیہ ج ۱، ص ۳۰۵ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۰۶]

''خدا کی قسم وہ سب مل کر بھی تجھے آسیب نہیں پہنچا سکتے، جب تک میں زندہ ہوں (خاک میں پوشیدہ نہیں ہو جاتا) پس تم اپنی رسالت کا کھل کر اعلان کرو، اور ابلاغ رسالت کے لئے کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرو، تمہیں اس سلسلہ میں بشارت ہو اور تمہاری آنکھیں روشن و منور ہوں۔ آپ نے مجھے ''دین مبین'' کی دعوت دی، اور مجھے معلوم ہے کہ آپ میرے خیر خواہ ہیں، اور آپ نے مجھے دین الٰہی کی دعوت دی، آپ تو امین ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سابقہ تمام ادیان سے بہتر ہے۔''

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی میں ایک طولانی قصیدہ ہے کہ جس میں حضرت ابوطالب علیہ السلام نے چند اشعار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت و نبوت کی مدح میں کہے ہیں اور ابن ہشام نے اپنی کتاب سیرۃ کی جلد اول کے صفحہ ۲۸۶ تا ۲۹۸ میں ۹۴ اشعار کو نقل کیا ہے۔

یہ قصیدہ طولانی ''معلقات سبع'' کی مانند ہے۔ اس قصیدہ میں فصاحت و بلاغت چھلکتی ہے۔ آپ نے اس وقت ان اشعار کو پڑھا کہ جب قریش وقعاً ہی پیغمبر اسلام سے جنگ و مبارزہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور وہ نیزوں کے سروں کے بل بوتے پر مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور کرنا چاہتے تھے۔

قسطلانی نے اپنی کتاب ارشاد الساری کی جلد ۲ ص ۲۲۷ پر اس عظیم قصیدہ کی

عظمت اور فصاحت و بلاغت کا اعتراف کیا ہے، اور ان اشعار کو ایک سو دس (۱۱۰) شمار کیا ہے۔ ہم ان اشعار کو سپرد قرطاس ضرور کرتے، لیکن اس سے کتاب کا حجم زیادہ ہو جائے گا۔ اسی پر اکتفاء کرتے ہیں، کیونکہ انہی اشعار سے ہی جناب ابو طالب علیہ السلام کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت وعقیدتمندی اور آپ کی رسالت پر کامل ایمان کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ ایک مقدس و پاک سرشت انسان تھے، آپ نے ساری زندگی نبوت ورسالت کی نگہبانی کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے مشکل سے مشکل وقت میں بھی رہبر اسلام کی حمایت کی۔ آپ کافروں کے لئے ننگی تلوار تھے۔ حضرت ابو طالب علیہ السلام کے یہ اشعار ان لوگوں پر اتمام حجت ہیں کہ جو آپ کو کفر کی تہمت سے یاد کرتے ہیں، اور ایک مرد الٰہی کو کافر سمجھتے ہیں۔

ابو طالب علیہ السلام زمانہ جاہلیت میں جہاد استقامت کے میدان کے شہسوار تھے، اور آپ کو قریشیوں کے درمیان ایک بلند مقام حاصل تھا۔

ابو طالب علیہ السلام ایک ماہ تاباں تھے آپ نے آفتاب درخشاں محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نورانی کرنیں حاصل کی تھیں۔ آپ نے صدائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرزمین بطحاء پر پوری طاقت جلالت سے بلند کیا، اور وہ صدائے حق تھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ابو طالب علیہ السلام کی حمایت نے آئین الٰہی کو مستحکم کر دیا۔ آپ کے دل نشین اشعار اور نصرت نے مکہ کی فضا پر چھائی ہوئی ظلمت وتاریکی کو روشنی میں تبدیل کر دیا۔

حضرت ابو طالب علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے چوں وچرا مرید تھے، کہ جس کے جسم میں صاحب رسالت کی محبت، میل ورغبت اور عشق جاری تھا، اور آپ کا ہر قدم رسالت کی حمایت میں اٹھتا تھا۔ آپ کا ہر سانس مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید ونصرت کے لئے تھا، آپ کا سینہ دھڑکتا تھا تو پیارے نبی کی تحریک اسلامی کے لئے، گویا کہ کوئی بھی گھڑی

ایسی نہ ہوتی کہ جس میں آپ نصرت رسول ﷺ نہ کرتے اور پھر کون نہیں جانتا کہ اسلام کے ابلاغ اور دفاع کے لئے ابوطالب علیہ السلام اور اولاد ابوطالب علیہ السلام نے ہر زمانہ میں کھل کر حمایت کی، اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کی حمایت نے اسلام کو چار چاند لگا دیئے، اور تحریک اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید کر دیا۔ جب رسول خدا ﷺ نے ابوطالب علیہ السلام کی وفات پر گریہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!:

"اے میرے چچا گرامی قدر! آپ نے بچپن میں میری تربیت کی، مجھے یتیمی کی حالت میں اپنی آغوش میں پالا اور بزرگی میں میری مدد کی۔ خداوند آپ کو اس کی اجزائے خیر دے"۔

یعقوبی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

"رحلت ابوطالب علیہ السلام نے رسول خدا ﷺ کو آزردہ ومحزون اور غمگین ورنجیدہ کر دیا، کہ جب آپ اپنے مربی چچا کی لاش پر آئے تو آپ نے اپنے چچا کی پیشانی کی دائیں جانب چار مرتبہ اپنا ہاتھ پھیرا اور تین مرتبہ بائیں جانب، پھر آپ نے اس پر نالہ وگریہ کیا اور آپ کے لئے دعائے خیر کی، حضرت ابوطالب علیہ السلام کی وفات حسرت آیات پر رسول خداؐ نے اس قدر گریہ کیا کہ آپ نے اس سال کا نام "عام الحزن" رکھا"

کیا پیغمبر اسلام ﷺ "والعیاذ باللہ" ایک کافر کی موت پر اس قدر گریہ ونالہ کرتے؟ کیا پیغمبر ﷺ کو ایک کافر کی موت اس قدر آزردہ کر گئی کہ آپ نے اس سال کا نام ہی غموں کا سال رکھ دیا......؟

کیا رسول خدا ﷺ کو عہدہ رسالت پر اس لئے مامور نہیں کیا گیا کہ آپ کفار کے ساتھ سختی سے برخورد کریں اور مومنین کے ساتھ عطوف و مہربانی کے ساتھ؟ آپ کو ایک کافر سے اس قدر مہر و محبت تھی کہ آپ نے اس سے تمام مومنین سے بھی زیادہ اظہار محبت کیا اور آپ کی وفات پر گریہ کیا؟

تاریخ کی درستگی لازم ہے اور اس قسم کے تضادات اور بیہودہ کلام کو تاریخ کے صفحات سے محو کردینا چاہیے، کیونکہ یہ تاریخ کے چہرے پر بدنما دھبے ہیں، اور یہ ان لوگوں کی پیروی واتباع ہے کہ جن کے جسموں میں وصی رسول اللہ ﷺ کی دشمنی حرکت کرتی ہے۔ حضرت ابوطالب علیہ السلام کی سے دشمنی فقط یہی ہے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے باپ ہیں اور یہی سبب ہے کہ تاریخ کے بے رحم مورخوں نے آپ کو تازیانہ الحاد ہے اور کفر و شرک سے ہانکا ہے۔ جب کہ تاریخ اسلام ابوطالب علیہ السلام کے اسلام پسند ہونے کی نعمتوں سے مالا مال ہے کہ آپ محمد ﷺ کے دست و بازو تھے۔

مودت آل رسول ﷺ کا ثبوت

استاد سے ہماری سب سے پہلے بحث ایمان ابوطالب علیہ السلام پر ہوئی، اور دوران درس چند روز اس پر بحث وتمحیث جاری رہی، لیکن وقت کی کمی کے باعث کسی روز بھی طولانی گفتگو نہ ہو سکی۔ چونکہ یہ بحث کئی روز اور کئی جلسوں پر مشتمل تھی، لہٰذا ہم کھل کر بحث نہ کر سکے، اس لئے مطالب ناقص و نا تمام ہیں، اور ہم کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ ایک روز استاد نے مجھے پیش کش کی کہ ہم اتوار اور بدھ کے روز پانچویں پیریڈ کے بعد تفریح کے وقت اساتذہ کے کمرہ میں بحث کریں گے۔ یہ پیریڈ تفریح اور کھانے کا تھا اور یہ پچاس منٹ پر مشتمل تھا۔ لہٰذا یہ طے ہوا کہ ہم اس فرصت سے استفادہ کرتے ہوئے اسی پیریڈ میں ہی بحث کیا کریں گے۔

میں نے اس پیش کش کو قبول کر لیا، لیکن میرے دل میں ایک کھٹکا سا لگا رہا کہ مجھے اپنے پڑھے لکھے (Qualified) استاد سے بحث نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ اس میدان میں مجھے کوئی مہارت تامہ حاصل نہ تھی، اس مقابلہ علمی کے لئے ہمت نہ پڑتی تھی، لیکن میں نے اپنے فریضہ اور تبلیغ کی خاطر اس پیش کش کو قبول کر لیا۔ میں سمجھتا تھا کہ اس مقام پر فکر اہل بیت علیہم السلام کا پرچار کرنا ضروری ہے۔ میں استدلال کے مختصر اسلحہ سے مسلح تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی خدا پر بھروسہ کر کے رسمی جلسوں کا آغاز ہو گیا۔

آیت ولایت کی تفسیر

ہماری پہلی رسمی گفتگو ۸، اکتوبر ۱۹۶۸ء بروز اتوار سٹاف روم میں شروع ہوئی استاد بحث کی ابتداء کرتے ہوئے مجھے کہنے لگے:

تمہارا عقیدہ ہے کہ ہمارے بزرگوں نے اپنی اپنی کتابوں میں تناقض سے کام لیا ہے۔ کیا آپ اپنی گفتگو وسخن کو روشن تر اور مستدل تر بیان کر سکتے ہیں؟ اور اسی ضمن میں اپنے مطالب ومفاہیم کو ہماری کتب (صحاح ستہ) سے بیان کریں جو ہمارے لئے مورد اطمینان ہیں۔

میں نے کہا! آپ کس موضوع پر بحث کرنے کے لئے تیار ہیں؟

کیا بہتر نہیں ہے کہ خلافت علی علیہ السلام پر گفتگو کی جائے، جو ہمارے اور تمہارے درمیان اصلی اختلاف ہے؟

اتفاقاً میرا بھی اس موضوع پر بحث کرنے کے لئے میلان ورجحان تھا۔

میں نے کہا: تمہارا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنا جانشین خود منتخب نہیں کیا، اور آپؐ بغیر کسی وصیت کے اس دنیا سے چلے گئے، جب کہ تمہاری تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں جگہ جگہ پر آنحضرتؐ کے سخن وصیت کو کتاب وسنت کے مطابق لایا گیا ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ تمہارے اموال میں وصیت تو نافذ وجاری ہو جائے، بلکہ اس کو واجب وضروری سمجھا جائے، لیکن جس وصیت کی پیغمبرؐ نے خود تصریح کی ہو اسے مسلمانوں کے حال پر چھوڑ دیا جائے؟ اور بانی شریعت مسلمانوں کے اہم ترین مورد پر وصیت نہ کرے، اور دنیا سے چلا جائے کیا اس سے ہرج ومرج لازم نہیں آتا؟ اور امت مسلمہ کو بزور بازو اور شمشیر

وطاقت کے استعمال سے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنے پر مجبور کیا جائے؟ بے گناہ مسلمانوں کا کس قدر خون بہہ گیا؟ اور آج تک اسلام کے دامن میں یہ فساد برپا ہے، اور یہ سقیفہ کی لگی ہوئی آگ بجھنے کو نہیں آتی؟

کیا یہ تناقض نہیں ہے؟

تم کس تناقض کی بات کرتے ہو کہ تمہارے مورخین نے اپنی اپنی تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں رسول ﷺ کی اس حدیث کو شہ سرخیوں سے نہیں لکھا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

انی ترکت فیکم الثقلین، کتاب الله وعترتی اہل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی ابداً۔

''میں تمہارے درمیاں دوگراں بہا چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عترت جو کہ اہل بیت علیہ السلام ہیں اگر تم نے ان دونوں سے تمسک رکھا تو پھر میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے''۔

اور دوسری جگہ پر بڑی ڈھٹائی سے لکھتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کتاب اللہ وسنتی

جدید کتابوں میں ''وعترتی'' کو نہیں لکھ رہے ہیں۔ یہ تاریخ کی کتابوں پر واضح ظلم ہو رہا ہے۔ پھر بھی آپ کہہ رہے ہیں کہ ہماری صحیح کتابوں میں تناقض کا وجود نہیں ہے؟

استاد! میری آپ سے خواہش ہے کہ جذبات میں آکر بحث نہ کریں، آپ جو

بھی بات کریں اس پر استدلال پیش کریں۔ یک طرفہ ٹریفک چلانے سے کامیابی نہیں ہوتی۔

میں نے کہا: آپ نے حق کہا ہے۔ میں جو بات بھی کروں گا اس پر آپ کی کتابوں سے استدلال کروں گا، اور میں آپ کے سامنے استدلال کے ساتھ ثابت کروں گا کہ علی علیہ السلام کی ولایت وجانشینی صددرصد ثابت ہے، اور لسان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر (جس کی زبان پر "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" کی مہریں لگی ہوئی ہیں) ایک بار نہیں بلکہ کئی بار جاری ہوا ہے۔ آپ کی صحاح اور مسانید جو آپ کی لئے موردِ اطمینان ہیں میں نقل ہوا ہے۔

استاد! تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ خلافت علی علیہ السلام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی قسم کی نص ہم تک نہیں پہنچی، اور ہم قرآن کی آیت کے مطابق خلافت کے قائل ہیں۔

"وماینطق عن الھویٰ، ان ھو الا وحی یوحی علمہ شدید القویو امرھم شوریٰ بینھم۔"

[سورہ قصص آیت ٥٦]

"آپ اپنی خواہشات سے کچھ نہیں فرماتے تھے، بلکہ آپ تو وہی کہتے تھے جو وحی کہتی تھی، آپ پر پروردگار کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی، اور آپ کو ایک فرشتہ کے ذریعہ تعلیم دی جاتی"۔

شوریٰ کے علاوہ خلافت وریاست کا تصور ممکن نہیں ہے اور حضرت ابوبکر کی خلافت پر بزرگ اصحاب کے امضاء اور تائید حاصل ہے۔

میں نے کہا: یعنی آپ کا عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور دوسرے اصحابِ شوریٰ کے معتقد تھے اور پیغمبر پر ان کا اعتقاد نہ تھا، اور ہم شیعوں کا عقیدہ ہے کہ

پیغمبر اسلام ﷺ مسلمہ رہبری اور اپنی جانشینی کے لئے لوگوں سے مشورہ نہ کرتے تھے، بلکہ آپ فقط نص کرتے تھے، آپ اپنی طرف سے بیان نہ کرتے تھے، بلکہ پروردگار کی طرف سے ان پر وحی نازل ہوتی تھی اور آپ اس کا اعلان کرتے تھے، کیا خدا کا یہ ارشاد نہیں ہے:

خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں صراحتاً ولایت علی علیہ السلام کو ہمارے لئے بیان کیا ہے، اور ولایت کو خدا، رسول ﷺ اور علی علیہ السلام میں منحصر کیا ہے۔

استاد! پھر تم جذباتی ہو رہے ہو، علی علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں کہاں ذکر ہوا ہے؟

میں نے کہا: استاد! نام کا ذکر کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ نے جن صفات کا ذکر کیا ہے وہ فقط علی علیہ السلام پر منطبق ہوتی ہیں۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو میں ان کا ذکر کروں؟

استاد! جی ہاں!

خداوند تعالیٰ سورہ مائدہ کی آیت ۵۵ میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ۔

"بے شک تمہارا ولی خدا اور اس کا رسول ﷺ ہے، اور وہ صاحبان ایمان کہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔"

[تفسیر قرطبی، ج ٤، ص ٢٩٤، تاریخ ابن کثیر ج ١، ص ٤٢٤ کی طرف رجوع کریں وضاحت ضروری ہے کہ کافی آیات جمع کی صورت میں نازل ہوئی ہیں، (بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

لیکن اس سے مراد ایک شخص ہے چند آیات کو نمونہ کے طور پر اشارہ ذکر

کرتے ہیں قارئین کرام ! ان آیات کی شان نزول کے لئے آپ خود جستجو کریں

الف آیت ۸سورہ ممتحنہ ''لا ینہا کم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم '' جو حضرت ابوبکر کی بیٹی اسماء کے متعلق نازل ہوئی ہے

ب سورہ نور ۳۳آیت آیت'' والذین یتغون الکتاب ''یہ آیت حویطب کے غلام صبیح کے متعلق نازل ہوئی ہے چنانچہ اس کا ذکر اسدالغابہ والاصابہ او رقرطبی میں ہوا ہے

۷ سورہ آل عمران کی ۱۵٤ آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ ''یقولون ہل الناس الامرمن شیی'' اس جملہ کا ایک فرد قائل تھا اور یہ رئیس منافقین عبداللہ بن ابی سلول تھا

ج آیہ ٦١از سورہ توبہ ومنہم الذین یوذون النبی '' منافقین میں سے کسی ایک شخص کے بارے نازل ہوئی ہے

سورہ نساء کی ۱۷٦آیت ''یستغتونك قل اللہ یفتیکم فی الکلا لۃ '' یہ جابر بن عبداللہ تھے کہ جس نے سوال کیا تھا، لیکن یہاں پر جمع کا صیغہ لایا گیا اسی طرح آیات نساء / ۱۰فاطر/ ۲۹، عمران / ۱۷۳،بقرہ / ۲۱۵،مجادلہ / ٦۲،توبہ / ۱۰۳، مائدہ/ ۵۲، بقرہ / ۲۷٤، اور منافقوں کی آیت ۸کی طرف رجوع کریں]

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ کلمہ ''انما'' حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی ولایت اسی آیت میں منحصر ہے کہ خداوند تعالیٰ، اس کا رسول ﷺ اور مومنین کا وہ گروہ جو نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے حالت رکوع میں سائل کو انگشتری صدقہ کے طور پر دی تھی۔

استاد! الذین آمنو! ...... یہ جمع کے طور پر آیا ہے۔ اس کو کس طرح ایک فرد پر اطلاق کیا جا سکتا ہے؟

قرآن مجید میں اس طرح کی مثالیں زیادہ پائی جاتی ہیں کہ آیت جمع کی صورت میں آتی ہے، لیکن شان نزول ایک فرد کے لئے ہے۔ مجھے ایک آیت یاد آئی ہے کہ جس کو نمونہ کے طور پر پیش کر رہا ہوں وہ آیت یہ ہے:

لقد سمع الله قول الذین قالوا ان الله فقیر و نحن اغنیا۔

"خداوند تعالیٰ نے ان لوگوں کی گفتگو کو سنا جو کہہ رہے تھے کہ خداوند فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔"

حسن بصری، عکرمہ اور دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ آیت حی ابن اخطب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اور یہ داستان کہ علی علیہ السلام نے حالت رکوع میں سائل کو انگشتری صدقہ کے طور پر دی اور یہ روایت حد تواتر تک پہنچی ہے، اور بڑے بڑے بزرگ صحابہ کرام ابوذر رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ، ابو رافع رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عمار رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے نقل کیا ہے اور تابعین نے اپنے استاد کے ساتھ ان صحابہ کرام سے نقل کیا ہے شیعہ اور سنی دونوں فرقوں کی کتابیں اس پر گواہ ہیں، اور تفاسیر کی کتابوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

استاد! تمہارے قول کے مطابق یہ خبر حد تواتر تک کس طرح پہنچی ہے جبکہ ہمیں اس کی خبر تک نہیں ہے ؟

معذرت کے ساتھ، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کافی مسائل سے آگاہی نہیں ہے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ بحث پر میں آپ کی کتابوں سے زیادہ مطالب پیش کروں گا کہ جو آپ کی کتابوں میں ذکر ہوئے ہیں، اور آپ کے علماء مورخین نے جان بوجھ کر آپ تک نہیں پہنچائے، تا کہ آپ کو معلوم نہ ہو سکے کہ رحلت، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روز سے لے کر آج تک وہ کون سی سازش تھی کہ جس کی وجہ سے مسائل کلیدی پر پردہ ڈالا گیا، اور جھوٹی روایات بنائی گئیں۔ کیا بحث کو ختم کرنے کے لئے یہ تہمت کافی نہیں ہے؟

استاد! اگر اس طرح نہ ہوا ہو تو کیا ہم تمہاری اطلاعات پر مطمئن ہو جائیں، لیکن میں حوصلہ سے کام لے رہا ہوں تا کہ حق آشکار و واضح ہو جائے، یا کم از کم پردہ پڑے

ہوئے مسائل پر تمہیں آگاہ کروں۔

اس پر میں نے اپنے جذبات واحساسات پر کنٹرول کیا۔ معذرت سے، معاف فرمانا، ہم کسی قسم کے پس پردہ مسائل نہیں رکھتے، ہمارے تمام عقائد روشن وآشکار ہیں۔ ہر زمانہ میں ہمارے علماء کرام اور بزرگان دین نے مختلف طریقوں سے عقائد شیعہ کو کتابوں کی صورت میں یا علمی مباحث کے ذریعہ لوگوں تک پہنچایا۔ آپ نے شاید یہ تہمت لگائی ہے کہ شیعیان حیدر کرارؑ نے اس میں رنگ آمیزی کی ہے۔

استاد! میرے ذہن میں بہت سارے مطالب اور سوال اٹھ رہے ہیں، جنہیں تم تقیہ کی بھینٹ چڑھا دیتے ہو۔ ان کو میں یہاں پر بحث کے لئے فی الحال پیش کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں، جب تک آپ اس مندرجہ بالا آیت کی وضاحت نہیں کر لیتے، میرے ذہن میں یہ سوال ابھر رہا ہے کہ آیت میں حکم ہو رہا ہے "کہ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں" اور تمہارا کہنا ہے کہ وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں کہ جنہوں نے رکوع کی حالت میں سائل کو انگشتری صدقہ میں دی ہے۔ جب کہ ظاہر آیت کی دلالت یہ ہے کہ زکوٰۃ سے مراد زکوٰۃ واجب ہے، نہ کہ صدقہ ہے اور ویسے بھی انگشتری کا دینا واجب زکوٰۃ پر اطلاق نہیں کرتا......؟

زکوٰۃ سے مراد کیا ہے؟

زکوٰۃ کا اطلاق واجب اور مستحب ہر دو پر ہوتا ہے، اگر بعض ''آیات زکوٰۃ'' کا معنی واجب زکوٰۃ پر اطلاق ہوتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ تمام آیات زکوٰۃ واجب پر ہی اطلاق کرتی ہیں، بلکہ واجب اور مستحب ہر دو پر ان کا اطلاق ہوتا ہے۔ اصل میں تو راہ خدا میں مطلق انفاق کرنے کا نام زکوٰۃ ہے۔

قرطبی اہل سنت کے بزرگ مفسرین میں سے ہیں ان کی تفسیر ''الجامع الاحکام القرآن'' معروف و مشہور ہے وہ لکھتے ہیں:

خداوند تعالیٰ کا قرآن میں یہ فرمانا کہ ''وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ'' اس آیت کی دلالت زکوٰۃ مستحب صدقہ کے معنی میں وارد ہوئی ہے، کیونکہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ علی علیہ السلام نے حالت رکوع میں اپنی انگشتری صدقہ کے طور پر سائل کو دی۔ اور اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے حکم ہو رہا ہے:

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ۔

[سورہ روم، آیت ۳۹]

''اسی طرح کی زکوٰۃ صدقہ پر دلالت کرتی ہے۔ جو واجب اور مستحب کو شامل ہے۔

[تفسیر الجامع قرطبی، ج ٦ ص ٢٢١]

علامہ طباطبائی جو کہ بزرگ شیعہ مفسر ہیں۔ اپنی تفسیر ''المیزان'' میں ان آیات کے متعلق لکھتے ہیں کہ جو زکوۃ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں آپ ان کی نسبت انبیاء کرامؑ کی طرف دیتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کو نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں:

واوصانی بالصلوٰۃ والزکاۃ مادمت حیا۔

[سورہ مریم، آیت ۳۱]

''مجھے نماز و زکوۃ کی سفارش کی گئی جب تک میں زندہ ہوں''

یہ اس زمانہ کی بات ہے کہ جب شرائع گزشتہ میں زکوۃ کے اصطلاحی معانی آج کی طرح بیان نہ ہوتے تھے۔ بہرکیف کلمہ ''صدقہ'' کا زکوۃ واجب اور مستحب ہر دو پر اطلاق ہوتا ہے۔ اس میں کسی قسم کا اشکال نہیں ہے۔

استاد! تم نے کہا ہے کہ بڑے بڑے معروف و مشہور اصحاب نے اس آیت کے شان نزول کو حضرت علی علیہ السلام کے متعلق نقل کیا ہے، لیکن آپ نے بیان نہیں کیا کہ وہ اہل سنت کی کون سی معتبر کتاب ہے جس میں انہوں نے اظہار کیا ہے، اور اپنے کلام میں اس کا تذکرہ کیا ہے... ؟

میں نے پہلے بھی من جملہ قرطبی کا قول نقل کیا ہے، اور مجھے یاد ہے کہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اہل سنت کے بزرگ مفسرین اور حافظوں نے ستر (۷۰) مقامات پر اس آیت کو حضرت علی علیہ السلام کے متعلق نقل کیا ہے۔ ان میں سے زمخشری نے اپنی کتاب کشاف میں، طبری نے اپنی تفسیر ابن کثیر میں، حسکانی، سیوطی اور دوسرے لوگوں نے اپنی اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔

[(تفسیر کشاف زمخشری، ج ۱ ص ۶۴۹،

تفسیر طبری ج ۶، ص ۱۶۵، تفسیر ابن کثیر ابن کثیر ابن کثیر، ج ص

۷۱،شواہد التنزیل حسکانی ج۱،ص ۱۶۱،درالنشورسیوطی ،ج۱،ص ۲۹۳،جواہر احسان ثعالبی ج ۱،ص ۴۷۱، ابن حجر ہیثمی صواعق محرقہ ص، ۴۱، آلوسی تفسیر روح المعانی ،ج ۲،ص۳۲۹،کنزل العمال، ج ٦ص ۳۱۹الحافظ البغوی، معالم التنزیل ج ۳،ص ۱۸۲،(حاشیہ تفسیر ابن کثیر) ۸]

ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ولایت (امور مسلمین) خدا، اُس کے رسول ﷺ اور اس مومن میں منحصر ہے جس نے حالت رکوع میں زکوٰۃ یا صدقہ دیا ہے اور س میں بزرگ علماء مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے اس آیت کی دلالت مستقیم بے چون و چرا علی ابن ابی طاب کی شانِ اقدس پر دلالت کرتی ہے۔

استاد! یہ اوصاف جو تو نے بیان کیے ہیں اور تیرے استدلال سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ تمام خلفاء اس منصب کے اہل ہی نہ تھے اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ امام فقط علی علیہ السلام ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے فرزند ''دوسرے گیارہ امام'' بھی اس آیت میں داخل نہیں ہیں، جب کہ تم شیعہ ان کی امامت وولایت کے قائل ہو۔

جناب! امامت علی علیہ السلام تو ثابت ومحرز ہوگئی، لیکن دوسرے آئمہ اطہار علیہم السلام کی امامت وولایت کے متعلق شیعوں کا عقیدہ ہے کہ علی علیہ السلام کی وصیت اور ہر امامؑ اپنے بعد آنے والے امامؑ کا نام لیتا تھا، اور اس کی لوگوں کو معرفی کراتا تھا۔ لہٰذا دوسرے آئمہ اطہار علیہم السلام کی امامت بھی بحکم نص قطعی ہے، اور جو اشکال اور اعتراض ہوت ہے وہ پہلے امامؑ اور جانشین پیغمبر ﷺ پر ہوتا ہے کہ جانشین رسول ﷺ کون تھا؟ ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن وسنت کی نص کے مطابق پہلا خلیفہ اور امام علی علیہ السلام ہیں۔ جس کا اقرار شیعہ وسنی ہر دو گروہ کے بزرگ علماء نے کیا ہے اور یہ حق

مسلمہ علی علیہ السلام کا تھا کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو یہ حق دیا تھا اور پیغمبر اسلام نے مختلف مقامات پر اس کی تاکید فرمائی تھی، شوریٰ اور سقیفہ کی کھلی دھاندلی کی ضرورت نہ تھی۔

اسی اثناء میں پیریڈ کی گھنٹی بجی، استاد سے رخصت ہوتے ہوئے یہ طے پایا کہ بدھ کے روز انشاءاللہ دوبارہ بحث ہوگی۔

دشمن اہل بیت علیہ السلام کی حیرت انگیز شکست

ہم دونوں بروقت اساتذہ کے کمرہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت کمرہ کی وضع بدل چکی تھی، ہماری استاد کے پہلو میں تین دیگر استاد بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے سے غیض وغضب ٹپک رہا تھا۔ کمرہ پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ پورے کمرہ کے ماحول میں وحشت وخوف طاری تھا۔ میں خدا پر توکل کرتے ہوئے اہل بیت علیہم السلام کی مدد کی امید لگا کر اطمینان سے کمرہ میں داخل ہو گیا۔

میرے استاد نے دوسرے اساتذہ کو میرا تعارف کروایا اور کہنے لگے:

میں نے ان کو بحث کے متعلق بتایا ہے اور ان کی خواہش ہے کہ یہ بھی گفتگو میں شرکت کریں اور بحث میں حصہ لیں۔ گذشتہ گفتگو اور بحث سے ہمارے جلسہ کی ابتداء ہوئی، گذشتہ مطالب کا خلاصہ پیش کیا جائے۔ میں نے تفاسیر اور مفسرین کے ناموں کی ایک لسٹ پیش کی کہ جن کا اس آیت کے متعلق نظریہ تھا کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی شان اقدس میں نازل ہوئی ہے۔ ہم اسی بحث کے درپے تھے کہ ناگہانی ایک استاد جس کی آنکھوں میں خشم ونفرت کی لہریں دوڑ رہی تھیں، اور اس کے چہرے پر غصہ کے جذبات ہویدا تھے بڑی ڈھٹائی اور سخت لہجے میں کہنے لگے کہ علامہ بزرگ ابن تیمیہ نے کسی طرح بھی اس آیت کی طرح تفسیر نہیں کی ہے اور وہ شیعوں کو خطاء پر سمجھتا تھا۔

میں نے کہا! واقعاً اگر اس کے دل وجان میں دشمنی اہل بیتؑ خون کی جگہ گردش نہ کر رہی ہوتی تو وہ اس قسم کا سوء قصد نہ کرتا۔ یقینی طور پر اس نے اس مورد پر اشتباہ کیا

ہے۔کیا یہ ممکن ہے کہ بلند پایہ محققین ومفسرین، عالی مقام علماء کرام اور تمام دانش مند ان اسلام کی کسی مطلب وموضوع پرایک نظر ہو؟

ان بزرگان اسلام کا اتفاق ہو؟ اور وہ ان تمام بزرگان کو غلطی پر تصور کرتا ہو، اور فقط ابن تیمیہ ہی صحیح تھا...... ؟ مجھے قبول ہے، جو بھی مجھ پر اعتراض کرے گا اس کو میں قرآن وسنت سے جواب دوں گا۔ آپ میں سے جس کی خواہش ہے وہ اپنے اعتراضات کو بیان کردیں۔ اگر میں جواب دینے سے عاجز آ گیا، اور میری قوت جواب دینے سے ماند پڑ گئی تو اس وقت آپ کو حق حاصل ہے کہ ہمارے درمیان ابن تیمیہ کے سخن کو لے آؤ، البتہ بغیر کسی مقدمہ وتمہید کے اس کی گفتگو اور سخن کو لے آنا قرین قیاس نہیں ہے، اور میری سمجھ میں اس کا کوئی مطلب نہیں آتا۔

میری اس جسارت وجراءت پر اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا، اس نے میرے استاد کی طرف رخ کر کے کہا:

مجھے تم پر تعجب ہو رہا ہے، کہ تم کس طرح ایک بچے کی گفتگو کو گوش کر رہے ہو؟ اور اپنے عقیدہ کو خود شیعوں کے ہاتھوں میں دے رہے ہو؟

تمہارے لئے میں مسئلہ آسان کر دیتا ہوں، شیعوں کا قرآن کے سلسلہ میں مخصوص عقیدہ ہے۔ ان کا مخصوص قرآن ہے، جس کو ''مصحف فاطمہ'' سے یاد کرتے ہیں۔ یہ خلفاء کو قبول نہیں کرتے' یہاں تک کہ ان کا رسول خدا ﷺ کے متعلق بھی نظریہ مختلف ہے۔ یہ معتقد ہیں کہ جبرائیل نے اشتباہ کیا ہے۔ والعیاذ باللہ وہ پیغمبر پر نازل ہوا جب کہ اسے علی علیہ السلام پر نازل کیا گیا تھا۔ یہ علی علیہ السلام کو مقام الوہیت سے بھی بلند تصور کرتے ہیں۔ اس نے تہمتیں لگانی شروع کر دیں، اور وہ مسلسل دروغ گوئی سے کام لے رہا تھا، اور شیعوں کی طرف جعلی نسبتیں دے رہا تھا۔

دو دوسرے افراد نے بھی اس کی تائید کی، اور انہوں نے بھی اس کی گفتگو کا تکرار کیا۔ مجھے اس ماحول سے کسی قسم کی وحشت محسوس نہ ہوئی' کیونکہ ان میں زبان درازی کے علاوہ کوئی قوت وطاقت نہ تھی کہ وہ میری گفتگو کا مدلل جواب دیتے۔ میں خوش تھا کہ انہوں نے منطق واستدلال کی زبان میں مجھ سے گفتگو نہیں کی، بلکہ انہوں نے جوش و جذبات سے کام لیا۔ اور لچھڑ قسم کی زبان استعمال کرنے لگے، میں اطمینانِ قلب سے ان کی لچھڑ گفتگو کو سنتا رہا، اور اس وقت کا منتظر تھا کہ کب ان پر حملہ کروں۔

میرا استاد میرے چہرہ کا مطالعہ (Face Reading) کر چکا تھا، وہ ان پر برس پڑا اور ان پر سخت ناراض ہوا، ان کی طرف رخ کر کے کہنے لگا: کیا تم نے مجھے نہیں کہا تھا کہ ہم کسی قسم کا دنگا وفساد برپا نہیں کریں گے۔ وگرنہ میں تمہیں اس علمی مباحثہ میں دعوت نہ دیتا۔ اب تم کیوں لڑائی جھگڑے پر اتر آئے ہو؟ انتظار کریں اور یہ بچہ مجھے بلحاظ ایک استاد کس طرح جواب دے گا؟ تم کیونکر اس کی توہین وتحقیر کر کے اس کو اس علمی مباحثہ سے بھگانا چاہتے ہو؟ یہ بحث اور گفتگو کا سلیقہ نہیں۔ تم نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ دوستانہ ماحول میں بحث ہوگی اور بحث دلائل وبراہین پر مبنی ہوگی، لیکن تم پر افسوس ہے کہ تم نے کوئی اچھا طریقہ سلیقہ اور شستہ انداز نہیں اپنایا، بلکہ اس پر حملہ آور ہو گئے ہو۔ کیا تم وقت سے استفادہ کیے بغیر ماحول کو اپنے کنٹرول میں لے سکتے ہو؟

میں نے کہا: استاد اِن کو بولنے دیجئے گا۔ میں ان کی گفتگو کے ایک حصہ کی تائید کرتا ہوں۔ ناگہانی طور پر میری گفتگو نے حاضرین کو متعجب اور حیران کر دیا، اور وہ میری گفتگو سننے کے منتظر ہو گئے۔

میں نے اپنی گفتگو کو شروع کرتے ہوئے کہا کہ حق تمہارے ساتھ ہے۔ ہمارا خدا تمہارے خدا کے علاوہ ہے! ہمارا پیغمبر تمہارے پیغمبر کے علاوہ ہے! ہمارا قرآن تمہارے

قرآن کے علاوہ ہے! ہمارا امام و خلیفہ تمہارے خلیفہ سے مختلف ہے!

وہ جھگڑالو معلم ''مجھے ان کا نام بھی یاد نہیں تھا'' میرے استاد کی طرف رخ کر کے کہنے لگا:

میں نے نہیں کہا تھا کہ ان کا دین اور ہے، یہاں تک کہ ان کا عقیدہ خدا کے متعلق ہمارے عقیدہ کے علاوہ ہے۔ اچھا ہوا کہ اس نے خود اس کا اعتراف کر لیا۔ البتہ یہ لوگ آسانی سے اپنے عقیدہ کو ظاہر نہیں کرتے، بلکہ تقیہ کرتے ہیں، لیکن اب اس نے تقیہ نہیں کیا۔

میں نے کہا: تقیہ وہاں کیا جا سکتا ہے جہاں پر جان کا خطرہ ہو، مجھے جان کا خطرہ نہیں ہے۔ ویسے تقیہ قرآن و سنت اور عقل و نقل کی نظر میں پسندیدہ فعل ہے۔ اس وقت اس موضوع پر بحث نہیں کی جا سکتی۔ اس کے مقام پر منطق و استدلال کی زبان میں ثابت کروں گا کہ تقیہ عقل و نقل اور قرآن کے لحاظ سے ایک اسلامی نظریہ ہے، لیکن اب ہم دوسرے موضوع پر بحث کریں گے۔

میرے استاد نے کہا: تم اصل موضوع سخن پر بحث کرو۔ تم خدا، قرآن اور پیغمبر کے متعلق کیا کہنا چاہتے ہو۔

خداوند تعالیٰ کے متعلق شیعیان حیدر کرارؑ کا عقیدہ

میں نے کہا ہمارا خدا وہی ہے کہ "لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ"لیس کمثله شی "اس کی مثل کوئی چیز بھی نہیں ہے"۔ خداوند تعالیٰ کا جسم نہیں ہے۔ ہماری آنکھیں اس کو دیکھنے سے قاصر ہیں۔ "لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارُ" ہمارا عقیدہ ہے کہ کوئی بھی انسان دنیا اور آخرت میں کسی طرح بھی خدا کی ذات بابرکات کو شکل وصورت میں مجسم نہیں دیکھ سکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ خداوند میں تیرا دیدار کرنا چاہتا ہوں۔ جواب آتا ہے کہ "لَنْ تَرَانِي"

"اے موسیٰؑ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا"۔

پھر موسیٰ پر وحی نازل ہوتی ہے:

ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانه، فسوف ترانی

"تم پہاڑ پر نگاہ کرو، پس اگر اپنے مکان ومقام پر قائم ودائم رہا تو پھر تو مجھے دیکھ لے گا"۔

نور الٰہی کی تجلی پہاڑ پر پڑی۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وحشت ناک صدا کی تاب نہ لاتے ہوئے زمین پر بے ہوش گر پڑے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ حقیقتِ خدا کسی پر آشکار نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ اسے علوم اولین

وآخرین پر دسترس حاصل ہو۔ خدا جغرافیائی سرحدوں میں جکڑا ہوا نہیں ہے۔ اس کی ابتداء وانتہا کا کسی کو علم نہیں ہے، اور نہ ہی ہوسکتا ہے۔ وہ اول بھی ہے اور آخر بھی، وہ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ جو خدا کی حدوں کو چھونا چاہتا ہے۔ وہ اپنے وھم وخیال کی سرحدوں میں سرگرداں پھرتا ہے۔ اس نے اپنے وہم کو درک کیا نہ کہ خداوند تعالیٰ کی ذات برکات کو۔

خداوند تعالیٰ کے بارے میں اہلِ سنت کا عقیدہ

تم اہلِ سنت برادران کا خدا کے بارے میں عقیدہ نصِ قرآن کے صریحاً خلاف ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے دیدار اور رؤیت کی بطور کلی نفی کی ہے، لیکن تم معتقد ہو کہ خدا روز قیامت مومنین کو اپنا دیدار کرائے گا، اور تم اس کے وجود پاک کی مختلف اور مخصوص علامات بیان کرتے ہو۔ [صحیح بخاری جلد۹ ص ۱۵۹]

تم خدا کو مجسم تصور کرتے ہو کہ وہ ایسا جسم رکھتا ہے جس سے وہ ہنستا بھی ہے اور چہاتا بھی ہے۔ [صحیح بخاری ج۹، ص ۱۵۸ و صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۵۵]

وہ دو ہاتھ اور دو پاؤں رکھتا ہے۔ [صحیح بخاری ج۹، ص ۱۴۳ ص ۲۰۲]

ہر شب آسمان سے دنیا کی طرف آتا ہے۔ [صحیح بخاری ج ۲، ص ۴۷]

روزِ قیامت خدا چاہے گا کہ جہنم کو پر کیا جائے۔ یہاں خالی جگہ دیکھے گا وہاں پر ناگہاں اپنا پاؤں داخل کر دے گا۔ فوراً جہنم پر ہو جائے گی' اور اس کے بعد اس میں کوئی اور بدن نہیں آئے گا۔ [صحیح بخاری ،ج۸، ص ۱۷۸]

تم ذات احدیت کی طرف اس قسم کی بیہودہ نسبت دیتے ہو اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا تم ذات الٰہی سے مذاق وٹھٹھا کرتے ہو کہ اس قسم کی جسارت کرتے ہو!

اگر غیر مسلم اس قسم کی بیہودہ ولایعنی اور مسخرہ کن گفتگو کو سن لیں، کیا وہ پیغمبرؐ اسلام اور خدا کی ذات برکات سے بیزاری کا کھلے بندوں اظہار نہ کریں گے؟ کیا وہ

اسلام کا مذاق نہ اڑائیں گے؟

تمہاری عجیب وغریب فکر ہے کہ تم خداوند تعالیٰ کو ایک جسم متحرک تصور کرتے ہو، اور اس عظیم ذات کو مادی اوصاف سے متصف کرتے ہو؟

تمہارا خدا کے بارے میں ایسا عقیدہ ہے تو پھر پیغمبرِ اسلام ﷺ اور دوسری عظیم ہستیوں کے بارے میں تو معاملہ صاف ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ میں نے تائید غیبی وایزدی سے محمدؐ وآل محمدؐ کے صدقہ میں بڑی جرأت اور دیدہ دلیری سے ان مطالب کو پیش کیا۔ بعد میں مجھے اپنی گفتگو پر خود تعجب ہوا، مجھے یقین تھا کہ اس طرح گفتگو بغیر امداد غیبی اور الٰہی کے نہیں ہوسکتی۔

اچانک ان میں ایک درشت لہجہ میں میری گفتگو کو قطع کر کے کہنے لگا کہ کیا تو ہمارے ساتھ مسخرہ کررہا ہے، اور اپنے نظریات وآراء کو ہمارے اوپر ٹھوس رہا ہے؟

میں نے بڑی معذرت سے کہا کہ میں نے آپ کے سامنے جو مطالب پیش کیے ہیں یہ سارے صحیح بخاری میں موجود ہیں کہ جس کو تم قرآن کے بعد سب سے بڑی اور سچی کتاب تسلیم کرتے ہو، کہ اس کتاب میں کسی قسم کا ابطال اور خطاء نہیں پائی جاتی اور اسناد کے طور پر اس کو پیش کرتے ہو، اور اس سے احکام حاصل کرتے ہو۔ تم اس بخاری کے مطالب کو صدر در صد صحیح کم وزیادتی کے بغیر تسلیم کرتے ہو، البتہ مجھے ابھی صفحات یاد نہیں ہیں۔ کل ان مطالب کو صفحات کے ہمراہ تمہاری خدمت میں پیش کردوں گا۔

ایک دوسرا کہنے لگا کہ تیری گفتگو کو ہم کیسے تسلیم کرلیں کہ یہ صحیح بخاری پر منطبق ہوتی ہے؟ شاید تو نے مطالب کو اچھی طرح یاد نہ کیا ہو، یا تو ہم پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔

میرا استاد کہنے لگا! آپ مطمئن رہیں یہ جو کچھ بھی کہے گا بڑی ذمہ داری سے کہے گا۔ اس کی گفتگو میں کسی قسم کا شک نہ ہوگا۔ یقینی طور پر یہ مطالب صحیح بخاری میں موجود ہوں گے۔ اس

نے ابھی تک ہمارے ساتھ جو بھی بحث کی ہے اس میں استدلال اور منطق چھلکتی ہے اور اس کی گفتگو صحیح ہوتی ہے۔ آج یہ ہم سے غلط بحث "جو خلاف توقع ہو" نہیں کرے گا۔

میں نے کہا: استاد! میں آپ کی اجازت سے دوسرے مطالب کو بیان کرنا چاہتا ہوں، تا کہ ہم اس وقت سے زیادہ زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

کہنے لگا: ضرور آپ بحث کو جاری رکھیں۔

میں نے کہا: میں خداوند تعالٰی کے متعلق فہرست وار گفتگو کروں گا کہ ان میں سے ایک مفصل وطولانی روایت بخاری میں نقل کی گئی ہے۔ جو میں نے توحید کے متعلق اہل سنت برادران کا نظریہ بخاری سے پیش کیا ہے۔ ان میں سے فقط ایک مورد نمونہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ ضمناً میں اپنے بزرگ دوستوں کو یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ جو بھی میں نے کہا اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ صحیح بخاری اور دوسری صحاح اہل سنت سے نقل کیا ہے۔

ابو سعید خدری پیغمبر اکرم ﷺ سے ایک مفصل روایت کے ضمن میں نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[صحیح بخاری، ج ٦ ص ٣٥٥ ج ٩. ص ١٥٩، کتاب التفسیر باب قوله فسبح بحمد ربك]

میں روزِ قیامت مختلف امتوں کے درمیان خداوند تعالٰی کا منتظر ہوں گا، کہ اچانک اللہ تعالٰی ظاہر ہو جائے گا اور کہے گا۔

"کہ میں تمہارا خدا ہوں"

پیغمبر کہیں گے کہ کیا تو ہی ہمارا پروردگار ہے؟

خداوند ان کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں ہی تمہارا پروردگار ہوں، ان کو کہے گا: کیا تم اس کی کوئی علامت ونشانی جانتے ہو کہ اس کو پہچان سکو؟ کہیں گے: جی ہاں! اس کا پاؤں!

پس فوراً خداوند تعالیٰ اپنے پاؤں کو دیکھائے گا اور پھر اسی وقت ہر مومن
آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے گا۔

کیا یہی خدا کا تصور {Concept} ہے کہ جو خود قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وما کان بشران یکلمه الله الا وحیا اومن وراء حجاب
"کسی انسان کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ اس سے ہم کلام ہو،
سوائے وحی یا پردہ وحجاب کے پیچھے"؟

خدا کی قسم اس طرح کی خدائی خدا کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ جس طرح جھوٹے راویوں نے اپنے تصورات اور اوہام کو خدا کی طرف نسبت دی ہے۔ اس میں کسی قسم کی حقیقت اور سچائی نہیں ہے۔

اسی صحیح بخاری میں ابو ہریرہ سے اس طرح کی روایت نقل کی گئی ہے کہ واقعاً خندہ آور اور مسخرہ پن پر مشتمل روایت ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اس قسم کی روایات کو صحیح بخاری میں کیوں لے کر آئے ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق عجیب روایت نقل کی ہے۔ نہ فقط آنحضرت کی توہین کی گئی ہے بلکہ یہ خداوند تعالیٰ کی بھی توہین ہے۔ ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ پیغمبرِ اسلام نے فرمایا:

"جب بنی اسرائیل حمام میں جاتے تھے، تو پہلے برہنہ ہو جاتے، اور ایک دوسرے کی شرمگاہ پر نگاہ کرتے! جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا حمام میں جاتے اور کسی کا انتظار نہ کرتے۔ ایک روز وہ آپس میں کہنے لگے، کہ حضرت موسیٰ یقینی طور پر ہمیں حمام میں آنے کی اجازت نہیں دیتے۔
بہر کیف ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام حمام میں جانے کے لئے آمادہ ہوئے اور انہوں نے اپنے کپڑوں کو ایک پتھر پر اتار کر رکھ دیا۔ (خداوند

تعالیٰ چاہتا تھا کہ بنی اسرائیل جان لیں کہ موسیٰ میں کسی قسم کا عیب ونقص نہیں ہے)۔

لہٰذا ناگہانی طور پر سنگ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لباس کو چوری کرلیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ناراض ہوگئے اور آپ نے سنگ کا پیچھا کیا اور کہنے لگے:

اے سنگ! میرے لباس کو واپس کردے!

میرے لباس کو واپس کردے!

لہٰذا یہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام عریاں ہوگئے اور بنی اسرائیل نے اس فرصت سے استفادہ کیا کہ موسیٰ میں کسی قسم کا عیب ونقص نہیں ہے!

بہرکیف موسیٰ علیہ السلام سنگ تک پہنچتے ہیں، اور اپنے لباس کو لے لیتے ہیں، اور اس کے بعد ناراحت ہوجاتے ہیں۔ اور سنگ بیچارے پر لاٹھیاں برسانی شروع کردیتے ہیں!

حضرت ابوہریرہ نے اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ خدا کی قسم حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چھ یا سات دفعہ سنگ کو لاٹھی ماری!

[صحیح بخاری ،کتاب الغل ،ج ۱ص ۱٦۹]

میں تمہاری اس داستان میں کسی قسم کا حاشیہ نہیں لگاؤں گا۔ آقایان محترم! کیا یہ واقعہ تمہاری اسی صحیح بخاری میں ہے کہ جس میں کسی قسم کا باطل اور جھوٹ ذکر نہیں ہوا۔ فیصلہ آپ کی کورٹ میں ہے؟

بہرحال، چونکہ دامن وقت میں زیادہ گنجائش نہیں ہے، اور میری خواہش ہے کہ دوسرے دو تین موضوعات پر بحث ہوجائے۔

بحث خدا کے متعلق تھی، میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت پیغمبر خدا کے متعلق بحث کی جائے کہ تمہارے پیغمبر اور ہمارے پیغمبر کے درمیان کون سا فرق ہے؟

پیغمبر کے بارے میں شیعیان حیدر کرارؑ کا عقیدہ

ہمارے پیغمبر حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ تمام کائنات سے افضل واعلیٰ ہیں، آپ کو خداوند تعالیٰ نے ایک کامل انسان پیدا کیا ہے۔

آپ ملک انبیاء کے رئیس اور پیامبران ورسولان اولین وآخرین کے پیشوا ہیں اور آپ ساری کائنات اور مخلوق کے مرجع وماوی ہیں۔

آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں آپ کے وجود اقدس کی وجہ سے ساری مخلوق کو خلق کیا گیا ہے، اوراس سلسلہ میں ارشاد ھوتا ہے کہ

لَولَاكَ لَمَا خَلَقتُ الاَفلَاكَ" وہ دامن خلوت وجلوت

"دَنَافَتَدلیٰ فَكَانَ قَابَ قَوسَین اَو اَدنیٰ"

رکھتے ہیں کہ اس مقام پر کوئی رسول نہ پہنچ سکا، اور نہ ہی کسی مَلَكِ مُقَرب کو اس مقام کو اس مقام قَابَ قَوسَین پر پہنچے کی توفیق ہو سکی۔

جبرائیل امین آپ کو اسی مقام ومنزلت سے "مقام دنو" تک لے جا کر آگے نہ جا سکنے کا عذر کرتا ہے۔ اس کا عذر بھی صحیح ہے کہ آگے جانے کی اس میں ہمت بھی کہاں ہے؟

وہ ایک عظیم ہستی ہے کہ خداوند اس کے نام کی قسمیں اٹھاتا ہے، اور اس کو "لعمرک" کہتا ہے۔ پروردگار عالم نے اپنے حبیب کا تعارف "رَحمَةً لِلّعَالَمِین" سے کرایا ہے۔ اور ذات الٰہی نے آپ کو "وَاِنَّكَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم" کی سند عطا کی ہے۔

وہ اس ہستی وکائنات کے لئے چراغ ہدایت ہیں جو کہ اچھے لوگوں کو بشارت

دیتے ہیں اور بُرے لوگوں کو انداز کرتے ہیں۔

خداوند تعالیٰ نے کھلے لفظوں میں آپ کو ان عہدوں کی طرف متوجہ کیا ہے۔

((یاایھاالنبی انارسلناك شاھَداو مبشرًا و نذیرا و داعیاً الی اللہ باذنہٖ و سراجاً منیرًا))

''اے میرے نبیؐ! میں نے تجھے لوگوں کے لئے گواہ، بشارت دینے والا، ڈرانے والا، خداوند تعالیٰ کے اس امر کی طرف دعوت دینے والا اور تابناک وروشن چراغ بنا کر بھیجا ہے''۔

ہم جتنا بھی پیچھے چلتے جائیں آپ کو پیغمبر ﷺ تسلیم کریں گے نہ آپ فقط روزِ خلقت آدم پیغمبر تھے، بلکہ آپ کو اول مخلوق ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ جس زمانہ میں حضرت آدم علیہ السلام آب و خاک میں تھے، کہ آپ کی خلقت کے لئے آمیزہ تیار کیا جا رہا تھا آپ اس وقت بھی نبی تھے۔ یہ میری گفتگو کسی افسانہ کا حصہ نہیں ہے، بلکہ خود رسولِ گرامی قدر کا ارشاد پاک ہے۔

كُنتُ نَبِيّاً وَآدَم بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْن

آپ تمام خطاؤں، گناہوں، چھوٹے بڑے اشتباہات، لغزشوں اور غلطیوں سے معصوم ہیں۔ اگر کسی نے آپ کی طرف ہذیان کا افتراء باندھا، یا آپ کو غلط کار سمجھا تو اس نے پھر اپنی بدبختی کا اظہار کرتے ہوئے حکم قرآن کی صریحاً مخالفت کی ہے کہ ارشاد توحید ہو رہا ہے:

وَمَا ينطِقُ عَنِ الهَوٰى اِنْ هُوَ اِلاَّ وَحىٌ يوُّحىٰ

''وہ تو وہی کہتا ہے جو وحی کہتی ہے''

اگر کائنات کے اس عظیم انسان کو لوگوں کی طرح جاننے لگیں کہ کبھی وہ اشتباہ کرتا

ہے اور کبھی اس کی طرف بھول جانے کی نسبت دی جائے تو اس سے بڑھ کر جناب ختمی مرتبت کی اور کون سی توہین ہوگی، ہم ایسے پیغمبر سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں جس کو مبعوث بہ رسالت کیا گیا ہو، اور وہ کلمہ اشتباہ کہے یا وہ ھذیان کہے؟

حضور سرور کائنات، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شانِ اقدس کے بارے میں گفتگو کرنا کوئی آسان نہیں ہے، اس کے سامنے تمام فرشتگان مقرب الٰہی سر تسلیم خم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور خالق کی عظیم مخلوق آپ کی عظمت پر فخر ومباہات کرتی ہوئی نظر آتی ہے، ہم اس عظیم ہادیٔ بشر کی جتنی بھی تعریف کریں وہ دریا کی نسبت ایک قطرہ ہے اور ہم اس کی حقیقت سے آگاہی رکھنے میں عاجز ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام اس مینارۂ نور کی معرفی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ان الله تبارك وتعالىٰ خلق نور محمد صلى الله عليه وآله قبل ان يخلق السمٰوات والارض والعرش والكرسي واللوح والقلم والجنة والنار، وقبل ان يخلق آدم ونوحا وابرٰهيم واسماعيل واسحاق ويعقوب وموسىٰ وعيسىٰ وداؤد وسليمان وقبل ان يخلق الانبياء كلهم

[ابحار الانوار ج ۱۵، ص ٤]

''خداوند تعالیٰ نے حضرت محمد کے نور کو آسمانوں، زمین، عرش، کرسی، لوح، قلم، بہشت، دوزخ، آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام اور تمام انبیاء کی خلقت سے پہلے خلق کیا''۔

پیغمبر کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ

اہل سنت پیغمبر عظیم و بزرگ کی معرفی و شناخت کراتے وقت آپؐ کو ایک معمولی عام سطح کا انسان پیش کرتے ہیں، اور تمہاری خواہش ہوتی ہے، کہ اسے چھوٹے سے چھوٹا کر کے پیش کیا جائے۔ تم آنحضرت ﷺ کی تحقیر و توہین کرتے ہو، اور اس پاک ہستی کی طرف دروغ، لہو ولعب، فراموشی اور ہذیان کی نسبت دیتے ہو، خدا کی قسم ہمارا رسول ایسا نہیں ہے۔ اس کی زبان اقدس پر تو "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" کی مہریں لگی ہوئی ہیں۔ ہمارے نزدیک تو ان کا وجود مقدس مخلوق الٰہی پر تا حشر برکت و رحمت ہے۔

حاضرین میں سے ایک شخص جو ابھی تک نہایت ہی آرام و سکون سے بیٹھا ہوا تھا شکایت و گلہ کے انداز میں کہنے لگا کہ ہم بھی حضور ﷺ سرور کائنات کی ان اوصاف حمیدہ کے قائل ہیں، اور تم نے جو لا یعنی پیغمبر اکرم ﷺ کی ذات کے بارے بحث میں کی ہم اس کے قائل نہیں ہیں، اگر تیرے لئے ممکن ہے تو پھر یہ بتا کہ یہ نظریہ فقرتم نے کہاں سے حاصل کیا؟ کون بد بخت ہے جو پیغمبر کی طرف العیاذ باللہ نادانی اور جاہلیت کی نسبت دیتا ہے؟

میں نے کہا: بڑا افسوس ہے کہ وقت کم ہے، البتہ بعض موارد و مقامات کی طرف اشارہ ضرور کروں گا۔ تمہارا پیغمبر وہ ہے کہ اسے کسی شخص نے حالت نماز میں ہاتھ دیا، اور اس نے چار رکعت کی جگہ دو رکعت نماز پڑھ دی۔ (بخاری ج ۱ صفحہ ۱۲۸)

آپ مسجد میں سو گئے اور بیدار ہو کر بغیر وضو کیے نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے

ہو گئے۔ [صحیح مسلم ج ۱، ص ۱۸۷]

آپؐ نے اس شخص کو فحش اور برا بھلا کہا اور لعنت کی جس نے گناہ کا ارتکاب نہ کیا تھا۔ [صحیح بخاری ج ۷، ص ۸۵]

آپؐ رمضان کے مہینہ میں مجنب ہو گئے اور آپ کی صبح کی نماز قضا ہو گئی۔

[بخاری کتاب الاذان، ج ۱، ص ۱۷۱]

آپ کو اس قدر بھول ہو جاتی تھی کہ آپ قرآن بھول جاتے تھے۔ ایک روز ایک شخص مسجد میں قرآن پڑھ رہا تھا کہ آپ نے سنا، تو آپ نے فرمایا کہ خدا اس پر رحمت کرے کہ اس نے مجھے بھولی ہوئی آیات یاد دلائی ہیں، میں نے تو فلاں فلاں سورہ کو حذف کر دیا تھا۔ [صحیح بخاری، ج ۳ص ۲۲۵]

تمہارا پیغمبر وہ ہے کہ جسے بیماری کی حالت میں ہذیان کہا گیا کہ جس کا حضرت عمرؓ نے اعتراف کیا ہے کہ:

"ان کو چھوڑ دیجئے ان پر بیماری کا غلبہ ہے اور یہ ہذیان کہہ رہے ہیں' اور کہنے لگے کہ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔"

[بخاری کتاب الجہاد و کتاب الوصیہ]

اس سے بڑھ کر تم پیغمبر کو شہوت پرست انسان سمجھتے ہو، کہ وہ فقط ہوا و ہوس اور [illegible] کے دلدادہ تھے۔ [بخاری، ج ۱ص ۷۱]

جب کہ آپ شرم محسوس نہ کرتے تھے اور اپنی زوجہ عائشہ کو لوگوں کے سامنے اشارہ کرتے تھے اور کہتے تھے میں اس کے ساتھ اور بعد میں غسل کرتے تھے۔

[صحیح مسلم ج ۱ص ۱۸۱]

خدا کی قسم ہم مسلمانوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کا کتنا مقام کم کیا ہے کہ ہم انہیں ایک عام انسان بھی نہیں سمجھتے ہیں چہ جائے کہ ہم اس کے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ

مقام کے قائل ہوتے۔

اچانک صدائے اعتراض بلند ہوئی کہ جناب تم کس طرح کی گفتگو کر رہے ہو؟ ہم کب ایسا عقیدہ رکھتے ہیں؟ تم پیغمبر کی توہین کرتے ہو......؟

میں نے کہا! حوصلہ اور آرام سے میں پیغمبر کی توہین نہیں کرتا۔ یہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ جناب عمر ہیں کہ جو پیغمبر کی طرف ہذیان کی نسبت دے رہا ہے، جناب یہ آپ کی صحیح بخاری اور صحیح مسلم تو ہے جس نے اس ماجرے کو بیان کیا ہے، اور پیغمبر اکرم ﷺ کی طرف اس نے اس قسم کی نسبت دی ہے۔ یا تم کہو کہ یہ تمہاری کتابیں نہیں ہیں، یا پھر تم تسلیم کرلو کہ اس نے ہمارے پیغمبر اکرم ﷺ کی طرف کس قسم کی عام زبان استعمال کی ہے اور اس نے اچھا عمل نہیں کیا ہے۔ [بخاری، ج ۸ ص ۹٦]

کیا یہی بخاری نہیں ہے کہ جس نے عائشہ سے نقل کیا ہے کہ:

ایک روز میں پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ چادر کے نیچے استراحت کر رہی تھی۔ اور میں اس مجمع سے خجالت محسوس کر رہی تھی کہ جو مسجد میں رقص و سرود میں مشغول تھا! پیغمبر نے مجھے اس قدر بغل میں بھینچا کہ میں تھکاوٹ محسوس کرنے لگے! [بخاری ٦، ص ۲۳۷]

اور یہاں تک نقل کیا گیا ہے کہ پیغمبر مجلس عروسی میں تشریف فرما تھے کہ رقاصاؤں نے مجرا کرنا شروع کیا، وہ ڈھولک کو بجا رہی تھیں، آپ ان کو بڑے شوق سے دیکھ رہے تھے اور آپ نظارہ کر رہے تھے ان میں ایک نے ان کو کہا تم دیکھ نہیں رہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں، اور تم گانے اور ناچنے میں مشغول ہو، کیا تمہیں شرم نہیں آتی۔ پیغمبر نے اس سے کہا:

اس طرح نہ کہو اشعار زیبا ہیں، ان کو کہنے دو! [صحیح بخاری [illegible]]

تم نے پیغمبر کو العیاذ باللہ ایک لاابالی انسان سمجھ رکھا ہے کہ [illegible]

ساتھ آرام فرما رہے تھے کہ آپ کا ران ننگا ہو گیا اسی حالت میں حضرت ابو بکر اور عمر آتے ہیں، پیغمبر اسی طرح سوئے رہے جب عثمان آئے تو آپ اٹھ بیٹھے اپنے لباس کو درست کیا اور اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے:

یہ وہ شخص ہے کہ جس سے ملائکہ خجالت محسوس کرتے ہیں اور مجھے بھی اس سے شرم کرنا چاہیے۔

اس قبیل کے اہانت آمیز اور جھوٹے الزامات سے تمہاری کتابیں بھری پڑی ہیں! کیا تم چاہتے ہو کہ ایسا پیغمبر لوگوں کو اسلام وقرآن کی طرف دعوت دے؟ کیا ہادی بشر کو خود ایسا ہونا چاہیے؟ کیا معلم اخلاق کو ایسا کرنا چاہیے؟ یہ تمہاری کس طرح کی فکر ہے؟ یہ تمہارا انداز کسی صورت میں بھی صحیح و جائز نہیں ہے کہ تم نے ایک کامل واکمل، ارفع واعلیٰ انسان کو زمین پر گرا دیا ہے؟

ابھی میری بحث جاری وساری تھی کہ کلاس کی گھنٹی بج گئی۔ جب کہ وہ لوگ مبہوت ہوئے بیٹھے تھے، اوران کے ہوش اڑ چکے تھے۔ ان میں ہمت نہ تھی کہ میرے سامنے کوئی گفتگو کریں۔ اوراس طرف خدا کی مدد بھی شامل حال تھی اوراس طرح خدا کے لطف وکرم سے ہماری گفتگو اس موضوع پر تمام ہوئی، ہماری مجلس برخاست ہوگئی۔ البتہ مجھے آج تک افسوس ہے کہ میں اپنے دل کے عقدہ کو اس سے زیادہ کھول نہ سکا۔

علی علیہ السلام کی ولایت پر نص پیغمبرؐ موجود ہے

قبل اس کے کہ آج ہمری گفتگو شروع ہوتی، استاد کلاس کی طرف آ رہے تھے کہ راستہ میں اس نے مجھے دیکھا اور میری طرف آگے بڑھ کر کہنے لگے کہ آج بروقت ہمارے کمرہ میں آ جانا، تا کہ ہم بحث کو جاری رکھ سکیں اور تم مطمئن رہو کہ دوسرے لوگ بھی اس دن کی طرح پیش نہیں آئیں گے۔

میں نے کہا: دوسرے لوگوں کا بحث میں حصہ لینا اور بحث میں شدت آنے سے مجھے کوئی ناراضگی نہیں ہے۔ میں تو خداوند تعالیٰ کے ہاں خواہش مند ہوں کہ اس بحث میں زیادہ سے زیادہ لوگ شرکت کریں تا کہ اچھے اور بہتر انداز میں تبادلہ خیال کیا جا سکے۔ اور اس بحث سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جا سکے۔ البتہ میں بے منطق اور فضول بحث سے بیزار ہوں۔ اگر وہ آقایان اور خصوصی طور پر فلاں آقا کہ جو زیادہ شور و صدا بلند کرتا ہے آج بحث میں حصہ لیں تو اس شرط پر کہ ہماری بحث و گفتگو اصولوں پر مبنی ہو۔ میں کسی دلیل اور منطق کے بغیر بحث کرنے کو پسند نہیں کرتا۔ میں اس روز تمام سوالوں کا جواب نہ دے سکا، مجھے اس کا بڑا افسوس ہے۔

استاد زیرِ لب مسکرا کر کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنی بحث پر مطمئن ہے۔ اور اس بحث و تحقیق کو اپنے لئے افتخار سمجھتا ہے۔ بہر کیف میں ان سے کہوں گا کہ وہ ہماری بحث میں شرکت نہ کریں۔

ہم کلاس میں داخل ہو گئے۔ درس شروع ہوا۔ اس درس اور دیگر تین درسوں

کے بعد ہماری بحث کا وقت شروع ہوگیا۔ میں بحث کے لئے سٹاف روم میں داخل ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ استاد کے ہاتھ میں تفسیر قرطبی ہے' وہ تفسیر آیت ''اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰه '' کا مطالعہ کرنے میں مشغول ہیں۔ میں ان کو اس حالت میں دیکھ کر خوش ہوا کہ وہ واقعاً حقیقت کی تلاش میں سرگرداں ہیں میں نے ان کی طرف رُخ کر کے کہا:

آپ لائبریری سے فقط اسی کتاب کو ہی پیدا کر سکے ہیں؟

کہنے لگے! نہیں، تفاسیر بہت زیادہ ہیں۔ میں فقط اس تفسیر کو ہمراہ لایا ہوں کہ یہ تفسیر معتبر ہے' اور اس کو اس لئے ساتھ لایا ہوں تا کہ اس میں آیت دیکھ سکوں۔

آپ نے سچ کہا تھا کہ اس آیت کی تفسیر میں تمام مفسرین نے یا کم از کم مشہور مفسرین نے باہم اتفاق سے کہا ہے کہ یہ آیت علی علیہ السلام کی شان اقدس میں نازل ہوئی ہے' لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ میں دینی معلم ہوں۔ مجھے یونیورسٹی میں ان مطالب و مفاہیم سے اگاہی ہونی چاہے تھی۔ لیکن میں اس سے بے خبر تھا' اور آپ کو یقین کرنا چاہیئے کہ نہ فقط میں بلکہ اہل سنت کے اکثر دانش ور اس تفسیر کو درست تسلیم نہیں کرتے؟

میں نے کہا! جناب، اس سوال کا آپ خود ہی جواب دیں کہ ان کے لئے کون سی مجبوری تھی کہ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت حقیقی آپ کے سامنے بیان نہ کی؟ کس طرح آپ ان نادرست اور جعلی روایات کو تسلیم کر لیتے ہیں جو عقل سے بھی میل نہیں کھاتیں؟ اور آپ چند مشہور اصحاب کی فضیلت جھوم جھوم کر سن لیتے ہیں۔ اور تفسیر بغیر کسی تحقیق اور پرکھنے کے تسلیم کر لیتے ہیں۔ جب کہ علی علیہ السلام کی فضیلت، علمیت کے بارے میں آپ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ان پر آپ بہت کم گفتگو کرتے ہیں' اگر کلام خدا قرآن مجید سے استدلال نہ بھی کریں اور فقط سنت پر ہی عمل کر لیں، تو آپ کی کتابیں ایسی روایات سے بھری پڑی ہیں کہ جو ثابت کرتی ہیں کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے علی علیہ السلام کو کئی مقامات پر اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ جب کہ قرآن کی آیات بھی علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اگر خدا نے چاہا تو ان کی طرف اشارہ کروں گا۔

کہنے لگے! اگر تم نے اپنی مرضی سے روایات کی تاویل کی تو پھر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ اگر تم نے اپنی پسند کی تاویل کی کہ جس طرح تمہارا دل چاہے تم ان کی ایک خاص انداز سے تاویل کرو گے، تو پھر کوئی اور اپنی مرضی سے ان کی تاویل کرے گا۔ تو پھر اسناد مدارک کی ارزش ختم ہو کر رہ جائے گی۔ لیکن اگر واقعاً ایسی روایات علی علیہ السلام کی خلافت وامامت بلافصل کے متعلق نہ فقط آپ کی کتابوں میں بلکہ ہماری (اہلسنت) کی معتبر کتابوں میں پائی جاتی ہیں.....تو ان کی طرف اشارہ کرنا اچھی بات ہے۔

میں نے کہا: اس موضوع پر بہت زیادہ روایات معتبر کتابوں میں پائی جاتی ہیں، چونکہ ہماری بحث آج ولایت کے موضوع پر ہے۔ اس لئے میں آج اہم موضوع پر ان روایات کی تیاری کر کے آیا ہوں۔ ان حوالوں کو لکھ کر لایا ہوں' جو ہم مل کر پڑھیں گے۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام خلیفہ و جانشین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں ابو ہریرہ سے روایت نقل کی ہے جو کہتا ہے:

> رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک سریہ میں بھیجا، جب ہم جنگ سے واپس پلٹ کر آئے ہم سے پوچھنے لگے کہ تمہارے دوست علی علیہ السلام کا تمہارے ساتھ رفتار وسلوک کیسا تھا؟
>
> فقط میں نے اس کی شکایت کی اور باقی کسی نے بھی شکایت نہ کی۔
>
> پس میں نے سر کو بلند کیا اور آنحضرتؐ کے چہرے پر نگاہ دوڑائی، تو میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ غیض وغضب سے سرخ ہو گیا تھا اور آپ نے فرمایا:

من کنت ولیه، فعلی ولیه۔

"کہ جس کا میں ولی ہوں، اس کا علی ولی ہے"۔

[مسند احمد حنبل ،ج۵،ص ۳۵۰،مستدرک حاکم ج۳،ص ۱۱۰،تاریخ دمشق ج۱، ص ۴۰۳،مجمع الزوائد ہیثمی، ج ۹ ۱۰۸، درالمنشور سیوطی ج ۵،ص ۱۸۲، حلیتہ الاولیا ج ۴،ص ۲۳، نسائی درخصائص الامام علیؑ ص ۱۵۳]

ترمذی نے اپنی صحیح میں عمران بن حصین سے اس طرح کی داستان نقل کی ہے۔اس نے طولانی داستان بیان کی ہے، آخر میں کہتا ہے:

فاقبل رسول الله، والغضب یعرف فی وجه فقال: ماتریدون من علی؟ ماتریدون من علی؟ ان علیا منی وانا منه، وهو ولی کل مومن بعدی۔

[صحیح ترمذی ،ج۵،ص ۶۳۲ حدیث ۳۷۱۲،مسند احمد، ج ۴، ص ۴۳۷ حلیتہ الاولیا،ج ۶،ص ۱۲۹۴ سدالغابہ،ج ۴،ص ۲۷،تاریخ ابن عسا ج۱، ص ۴۱۳]

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت غصہ کی حالت میں وارد ہوئے، کہ آپ کے چہرے سے غیض وغضب ٹپک رہا تھا، پھر فرمانے لگے: علی علیہ السلام سے تم کیا چاہتے ہو؟ علی علیہ السلام سے تم کیا چاہتے ہو؟ تم اچھی طرح جان لو کہ علی علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں علی علیہ السلام سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے"۔

حدیث غدیر خم

اس واقعہ کا خلاصہ بیان کر رہا ہوں:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے دسویں سال حج کی غرض سے خانہ خدا

تشریف لے گئے۔ اور اسی حج کو "حجۃ الوداع" سے یاد کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ آپ کا آخری حج تھا کہ جو آپ بجالائے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اس آخری حج میں پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ ۹۰ ہزار آدمی تھے اور بعض کے نزدیک ۱۲۰ ہزار افراد اور بعض لوگوں نے اس سے بھی زیادہ تعداد لکھی ہے۔ جب حضور سرور کائنات فریضہ حج کو بجالائے، تو آپ نے واپس مدینہ آنے کا عزم کیا، آپ جمعرات کے روز ۱۸ ذی الحجہ کو غدیر خم کے مقام پر پہنچے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں تمام حجاج کرام اس مقام سے جدا ہوتے تھے۔ یہ ایک چوراستہ تھا۔ اور اس مقام سے لوگ اپنے اپنے علاقوں کو چلے جاتے تھے۔ مدینے والے مدینہ چلے جاتے، مصر والے مصر کو روانہ ہوتے اور عراق والے عراق کے لئے عازم سفر ہوتے۔ تمام حجاج کرام یہاں پر اکٹھے آتے اور یہاں سے اپنے اپنے راستہ پر چل پڑتے۔

اسی مقام پر جبرائیل امین علیہ السلام پروردگار کی طرف سے پیغام لے کر پیغمبر اکرم ﷺ پر نازل ہوئے۔ اور آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

یاایھاالرسول بلغ ماانزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمك من الناس۔

[سورہ مائدہ: ٦٧]

"اے رسول ﷺ! جو آپ پر نازل کیا گیا اس کو لوگوں تک پہنچایئے۔ اگر آپ نے اس کام کو سرانجام نہ دیا، تو پھر آپ نے اپنی رسالت کو حد کمال تک نہ پہنچایا۔ لوگوں سے کسی قسم کا خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا"۔

پیغمبر اکرم ﷺ پر پروردگار کی طرف سے پیغام پہنچ چکا تھا کہ علی علیہ السلام کا تعارف بطور اپنا جانشین کرائیں۔ آپ کی نبوت ورسالت کے بعد ان کی اطاعت وپیروی

لوگوں پر بطور ولی واجب و لازم ہے۔

حضرت نے حکم دیا کہ جو لوگ غدیر خم سے آگے نکل چکے ہیں وہ واپس آ جائیں اور چل چلاتی ہوئی دھوپ میں پیغمبر کی اقتداء میں نماز ظہر ادا کریں۔ پھر اس کے بعد آپ نے بلند آواز میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! خداوند نے مجھے خبر دی ہے کہ جب کسی پیغمبر کی عمر پہلے پیغمبر کی نصف عمر کے برابر ہو جائے تو وہ اسے اپنی طرف بلا لیتا ہے، مجھے بھی خداوند تعالیٰ کی طرف جلدی بلا لیا جائے گا اور مجھے لبیک کہنا ہوگا۔ اگر مجھ پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تو پھر تم سب پر بھی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ پس تم کیا کہو گے؟''

کہنے لگے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اپنی رسالت کو ہم تک پہنچایا، آپ لوگوں کے خیر خواہ تھے۔ آپ نے ساری عمر جہاد و دفاع میں گزاری، خداوند تعالیٰ آپ کو اس عظیم محنت شاقہ کا صلہ دے۔

آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد ارشاد فرمایا:

''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ سبحانہ، کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے، اور محمد ﷺ اس کے بندہ اور رسول ﷺ ہیں۔ بہشت و جہنم اور موت حق ہے، اور روز قیامت یقینی ہے، اور اس روز خداوند تعالیٰ تمام لوگوں کو قبروں سے دوبارہ زندہ اٹھائے گا؟

کہنے لگے: جی ہاں! ہم گواہی دیتے ہیں۔ فرمانے لگے خدایا گواہ رہنا۔''

پھر فرمانے لگے:

''اے لوگو! کیا میری آواز سن رہے ہو؟''

کہنے لگے: ''جی ہاں!''

آپؐ نے فرمایا، تاوقت کہ میری ثقلین کے ساتھ حوض کوثر پر ملاقات ہو، اور تم مجھے وہاں پر ملو، میں دیکھتا ہوں کہ تم میری ثقلین کے ساتھ کس طرح سلوک کرتے ہو؟ ایک فرد دور سے صدا بلند کر کے عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ! ثقلین سے آپ کی کیا مراد ہے؟

آپ نے ارشا فرمایا:

الثقل الاکبر کتاب الله، طرف بید الله عزوجل وطرف بائدیکم، فتمسکوا به لا تضلوا، والاخر الاصغر عترتی وان اللطیف الخبیر نبانی انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فلا تقدموهما فتهلکوا ولا تقصروا عنهما فتهلکو۔

"وہ ثقل بزرگ وسنگین کتابِ خدا ہے کہ اس کی ایک طرف خدائے لم یزل کے ہاتھ میں ہے اور دوسری طرف تمہارے ہاتھ میں ہے، پس تمہیں اس سے تمسک رکھنا چاہیے تا کہ تم گمراہ نہ ہونے پاؤ۔ اور دوسری ثقل اصغر میری اہل بیتؑ وعترت ہے۔ پس لطیف وخبیر ذات نے مجھی خبر دی ہے کہ یہ دونوں "قرآن واہل بیتؑ" کبھی بھی آپس میں جدا نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھے آن ملیں گے، پس تم ان سے آگے نہ بڑھنا، وگرنہ ہلاک ہو جاؤ گے، اور نہ ہی ان سے دور رہنا وگرنہ پھر بھی ہلاک ہو جاؤ گے۔"

آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑا۔ آپ نے ہاتھ کو اتنا بلند کیا کہ دونوں محترم افراد (رسول ﷺ و علی علیہ السلام) کی بغلوں کی

سفیدی نظر آنے لگی تمام لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں میں ہاتھ دیتے ہوئے دیکھا، اور انہوں نے آنکھیں کھول کھول کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی علیہ السلام کو دیکھا۔

پس آپؐ نے الٰہی پیغام کا اعلان اس طرح کرنا شروع کیا:

اے لوگو! علی علیہ السلام کے ساتھ مومنین میں سے کس کی نسبت سزاوار تر ہے؟ لوگ کہنے لگے: خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا:

> ''خداوند میرا مولا ہے، اور میں مومنین کا مولا و سردار ہوں۔ اور میں ان مومنین سے زیادہ بہتر و سزاوار ہوں۔'' پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی علیہ السلام مولا و سردار ہے''۔

آپ نے اس جملہ کی تین مرتبہ تکرار کی۔ امام احمد بن حنبل نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جملہ کو چار دفعہ دہرایا''

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

> ''خدا تو اس کو دوست رکھ، جو علی علیہ السلام کو دوست رکھے اور تو اس سے دشمنی رکھ، جو علی علیہ السلام سے دشمنی رکھے اور تو اس کی مدد کر جو اس کی مدد کرے اور جو علی علیہ السلام سے ہاتھ کھینچ لے تو اس کو ذلیل و رسوا کر، حق والوں کو حق کی طرف پھیر دے! جو لوگ اس جلسہ میں حاضر ہیں وہ دوسرے لوگوں کو اس کی کاروائی کی خبر دیں جو اس میں شریک نہیں ہیں۔''

ابھی لوگ منتشر نہ ہوئے تھے کہ دوبارہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور اس آیت کو آپ تک پہنچایا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی

وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً

[سورہ مائدہ آیت ۳]

''آج ہم نے تمہارے لئے دین کو کامل کردیا ہے اور تم پر اتمام نعمت کردی ہے اور اسلام کو رہتی دنیا تک ایک آئین کامل بنادیا ہے''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' اللہ اکبر کہ میری رسالت اور علی علیہ السلام کی ولایت کے ابلاغ پر اکمال دین اور تمام نعمت اور خوشنودئی پروردگار حاصل ہوگئی ہے۔

اس کے بعد لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا کہ جو گروہ در گروہ حضرت علی علیہ السلام کی طرف آرہے تھے، کہ جو آپ کو اس منصب ولایت وخلافت پر مبارک باد پیش کررہے تھے، اور ان کے آگے آگے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تھے، جنہوں نے کہا اے ابوطالبؑ کے لعل! تجھے مبارک ہو کہ تو آج سے ہمارا بھی مولا بن گیا اور تمام مومنین اور مومنات کا مولا بن گیا۔''

معروف شاعر حسان بن ثابتؓ نے پیغمبرؐ سے اجازت طلب کی کہ وہ اس خوشی کے مقام پر قصیدہ پڑھنا چاہتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی اور آپؐ نے فرمایا:

اے حسان! چونکہ تیرے اشعار ہماری حمایت میں تیری زبان پر جاری ہوں گے لہٰذا یہ تائید روح القدس ہوں گے۔

حسان نے مشہور قصیدہ جھوم جھوم کر پڑھا۔

ینادیھم یوم الغدیر نبیھم

بخم فاسمع بالرسول منادیا

فقال فمن مولاکم ونبیکم
فقالوا ولم یبدوا هناك التعامیا
الهك مولانا وانت نبینا
ولم تلق منا فی الولایة عاصیاً
فقال له قم یا علی فاننی
رضیتك من بعدی اماماً وهادیاً
فمن کنت مولاہ فهذا ولیه
فکونوا له اتباع صدق موالیا
هناك دعا: اللهم وال ولیه
وکن للذی عادی علیاً معادیاً

پس غدیر کے روز، ان کے پیغمبر ﷺ نے انہیں نداوی کہ تم اپنے پیغمبر ﷺ کی ندا کو دل وجان سے سنو۔ آپ نے کہا، تمہارا نبی وپیغمبر اور مولا کون ہے؟ لوگوں نے اسے تجاہل عارفانہ سمجھ کر جواب دیا آپ کا پروردگار ہمارا مولا ہے اور آپؐ ہمارے پیغمبرؐ ہیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ مسئلہ ولایت وامامت سے ہم میں کوئی نافرمانی نہ کرے گا۔

پھر آپؐ نے علی علیہ السلام سے کہا کہ یا علی علیہ السلام اٹھو، پس تم میرے بعد لوگوں کے ہادی ورہنما اور امام علیہ السلام ہو۔

پس جس کا میں مولا ہوں، اس کا علی علیہ السلام مولا ہے، اے لوگو! تم علی علیہ السلام کی صحیح طریقے سے پیروی واتباع کرنا، اور اس کی ولایت کو قبول کرنا۔

پھر آنحضرت ﷺ نے ایک دعا کی اور آپؐ نے فرمایا: ''اے خدایا

تو اس سے دوستی رکھ جو علی علیہ السلام سے دوستی رکھے! اور تو اس سے دشمنی وعداوت رکھ، جو علی علیہ السلام سے عداوت رکھے۔''

[قارئین کرام؛ داستان غدیر خم کو تمام اہل سنت کی متعبر کتابوں میں نقل کیا گیاہے]

یہ داستان غدیر کا مختصر خلاصہ ہے کہ روز غدیر حضرت علی علیہ السلام کی شان میں دو آیات نازل ہوئیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس شان وشوکت اور اہتمام سے امیر المومنینؑ کا تعارف کروایا ہے؟ آپ توجہ کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''حجتہ الوداع'' کے موقع پر ایک اہم جگہ کا انتخاب کیا اور آپ نے وہاں پر اپنے اصحاب اور حاجیوں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ کڑکتی دھوپ میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کیا۔ گرمی کی حدت اس قدر زیادہ تھی کہ حاجیوں کے لئے گرمی وبال جان بنی ہوئی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان پر آگے والے لوگ پیچھے آ گئے۔

آپ کا اپنے اصحاب اور رشتہ داروں سے علی علیہ السلام کی ولایت وامامت اور اپنے جانشین ووصی ہونے کی گواہی لینا مقصود تھی، آپؐ نے فقط گواہی پر ہی اکتفاء نہ کیا، بلکہ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ تم علی علیہ السلام کو اس عہدۂ جلیلہ پر متمکن ہونے پر مبارک باد دو۔

لوگوں نے گروہ درگروہ حضرت علی علیہ السلام کو عہدۂ جلیلہ (امامت) پر متمکن ہونے پر ہدیہ تبریک پیش کیا۔ اور آپ نے دیکھا کہ ہدیہ تبریک پیش کرنے میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر آگے آگے تھے۔

استاد: یہ روایت اس قدر طولانی ہے یقیناً یہ شیعہ کتابوں میں ذکر ہوئی ہوگی؟

اگر میں اس روایت کو شیعہ کتابوں سے نقل کروں، تو آپ کے لئے اس کی کوئی

اہمیت نہ ہوگی، بلکہ لطف کی بات یہ ہے کہ اس روایت غدیر کو "١١٠" اصحاب اور ٨٤ تابعیوں نے نقل کیا ہے اور "٣٦٠" افراد آئمہ حدیث وتفسیر نے اپنی اپنی کتابوں میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ استاد نے بڑے تعجب اور حیرانی سے ان کتابوں کے ڈھیر پر ہاتھ مار کر کہا:

یہ کیسے ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں مسائل اخلاق تو بیان کیے ہیں، لیکن اس موضوع کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا ہے؟ مجھے نہیں معلوم کہ تم صحیح کہہ رہے ہو یا میں؟ لیکن تم نے یہ صحیح کہا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے حضرت علیؑ کو تبریک وتہنیت پیش کی ہے۔ اگر تیرے لئے ممکن ہے تو اس روایت کے مصادر کو نقل کر؟

مصادر روایت مندرجہ ذیل ہیں:

١. احمد بن حنبل اپنی مسند میں، ج ٤ اور ص ٢٨١ پر۔
٢. شہرستانی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ملل ونحل میں۔
٣. مناقب خوارزمی، ص ٩٤ پر۔
٤. تفسیر کبیر فخر رازی ج ٣، ص ٦٣٦۔
٥. ابن اثیر نے اپنی کتاب النھایہ کی ج ٤ ص ٢٤٦ پر۔
٦. تفسیر طبری میں ابن جریر طبری ج ٣، ص ٤٢٨ پر۔
٧. خطیب بغدادی ابوہریرہ سے نقل کرتے ہوئے ص ٢٣٢ پر۔
٨. غزالی اپنی کتاب سر العالمین کے، ص ٩ پر۔
٩. گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب کے ص ١٦ پر۔
١٠. ابن الجوزی اپنے تذکرہ میں، ص ١٨ پر۔

[مرحوم آیت اللہ خمینی قدس سرہ نے اپنی کتاب ارزشمند ''الغدیر'' میں ۱۶۰ اسناد اور اختلاف الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے اہل سنت کے بڑے بڑے بزرگ مفسرین اور حفاظ نے واقعہ غدیر میں ''شیخین'' کی تبریک کی گواہی دی ہے]

البتہ آپؑ نے جو اخلاقی مطالب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ ''خطبہ حجتہ الودع'' تھا نہ کہ ''غدیرِ خم'' بلکہ آپ نے روزِ عرفہ وہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ البتہ آپؑ کے اس خطبہ میں کوئی نئی سفارشات نہ تھیں، بلکہ آپ کی وہ وصایا تھیں کہ جنہیں رسول خدا ﷺ نے مختلف موقعوں اور مناسبات پر ارشاد فرمایا تھا، لیکن روزِ عرفہ آپؑ نے ان کی تاکید فرمائی تھی۔

استاد! تم نے جو ''داستان غدیر'' کو نقل کیا ہے کیا اس کے تمام مصادر سنی تھے یا دوسرے مصادر بھی نقل کیے گئے ہیں؟

میرا ہدف فقط داستان غدیر کو نقل کرنا تھا۔ البتہ حدیث اور تفسیر کی مختلف کتابوں میں گوناگوں راویوں سے اس داستان کو نقل کیا گیا ہے، لیکن بعض نے پوری تفصیل ''Detail'' کے ساتھ اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اور بعض نے فقط ولایت علی علیہ السلام کے اعلان کو بیان کیا ہے۔ بہر کیف اہل سنت کی تمام معتبر کتابوں میں تمام مطالب نقل ہوئے ہیں۔ اور واقعہ غدیر حدِ تواتر تک پہنچا ہے۔ یہاں پر فقط تین مورد کی طرف اشارہ کروں گا۔

(۱) امام نسائی اپنی کتاب خصائص میں زید بن ارقم سے اس طرح رقم طراز ہیں:

''جب رسول خدا حجتہ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف لوٹ رہے تھے، کہ سرِ رہ غدیرِ خم کے مقام پر آپؑ نے حکم جاری کیا کہ تمام لوگ درختوں کے نیچے اکٹھے ہو جائیں۔

پھر ان کے درمیان یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

میں عنقریب خدا کی دعوت کو لبیک کہوں گا، اور میں تمہارے درمیان دو ثقلین کو

چھوڑے جا رہا ہوں، جو ایک دوسری سے بزرگ ہے۔ ایک کتاب خدا (قرآن) اور دوسری میری عترت (اہل بیتؑ) ہے۔ پس میں دیکھتا ہوں کہ تم کس طرح ان دو سے سلوک کرتے ہو؟ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ یہ حوض کوثر پر مجھے آن ملیں گے۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

''کہ خداوند میرا مولا ہے اور میں ہر مومن کا مولا ہوں۔ پھر آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں پکڑا اور فرمایا: جس جس کا میں مولا ہوں، اس اس کا علی مولا علیہ السلام ہے۔ خداوند! تو اس سے دوستی رکھ جو علی علیہ السلام کو دوست رکھتا ہے۔ اور تو اس سے دشمنی رکھ، جو علی علیہ السلام سے دشمنی رکھتا ہے''۔

ابوالطفیل کا کہنا ہے کہ میں نے زید سے کہا! کیا تو نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو خود اپنے کانوں سے سنا ہے؟ کہنے لگا جی ہاں! میں نے سنا ہے بلکہ تمام ان انسانوں نے سنا ہے کہ جو درختوں کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو سننے کے لئے جمع تھے۔ انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے پیغمبر کو اعلان ولایت (علی علیہ السلام) کرتے ہوئے دیکھا۔

[خصائص نسائی ص ۱۵۰]

امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں زید بن ارقم سے اس طرح نقل کرتے ہیں:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یونہی ''درہ خم'' کے پاس آئے۔ آپ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا، اور آپ نے نماز ظہر کی امامت فرمائی، پھر آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت ایک چادر درخت پر آویزاں کر دی گئی کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر سایہ فگن تھی، تا کہ تمازت آفتاب آپؐ کے چہرہ مبارک کو زیادہ نقصان نہ پہنچائے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے ہو؟ کیا تم گواہی نہیں دو گے کہ میں ہر مومن کی نسبت اس کے رشتہ

داروں سے زیادہ لائق اور اولیٰ ہوں؟ سب نے آپ کے سوال پر مل کر کہا، جی ہاں!

آپؐ نے فرمایا: کہ جس کا میں مولا وسردار ہوں علی علیہ السلام اس کے مولا ہیں، بارالہا! تو اس کو دوست رکھ جو علی علیہ السلام کو دوست رکھے اور تو اس سے دشمنی رکھ، جو علی علیہ السلام سے دشمنی رکھتا ہے۔

[مسند احمد بن حنبل ج ٤، ص ٣٦٢]

طبرانی اپنی معجم الکبیر میں زید بن ارقم اور حذیفہ غفاری سے نقل کرتا ہے کہ پیغمبر نے غدیرِ خم کے روز درختوں کے نیچے اس طرح خطبہ ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! میں تم میں سے جلدی خداوند تعالیٰ کی طرف جانے والا ہوں۔ مجھ پر اور تم پر ایک مسئولیت وذمہ داری ہے تم اس سلسلہ میں کیا کہتے ہو؟

لوگوں نے جواب دیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نے اپنے پروردگار کا پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے۔ آپؐ نے جہاد کی راہ اختیار کی اور ہمیں آپؐ نے راہ ہدایت دکھائی، خدا آپ کو جزائے خیر دے۔"

پھر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم گواہی دیتے ہو کہ خدا ایک ہے اور محمد اس کا بندہ اور رسول ﷺ ہے، بہشت حق ہے۔ جہنم حق ہے، موت حق ہے۔ اور موت کے بعد دوبارہ اٹھنا حق ہے۔ اور قیامت یقیناً آئے گی۔ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے کہ پروردگار عالم روز قیامت تمام لوگوں کو دوبارہ قبروں سے زندہ کرے گا؟

اے لوگو! خداوند تعالیٰ میرا مولا ہے، اور میں مومنین کا مولا ہوں اور میں ان کی جانوں پر زیادہ سزاوار ہوں۔ پس جس کا میں مولا ہوں، اس کا یہ علی علیہ السلام مولا ہے۔ بارالہا! تو اس کو دوست رکھ جو علی علیہ السلام کی ولایت کا

قائل ہو اور تو اس سے دشمنی رکھ جو علی علیہ السلام کا دشمن ہے، اور تم مجھے حوض کوثر پر ملو گے۔

اے لوگو! میں تم سے جدا ہونے والا ہوں، اور وہ حوض میری دیدگاہ کی وسعت سے لے کر یمن تک وسیع ہوگا۔ جب تم مجھ تک پہنچ پاؤ گے، میں تو تم سے دو گراں بہا اور سنگین چیزوں کے متعلق سوال کروں گا۔ اور میں تم سے پوچھوں گا کہ میرے بعد ان دو (قرآن اور اہل بیت علیہ السلام) سے تم نے کیسا سلوک روا رکھا؟ ان دو میں سے ایک ثقل اکبر ہے وہ کتاب خدا ہے کہ جس کی ایک طرف خداوند تعالیٰ سے ملی ہوئی ہے اور دوسری طرف تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ پس تم اسی سے تمسک رکھنا، تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ، اور تمہارا دین کجروی اختیار نہ کر جائے۔

البتہ ثقل دوم میری عترت واہل بیت علیہ السلام ہے۔ خداوند تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ہرگز ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ یہ حوض کوثر پر مجھے آن ملیں گے۔

استاد! میرے ذہن میں ابھی ایک سوال پیدا ہوا ہے، کہ حضرت علی علیہ السلام جانتے تھے کہ حق آپ کے ساتھ ہے، اور آپ کے کہنے کے مطابق کہ خلافت کے حق دار ووٹوں یا شوریٰ سے نہیں بنتے، بلکہ یہ ایک عہدہ جلیلہ ہے کہ جس کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مقامات پر بحکم الٰہی اعلان کیا تھا، اور آپ نے مختلف موقعوں پر اس کی طرف اشارہ کیا تھا کہ میرا جانشین علی علیہ السلام ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام نے حضرت کی بیعت کیوں کی؟ اور اپنے حق سے دست بردار کیوں ہوئے؟ جب کہ وہ اس پر زیادہ حق رکھتے تھے؟ آپؑ کی شجاعت و بہادری خاص وعام کی زبان پر تھی۔ آپؑ کو کسی کا خوف اور ڈر نہ تھا۔ پس آپؑ نے کیوں اپنے حق کا دفاع نہ کیا؟

اسی وقت پیریڈ کی گھنٹی بج گئی اور اس کا جواب دوسری بحث پر موقوف ہو گیا۔

حضرت علیؑ نے اپنے حق کا دفاع کیوں نہ کیا؟

اس روز ہماری بحث ختم ہوئی تو میں گھر چلا گیا اور اس کا سوال میرے ذہن میں گھومنے لگا کہ اس نے صحیح کہا کہ "علی علیہ السلام نے اپنے حق کا دفاع کیوں نہ کیا؟ آپؑ نے ان کی مخالفت کیوں نہ کی۔ آپؑ نے ذوالفقار حیدری سے ان سے کھلی جنگ کیوں نہ کی؟ آخر آپ اشجاع شجاعان تھے۔

اور آپؑ کا خود کہنا ہے کہ:

"اگر عرب کے لوگ میرے ساتھ جنگ کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ تو میں اس وقت تک میدان جنگ سے حرکت نہ کروں گا، یہاں تک کہ تمام پرکاری ضرب نہ لگالوں۔"

سب سے پہلے میں نے حضرت کے کلام سے اپنے سوال کا جواب پایا۔ ہماری بحث کا آغاز بدھ کے روز ۱۹۶۸/۱۸/۱۰ کو ہوا، احوال پرسی کے بعد پچھلی بحث کو مقدمہ کے طور پر دھرایا گیا اور استاد کے سوال کا جواب دینا شروع کیا اور میں نے کہا:

آپ نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے حق کا دفاع کیوں نہ کیا؟ جب کہ وہ خلافت کو اپنا مسلمہ حق سمجھتے تھے، اور آپ کے کہنے کے مطابق، خدا نے آپ کو یہ حق دیا تھا، آپ کو کسی نے عطیہ یا بخشش نہ کیا تھا، آپ کے سوال کا جواب عرض خدمت ہے:

اتفاقاً حضرت علی علیہ السلام احقاق حق سے ہرگز ہرگز دست بردار ہونے کے لئے تیار نہ تھے۔ آپؑ آخر روز تک اپنے حق کا دفاع کرتے رہے۔ اگر آپؑ قیام نہ کرتے تو اس وقت کے سیاستدانوں کی سیاست کی انتہا تک نہ

پہنچتے، اور اصل دھاندلی کا پتہ نہ چلتا۔

(۱) واضح ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہرگز ریاست طلب نہ تھے، آپ کو اس چیز کی فکر نہ تھی کہ ہائے میرے ہاتھ میں حکومت واقتدار کی زمام کیوں نہ آئی۔ اور میں کرسی اقتدار پر متمکن کیوں نہ ہوا۔ جب حضرت علی علیہ السلام کے پاس ظاہری خلافت آ گئی تھی تو آپ نے عبداللہ بن عباس سے فرمایا تھا کہ "تمہاری یہ حکومت علی علیہ السلام کی پیوند لگی ہوئی جوتی کے برابر نہیں ہے علاوہ اس کے کہ اس حکومت واقتدار کے ذریعے اثبات حق کر دوں، اور ابطال باطل کر دوں،" پس حضرت علی علیہ السلام کو حکومت کا لالچ نہ تھا، کہ آپ پر غم وغصہ کی کیفیت طاری ہو جاتی، آپ شور وصدا بلند کرتے کہ ہائے میرے حق خلافت پر تم نے غاصبانہ قبضہ جمالیا ہے۔ یہ حق تو میرا ہے؟ بلکہ اس سے آپ کا ہدف فقط مکتب اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرنا تھا۔ آپؑ نے اپنی بابصیرت نگاہوں سے دیکھ لیا تھا کہ اس سے مکتب اسلام کی زیادہ خدمت کی جا سکتی ہے، لہٰذا آپؑ نے قیام کیا۔ اگر خدانخواستہ آپؑ کے ہدف میں اقتدار کا حصول ہوتا آپؑ اس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے اور اگر حضرت علی علیہ السلام کی نگاہ میں اس خلافت کی کوئی ارزش ہوتی اور آپ کی خواہش ہوتی کہ میں اس کو حاصل کر کے رہوں گا۔ تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ حضرت علی علیہ السلام خلافت حاصل نہ کر پاتے، اور میں باور نہیں کر سکتا کہ حضرت علی علیہ السلام کی نگاہ میں اس کی کوئی قدر تھی۔ اس لئے حضرت علی علیہ السلام کی نگاہ میں اس اقتدار کی کوئی ارزش نہ تھی۔

(۲) اگر حکومت وقت کی مخالفت کرنا غرض تھی، اور اس کی بیعت نہ کرنا مقصود تھا، تو پھر آپؑ نے ہر دو کام کیے۔ آپؑ نے مخالفت کا پرچم بلند کیا اور آپؑ نے خلیفہ وقت کو علی الاعلان غاصب قرار دیا۔ اور اس وقت عمر بن خطاب ہاتھ میں تازیانہ لے کر مخالفین کو دھمکی دے رہے تھے، اور لوگوں کو ڈرا دھمکا رہے تھے۔ لیکن اسد اللہ

الغالب علیہ کل غالب علی علیہ السلام کو کسی کے تازیانے کا ڈر تھا اور نہ ہی آپ راہِ حق میں قتل ہونے سے ڈرتے تھے۔ لہٰذا حضرت علی علیہ السلام نے غاصبانہ خلافت کی کھل کر مخالفت کی تھی، کیونکہ یہ خلافت طاقت کے ذریعہ حاصل کی گئی تھی نہ فقط مولائے کائنات نے مخالفت کی، بلکہ مہاجرین وانصار میں سے بڑے بڑے بزرگ صحابہ کرام نے بھی مخالفت کی تھی اور وہ خلافت کو حضرت علی علیہ السلام کا حق سمجھتے تھے، اور انہوں نے اس انداز پر ڈٹ کر احتجاج کیا، اور کیا کھلے بندوں مخالفت کی۔

استاد! اگر آپ کے لئے ممکن ہو تو ضرور ان اشخاص کے (علی علیہ السلام اور آپ کی اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ) نام بتایئے، جنہوں نے اس کی مخالفت کی؟

اصحاب رسولؐ نے سقیفہ سازش کی کھل کر مخالفت کی

عباس بن المطلب رضی اللہ عنہ ،ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ،عمار یاسر رضی اللہ عنہ ،مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ،حزیمہ بن یمان رضی اللہ عنہ، حذیفہ ذوالشہادتین رضی اللہ عنہ ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ،ابوہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ ،سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اوران کے بھائی عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اورابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے علاوہ بڑے بڑے بزرگ اصحابِ رسولؐ نے (جن کے ابھی مجھے نام یادنہیں ہیں) مخالفت کی، البتہ اتنی مقدار میں بڑے بڑے اصحاب اورقریش کے سرداروں کی مخالفت کرنا ہی کافی ہے، کیونکہ ان بزرگواروں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک سے کئی موقعوں پرسن رکھا تھا، کہ آپ نے علی علیہ السلام کواپنے بعداپنا خلیفہ وجانشین اوروصی قراردیا ہے۔

سہل بن حنیف توبڑی پامردی اورشہامت کے ساتھ حضرت ابوبکراورحضرت عمر کے پاس گئے، جب کہ اس وقت ان کے پاس دو بڑے بڑے اصحاب موجود تھے۔ انہوں نے کہا:

اے گروہ قریش! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے کانوں سے مسجد میں سنا تھا، جب کہ آپ نے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ کواپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھااورآپ نے ارشادفرمایا تھا:

''اے لوگو! یہ علی علیہ السلام تمہارا امام علیہ السلام میری زندگی کے بعد ہے، اور میری زندگی میں ہی میراوصی ہے، اورمیری زندگی کے بعدبھی۔اس نے میرافرض اداکیاہے

اور ہمارے وعدوں کو پورا کرے گا، اور یہ پہلا شخص ہوگا جو حوضِ کوثر پر میرے ساتھ مصافحہ کرے گا۔ پس وہ شخص خوش قسمت ہے کہ جس نے علی علیہ السلام کی اطاعت وپیروی کی اور اس سے دوستی کی۔ افسوس ہے اس شخص پر جس نے علی علیہ السلام سے دشمنی مول لی، اور اس دشمنی کی وجہ سے وہ ہلاک ہوگا۔''

ابوایوب انصاری بڑی دلیری اور بہادری سے لوگوں سے کہنے لگے:

''اے بندگانِ خدا! تم خدا کے قہر وغضب سے ڈرو، اور اپنے رسولؐ کے اہلِ بیتؑ سے دور مت ہو اور ان کے حق کو پورا کرو جو ان کے پروردگار نے حق دیا ہے۔''

اسی طرح تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے کہ سلمان، ابوذر، مقدار، اور عمار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی ایک نے خطاب فرمایا، اور انہوں نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ولایتِ علی علیہ السلام کی حمایت کی۔ لیکن یہ تعداد بہت کم تھی حضرت علی علیہ السلام اس کم تعداد سے نہیں چاہتے تھے کہ حکومتِ وقت کے خلاف قیام کریں۔ لہٰذا آپؑ اس مخالفت کی وجہ سے تین ماہ یا چھ ماہ کے لئے خانہ نشین ہو گئے، اور آپؑ نے اس وقت تک گوشہ نشینی اختیار کئے رکھی جب تک جناب زہراء سلام اللہ علیہا کا جنازہ نہ اٹھا، کیونکہ اس وقت وضعیت تبدیل ہوگئی تھی کہ آپ گھر سے باہر آنے پر مجبور ہوگئے تھے اور آپؑ نے حکومت کے ساتھ حفظ مصالح اسلام کی خاطر صلح کر لی۔

۳ امیر المومنین علی علیہ السلام کا مخالفت کرنے سے ہدف یہ تھا کہ آپؑ اس واقعہ کو مسلمانوں کے دارالخلافہ تک محصور کرنا چاہتے تھے، اور اس کو شہر سے باہر نہ لے جانا چاہتے تھے۔ اگر آپؑ نے اپنے حق خلافت کا مطالبہ کیا تھا تو اس لئے کہ آپؑ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی رہبری وحکومت کے لئے راہ پیغمبرؐ اسلام کا انتخاب کیا جائے،

اور آپؑ اسلامی حکومت کو رسول خداﷺ کے عطا کردہ سنہری اصولوں پر چلانے کے خواہش مند تھے، لیکن جب آپؑ نے دیکھا کہ مخالفت دارالخلافہ سے آگے بڑھ چکی ہے اور مدینتہ النبیﷺ سے خارج ہو گئی ہے، اور بعض لوگ دین کی خاطر نہیں بلکہ اسلام اور قرآن کی نابودی کے لئے مخالفت کر رہے ہیں، اور آپؑ نے اپنی عقابی نگاہوں سے بھانپ لیا تھا کہ یہ لوگ اسلام کو کمزور کرنے پر تلے ہوئے ہیں، منافقین اور مرتدین اسلام کو شکست دینے کے لئے ہر روز نئے حیلے اور بہانوں کا تانا بانا بن رہے ہیں، جب حضرت نے دیکھا کہ مخالفت کرنے کا کوئی دوسرا ہدف نہیں تو آپؑ شوکت اسلام کا شیرازہ نہ بکھرنے کی وجہ سے اپنے حق خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ لہٰذا امام معصومؑ نے یہ بھی ایثار و قربانی دے دی، اور یہ ایثار حضرت علی علیہ السلام سے بعید نہ تھا، بلکہ آپؑ نے تو راہ خدا میں اس سے بڑھ کر قربانیاں دیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے دیکھا کہ اگر اس کے بعد بھی آپؑ نے حکومت کی مخالفت کی تو مرتد اور بے دین لوگ دین اور حکومت اسلامی کی نابودی کے درپے ہیں۔ لہٰذا آپؑ نہ صرف اپنے حق سے دست بردار ہو گئے، بلکہ آپؑ نے شعائر اسلامی کو مضبوط کیا اور آپ اسلام مخالف قوتوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑے ہو گئے اور آپؑ نے دشمنان اسلام کی سرکوبی کی۔

استاد! وہ کون لوگ تھے جنہوں نے اپنی خواہشات نفسانی کی خاطر علم مخالفت کو بلند کیا؟

مسیلمہ کذاب اور اس کی قوم یمامہ میں، طلیحہ بن خویلد، قبیلہ بنی غطفان، قبیلہ طی، کنانہ اور دوسرے بہت زیادہ اعرابی جنہوں نے حکومت اسلامی کی کمزوری کو محسوس کرتے ہوئے مخالفت کا علم بلند کیا۔ البتہ یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ بعض مومنین میں سے جیسے مالک بن نویرہ اور اس کے قبیلہ نے ابوبکر کے کارندوں کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا، کیونکہ ان کے علم میں تھا کہ حضرت علی علیہ السلام حکومت کے مخالف ہیں اور

چونکہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے طرف دار تھے، لہٰذا انہوں نے ابوبکر کو زکوٰۃ نہ دی۔ انہوں نے اس لئے زکوٰۃ سے انکار نہ کیا تھا کہ یہ مرتد ہو گئے تھے اور زکوٰۃ دینے کے عقیدہ کے لحاظ سے منکر ہو گئے تھے۔ البتہ بعض تاریخوں میں اس طرح پیش کیا گیا ہے، لیکن اس پر اپنی جگہ بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ یہاں مناسب نہیں ہے۔

بہر حال حضرت علی علیہ السلام کی نگاہ میں اسلام سے بڑھ کر کوئی چیز عزیز نہ تھی، اس روز آپ نے اسلام کی خاطر حکومت وقت سے مخالفت مول لی۔ اور اس کے بعد اسلام اور وطن اسلامی کی خاطر، خود ساختہ حکومت والوں کا ساتھ دیا۔ اور ان کے ساتھ مل کر مرتدین اور مخالفین اسلام جیسے مسیلمہ، طلیحہ اور دوسرے قبائل کے ساتھ جنگ لڑی۔ اور آپؑ نے اس سلسلہ میں خود ارشاد فرمایا:

فلما مضى رسول الله عليه وآله تنازع المسلمون الا مر من بعده، فوالله ما كان يلقى فى روعى، ولا يخطر ببالى ان العرب تزعج هذا الا مر من بعده، صلى الله عليه وآله عن اهل بيته، ولا انهم منحوه عنى من بعده! فما راعنى الا نثيال الناس على فلان يبايعونه، فامسكت يدى حتى رايت راجعة الناس قد رجعت عن الا سلام يدعون الى محق دين محمد صلى الله عليه وآله فخشيت ان لم انصر الا سلام واهله ان ارى فيه ثلما او هدما تكون المصيبته به على

اعظم من فوت ولایتکم التی انما هی متاع ایام
قلائل یزول منها ما کان کما یزول السراب،
او کما یتقشع السحاب، فتهضت فی تلك
الاحداث حتی زاح الباطل وزهق، واطمان
الدین وتنهنه۔ [رسالہ ٦٢ نہج البلاغہ
صبحی الصالح]

جب رسول خدا صلی اللہ ﷺ اس دنیا سے رحلت فرما گئے، تو آپ ؐ کے بعد مسلمانوں میں خلافت کے سلسلہ میں اختلاف ہوگیا۔

آپ ؑ دیکھئے کہ حضرت، اساسِ دین کی حفاظت کی خاطر اپنے حق سے دست بردار ہوگئے، نہ یہ کہ آپ حکومتِ وقت کے خلاف قیام کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے، اور نہ یہ کہ آپ کے دل میں ان کا تھوڑا سا بھی خوف تھا۔

ادھر حضرت علی علیہ السلام کے خلاف مختلف قسم کے پروپیگنڈے کرنے میں حکومت کی مشینری متحرک تھی اور حضرت پر سخت فشار تھا۔ اگر آپ اپنے حق (جو حق الٰہی ہے اور آپ کو نہ مل سکا) کا مطالبہ کرتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ علی علیہ السلام کو حکومت کی حرص ہے، اور اگر خاموشی سے بیٹھ جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ علی علیہ السلام موت سے ڈر گئے، لہٰذا صبر اور خاموشی کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ آپ ؑ نے اپنے خطبہ شقشقیہ میں ''جو نہج البلاغہ کے تیسرا خطبہ ہے'' تفصیل سے اس بارے میں گفتگو ہے:

اما والله لقد تقمصها بن ابی قحافة وانه لیعلم ان
محلی منها محل القطب من الرحی، ینحدر
عنی السیل ولا یرقی الی الطیر، فسدلت

دونها ثوبا وطويت عنها كشحاً، وطفقت
ارتأى بين أن أصول بيد جذاء او اصبر على
طخية عمياء، يهرم فيها الكبير ويشيب فيها
الصغير، ويكدح فيها مومن حتى يلقى ربه،
فرايت ان الصبر على هاتا احجى، فصبرت وفى
العين قذى وفى الحلق شجى، ارى تراثى نهبا
،حتى مضى الاول لسبيله، فادلى بها الى ابن
الخطاب بعده ثم تمثل يقول الاعشى شتان
مايومى على كورها يوم حيان اخى جابر فيا
عجبا، بينا هو يستقيلها فى حياته، اذ عقدها لآ
خر بعد وفاته لشد ماتشطرا أضر عيها، فصير
ها فى حوزة خشناء، يغلظ كلمها ويخشن
مسها، ويكثر العثار فيها والا عتذار منها، فصا
حبها كراكب الصعبة، ان اشنق لها خرم وان
اسلس لها تقحم، فمنى الناس - لعمر الله -
بخبط وشماس، وتلون واعتراض، فصبرت على
طول المدة، وشدة المحنة - [خطبه شقشقيه ،سوميں،
خطبه نہج البلاغه]

''خدا کی قسم! فرزند ابوقحافہ (ابوبکر) نے پیراہن خلافت پہن لیا، حالانکہ وہ

میرے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو چکی کے اندر اس کی کیلی کا ہوتا ہے۔ میں وہ کوہ بلند ہوں جس پر سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے جاتا ہے، اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ (اس کے باوجود) میں نے خلافت کے آگے پردہ لٹکا دیا، اور اس سے پہلو تہی کر لی، اور سوچنا شروع کیا کہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کروں یا اس سے بھیانک تیرگی پر صبر کروں؟ جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اور مومن اس میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ مجھے اس اندھیر پر صبر ہی قرین عقل نظر آیا۔ لہٰذا میں نے صبر کیا، حالانکہ آنکھوں میں (غبار واندوہ کی) خلش تھی، اور حلق میں (غم ورنج کے) پھندے لگے ہوئے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی اور اپنے بعد خلافت ابن خطاب کو دے گیا۔ پھر حضرت نے بطورِ تمثیل اعشیٰ کا یہ شعر پڑھا:

"کہاں یہ دن جو ناقہ کے پالان پر کٹتا ہے، اور کہاں وہ دن جو حیان برادر جابر کی صحبت میں گزرتا تھا؟"

تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا، لیکن اپنے مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسرے کے لئے استوار کرتا گیا۔ بے شک ان دونوں نے سختی کے ساتھ خلافت کے تھنوں کو آپس میں بانٹ لیا۔ اس نے خلافت کو ایک سخت و درشت محل میں رکھ دیا۔ جس کے چرکے کاری تھے۔ جس کو چھو کر بھی درشتی محسوس ہوتی تھی۔ جہاں بات بات میں ٹھوکر کھاتا اور پھر عذر کرتا تھا جس کا اس سے سابقہ پڑے وہ ایسا ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ اگر مہار کھینچتا ہے تو (اس کی منہ زوری سے اس کی ناک کا درمیانی حصہ ہی شگافتہ ہوا جاتا ہے جس کے بعد مہار دینا ہی ناممکن ہو جائے گا۔"

جی ہاں! اسی روز عمر حضرت علی علیہ السلام پر ابوبکر کی بیعت کے لئے دباؤ ڈالتا ہے، لیکن یہاں پر امیر المومنین علیہ السلام، عمر کے اصلی ارادہ کو بھانپ چکے تھے۔ آپ نے عمر سے کہا:

''تم نے اس کے دوش بدوش اپنا حصہ دودھ کا حاصل کیا، اور آج اس کے کار کے لئے سخت گیری کر اور اس کے کام کو تمام کرتا کہ وہ کل تیرے حوالے خلافت کر جائے۔'' [الامامة والسیاسه، ابن قتیبه ج ۱، ص ۱۸]

استاد! یہ جو تم نے کہا ہے کہ عمر بن خطاب نے حضرت علی علیہ السلام پر دباؤ ڈالا، تا کہ آپ حتمی طور پر بیعت کریں، یہ تاریخ کہتی ہے یا تم اپنی طرف سے احتمال کر رہے ہو؟

میں اس موضوع سخن پر زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتا، کیونکہ تاریخ نے اپنے سینہ میں ضبط کیا ہے کہ مسلمانوں نے اہل بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کو کس طرح مشکلات و مصائب سے دوچار کیا ہے، اور اس قسم کے مطالب جہاں انسان کو پریشان اور متاثر کرتے ہیں، وہاں پر یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے لئے ابھی جلدی ہو، شاید آپ ابھی اس قسم کے مسائل سننے کے متحمل نہ ہوں، معذرت کے ساتھ، اگر آپ مسلمانوں کی تاریخ کو کھول کر دیکھیں تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اس وقت ان لوگوں نے علیؑ و زہراءؑ پر اس قسم کے ظلم و ستم کیے کہ شاید حضرت علی علیہ السلام نے ساری عمر میں اس قسم کے ظلم و ستم اور سختی نہ دیکھی ہو جیسے حضرت عمر نے حکم دیا تھا کہ علی علیہ السلام کے گھر پر ہجوم کر دیا جائے۔ اور خانہ ولایت کو نظر آتش کر دیا جائے، جو بھی گھر میں موجود ہو اس کو جلا دیا جائے۔ یا وہ آ کر ابوبکر کی بیعت کریں'' جب عمر یہ کہہ چکا تو اس وقت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کی لاڈلی بیٹی فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا جو گھر پر موجود تھیں جواب دیتی ہیں:

''یہاں تک کہ علی علیہ السلام و فاطمہؑ بھی اگر خانہ میں موجود ہوں۔''

[الامامة والسیاسه ابن قتیبه ج ۱ ص ۱۹]

تاریخ کو چھوڑ دیجئے، خود حضرت علی علیہ السلام نے اس امر کے متعلق تصریح بیان کی ہے۔ معاویہ کے نامہ کے جواب میں اس طرح لکھتے ہیں:

وقلت انی کنت اقاد کما یقاد الجمل المخشوش حتی ابایع، ولعمر الله لقد اردت ان تذم فمدحت، وان تفضح فافتضحت وماعلی المسلم من غضاضة فی ان یکون مظلوما مالم یکن شاکا فی دینه وال مرتابا بیقینه۔

[نہج البلاغہ کتاب ۲۸]

جی ہاں! حضرت علی علیہ السلام تاریخ اسلام کے ایسے عظیم بطل جلیل ہیں کہ جن کی شجاعت کی مانند تاریخ نے کسی اور کو نہیں دیکھا، جب کہ آپ اپنی مظلومیت اور حاکم وقت کے جلال وشوکت کی مخالفت کا اظہار فرما رہے ہیں۔ آپ بیعت کے لئے مسجد میں خود چل کر نہیں جاتے۔ آپ کو بزور طاقت بیعت کرنے پر مجبور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں حضرت علی علیہ السلام خانہ نشین ہو جاتے ہیں، اور آپ ان کی محافل ومجالس میں ہرگز شرکت نہیں کرتے۔ تاوقتیکہ آپ نے اسلام کی لئے خطرہ محسوس کرلیا۔ تو اس روز حیدر کرارؑ پھر میدان میں آجاتے ہیں۔ اور آپ کا قیام فقط دین خدا کی خدمت تھا۔ اس وقت حضرت علی علیہ السلام پیچیدہ اور علمی مشکلات کا حل پیش کر رہے ہیں کہ جن کی خلفاء میں سکت نہ تھی۔ آپ لوگوں کو جواب دے رہے ہیں، آپ نے اپنے آپ کو حریم مقدس اسلام کے لئے آمادہ کرلیا۔ حضرت علی علیہ السلام قرآن کا دفاع کر رہے ہیں۔ لوگوں کو احکام الٰہی کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اور آپ پیغام اسلام کو دنیا تک پہنچا رہے ہیں۔ آپ حدیث کی صحیح طریقہ اور منبع ومصادر اصلی پر تدوین کر رہے ہیں، اور آپ قرآن کی جمع بندی اور تفسیر فرما رہی ہیں۔

اگر لوگ ان روایات کو جان بوجھ کر چھوڑ رہے ہیں یا تجاہل عارفانہ کر رہے ہیں کہ جو روایات رسول خدا ﷺ ولایت علی اور ان کی جانشینی کے لئے ارشاد فرمائی تھیں۔ لیکن علم و دانش علی علیہ السلام سے چشم پوشی تو نہیں کر سکتے۔ لہٰذا لوگ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور منبر سلونی کے قاری سے اپنے مسائل پوچھتے اور خلفاء بھی اسی طریق سے حضرت علی علیہ السلام سے احساس خطر نہ کرتے تھے۔ کیونکہ علی علیہ السلام فتاویٰ دین اور قضاوت کرنے میں مشغول تھے۔ اور آپ کا سیاست سے کوئی سروکار نہ تھا، اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی علیہ السلام کے سامنے کئی مرتبہ اپنی بے بضاعتی اور کم علمی کا اعلان کیا ہے۔

لَوۡلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔

"آج اگر علی علیہ السلام نہ ہوتے عمر ہلاک ہو جاتا۔"

کئی دفعہ مسجد میں اعلان کیا گیا کہ:

لا یفتی احد کم فی المسجد و علی حاضر۔

"تم میں سے کوئی بھی مسجد میں فتویٰ مت دے جب حضرت علی علیہ السلام حاضر ہوں۔"

استاد! اگر تمہارے لئے ممکن ہو تو ایک دو مورد بیان کیجئے کہ خلفاء نے حضرت علی علیہ السلام سے مراجعہ کیا ہو؟

لَوْلا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَر

ایک حاملہ عورت کو حضرت عمر کی کچہری میں پیش کیا گیا کہ اس نے زنا کا اقرار کیا تھا۔ حضرت عمر نے فوراً اسے سنگساری کا حکم دیا۔ سپاہی اس پر سنگ ساری کرنے کے لئے لے جا رہے تھے کہ راستہ میں حضرت علی علیہ السلام نے دیکھا کہ اس عورت کو سپاہی لے جا رہے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ اسے واپس لے چلیں، جب وہ حضرت عمر کے پاس پہنچ گئے آپ نے عمر سے پوچھا کہ تیرے پاس کون سی اس کے خلاف دلیل قاطع ہے کہ اس کے شکم میں جنین ہے؟ تم ایسا مت کرو، اس جنین کو اذیت مت دو اور اس سے تم ڈرو؟

حضرت عمر نے کہا:

اتفاقاً ایسا ہو گیا ہے!

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے سخن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں سنا کہ آپ نے فرمایا:

''اگر کوئی شکنجہ و خوف سے اعتراف کرے، اس پر حد جاری نہیں ہو سکتی، اسی طرح اگر کوئی زندان میں، یا تہدید و دھمکی کے ذریعہ یا مار پیٹ کی وجہ سے اعتراف کر لے تو اس کا یہ اعتراف ارزش نہیں رکھتا۔ اس وقت حضرت عمر نے کہا:

عجزت النساء ان تلدن مثل علی بن ابی

طالب، لولا علی لھلك عمر۔

[منافت خوارزی ص ۴۸، ریاض النظرہ، ج ۲ ص ۱۹۶ ذخائیر العقبی ص ۸۰ مطالب السئول، ص ۱۳ اربعین فخررازی ص ۴۶۶]

''دنیا کی عورتیں علی علیہ السلام جیسا عظیم انسان پیدا کرنے سے عاجز ہیں، اگر آج علی علیہ السلام نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔''

دوسرے مقام پر اس کی مانند بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اس وقت داخل ہوتے ہیں، کہ جس وقت ایک حاملہ عورت کو سنگساری کے لئے لے جایا جا رہا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ واقعہ کیا ہے؟

وہ عورت مخاطب ہو کر کہتی ہے کہ یا علی علیہ السلام مجھے سنگ ساری کے لئے لے جا رہے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے عمر کی طرف رخ کر کے کہا اس عورت کے لئے سنگساری کا حکم تم نے کیوں دیا ہے؟ اگر تمہیں اس پر طاقت حاصل ہے تو جو اس کے شکم میں ہے اس پر تو ہرگز طاقت نہیں رکھتا۔ عمر نے کہا ''ہر وہ شخص جو مجھ سے زیادہ فقیہ اور سمجھ دار ہے وہ علی علیہ السلام ہے'' اس جملہ کی تین بار تکرار کی۔'' حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس عورت کو اس وقت تک زندان میں رکھا جائے جس وقت تک یہ بچہ جنم نہیں لے لیتا۔ پھر اس کے بعد اس کو سنگسار کر دیا جائے۔

[ریاض النظرہ محب الدین طبری، ج ۲، ص ۱۹۶ ذخائر العقبی، ص ۸۱ کفایہ حافظ کنجی، ۱۰۵]

آپ ملاحظہ کریں کہ یہاں پر سنگساری کا حکم دیا جا چکا تھا، کیونکہ اس نے خود بغیر کسی شکنجہ اور دباؤ کے اعتراف گناہ کیا تھا، لیکن چونکہ وہ حاملہ تھی، اس لئے حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ اتنے عرصہ تک صبر کیا جائے جب تک اس کا بچہ دنیا میں نہ آ جائے۔

دو قریش کے افراد ایک عورت کے پاس آتے ہیں اور اس کے پاس سو دینار امانت کے طور پر رکھ دیتے ہیں کہ ہم میں سے کسی ایک کو پیسے نہ دیں، یہاں تک کہ ہم دونوں اکٹھے باہم نہ آ جائیں۔

ایک سال گزر گیا۔ ان میں سے ایک شخص اس عورت کے پاس آیا اور کہتا ہے کہ میرا دوست فوت ہو گیا ہے۔ ہماری امانت تُو مجھے دے دے۔ اس عورت نے پیسے دینے سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ وہ دوسرا شخص نہ آئے۔ اس شخص نے اس عورت کے لئے پریشانی پیدا کر دی اور اپنی زوجہ کو کئی دفعہ اس کے پاس بھیجا، یہاں تک کہ وہ عورت امانت دینے پر مجبور ہو گئی۔

ایک سال اور گزر گیا کہ دوسرا شخص اس عورت کے پاس آیا اور امانت طلب کی۔

اس عورت نے اس سے کہا کہ تیرا دوست میرے پاس آیا تھا اور اس نے دعا کیا تھا کہ تو دنیا سے چل بسا ہے، میں نے سارے پیسے اسے واپس کر دیئے۔

اس مرد نے حضرت عمر کے پاس شکایت کی۔ حضرت عمر نے اس عورت سے کہا کہ اے عورت! تو ضامن ہے لہٰذا اس کو پیسے واپس پلٹا۔

عورت کہنے لگی کہ تجھے خدا کی قسم میرا فیصلہ تم نہ کرو۔ مجھے علی علیہ السلام بن ابی طالب علیہ السلام کے حوالہ کر دو، کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کریں۔

حضرت عمر نے ان دونوں کو حضرت علی علیہ السلام کے پاس بھیج دیا۔ حضرت علی علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ دونوں افراد عورت کو فریب دے رہے ہیں۔ آپ نے اس مرد کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا کیا تم نے امانت رکھتے وقت یہ نہ کہا تھا کہ ہم دونوں کو اکٹھے امانت واپس کرنا تم نے شرط لگائی تھی کہ ہم میں سے کسی ایک کو امانت نہ دینا۔ ابھی تک

کچھ نہیں بگڑا! تمہارے پیسے میرے پاس ہیں، جاؤ اپنے دوسرے دوست کو لے آؤ۔ تا کہ تم دونوں کو اکٹھے پیسے واپس کیے جائیں۔ وہ شخص گیا پھر واپس نہ آیا، جب حضرت علی علیہ السلام کے فیصلے کا عمر کو پتہ چلا تو اس نے کہا:

''اللہ مجھے فرزند ابوطالبؑ کے بعد زندہ نہ رکھے۔''

[ریاض لنظرۃ، ج۲، ص ۱۹۷. تذکرہ سبط ابن الجوزی، ص ۰۸۷ ذخائر العقبی ،ص ۸۰. مناقب الخوارزمی ،ص ٦۰. کتاب الاذکیاء ابن الجوزی،ص ۱۸]

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب کئی مشکل مسائل میں گرفتار تھے کہ ان سے چھٹکارے کے لئے کوئی راہ نہیں نکل رہی تھی۔ حضرت عمر نے اصحابِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمع کیا اور ان کے سامنے اپنی مشکل کو بیان کیا اور کہنے لگے۔ میں آپ سے مشورہ چاہتا ہوں کہ ان مشکلات سے چھٹکارا پانے کا طریقہ کیا ہے؟ سب کہنے لگے کہ آپ ہم سے زیادہ سمجھ دار اور مسائل میں وارد ہیں، لوگ تو آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں، ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ حضرت عمر ناراض ہو کر کہنے لگے کہ خدا کے خوف سے ڈرو اور میرے سوال کا صحیح جواب دو۔ سب نے اس کے جواب میں کہا یا امیر المومنین ہم اس سوال کا جواب اور اس مشکل کا حل نہیں جانتے۔ اس مطلب کی گروہ کشائی کے لئے ہمارے پاس کوئی حل نہیں ہے۔

حضرت عمر کہتے ہیں! خدا کی قسم ایک شخص ہے جو مشکلات کو حل کرنا جانتا ہے۔ اس کی طرف اِسی وقت جاؤ تا کہ وہ مشکلاتِ علمی کا حل پیش کرے۔ کہنے لگے۔ کیا تمہاری اس شخص سے مراد فرزند ابوطالب علیہ السلام ہے؟

حضرت عمر کہتے ہیں: جی ہاں، خدا کی قسم اس کی خدمت میں چلتے ہیں، کیونکہ کسی ماں نے بھی اس جیسا بچہ پیدا نہیں کیا؟ اٹھو اس کی طرف چلیں۔

لَوْلَا عَلِیٌ لَهَلَكَ عُثْمَان

حافظ عاصمی نے اپنی کتاب زین الفتی میں ابوبکر محمد بن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان کے پاس آیا ''اس وقت حضرت عثمان خلیفہ تھے۔'' اور حضرت عثمان کے اردگرد لوگوں کا جم غفیر تھا۔ اس شخص نے کہا کہ خلیفہ! تم کہتے ہو کہ اس طرح آگ عارض ہو گی اور قبر میں اس سے عذاب ہو گا۔ میں ابھی آپ کے سامنے آتش پر ہاتھ رکھتا ہوں، مجھے اس کی حرارت وتپش چھو بھی نہیں سکتی، چہ جائے کہ وہ آتش جلا دے؟

عثمان اس کا جواب نہ دے سکے تو ایک شخص کو علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی تلاش میں بھیجا کہ وہ امیر المومنین کو لے کر خلیفہ کے پاس آئے۔ جب حضرت علی علیہ السلام ان لوگوں کے ہمراہ تشریف لے آئے' تو حضرت عثمان نے اس شخص سے کہا کہ اپنا سوال دوبارہ دہراؤ، اس شخص نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا اور عثمان نے حضرت علی علیہ السلام سے درخواست کی کہ

''یا ابا الحسن! آپ اس کا جواب دیجئے''۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے ایک سنگ اور آتش روشن کرنے والا پتھر دیجئے۔ سائل اور دوسرے حاضرین پریشان ہو گئے کہ حضرت علیؑ نے آتش زنہ اور سنگ کو طلب کیا ہے،

حضرت علی علیہ السلام نے ان دونوں کو آپس میں مارا اور اس سے آگ روشن ہو گئی۔

پھر آپ نے ان دونوں کو علیحدہ کر دیا اور اس شخص سے کہنے لگے، کہ اپنے ہاتھ کو اس سنگ سے گزارو، کیا تمہیں آگ کی حرارت محسوس ہوتی ہے؟

وہ شخص کہنے لگا: نہیں! پھر آپؑ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کو اس آتش کے اوپر سے گزارو کہ اب تمہیں آگ کی، حرارت محسوس ہوتی ہے یا نہیں؟ وہ شخص مبہوت ہو گیا اور اس کے چہرے پر خجالت و شرمندگی کے آثار ظاہر ہو گئے۔ اس وقت حضرت عثمان نے کہا:

لَولَا عَلِیَ الھَلَكَ عُثمَان ۔

''کہ اگر آج علیؑ نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہو جاتا۔''

[نقل به کتاب الغدیر، ج ۸ ص ۲۱٤]

پناہ بہ خدا، کہ جس جگہ پر میں تو ہوں اور تم نہ ہو

ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ ہم عمر بن خطاب کے ہمراہ حج کے لئے خانہ خدا گئے، حضرت عمر طواف کر رہے تھے کہ عمر نے ''حجر اسود'' کی طرف رخ کر کے کہا میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے کہ جس کا کوئی فائدہ اور نقصان نہیں ہے، نہ تجھ سے کوئی فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی تو کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے، اگر میں رسول اللہ ﷺ کو چومتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں ہرگز تیرے بوسے نہ لیتا، پھر انہوں نے اس کو چوما۔

حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام اس وقت طواف میں مشغول تھے، انہوں نے عمر سے کہا: اے عمر! یہ سنگ نقصان بھی پہنچاتا ہے اور نفع بھی۔

خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ۔

''اس روز کو یاد کرو، جب تیرے پروردگار نے پشت بنی آدم سے اس کی ذریت سے لیا اور ان سے اپنی گواہی لی کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟''

[سورہ اعراف آیت ۱۷۲]

تمام کہنے لگے جی ہاں! ہم تیری خداوندی کی گواہی دیتے ہیں، پس روز قیامت کہنا کہ ہم اس واقعہ سے بے خبر تھے۔ جب انہوں نے اقرار کیا کہ وہ ہمارا پروردگار اور

خدا ہے، اور یہ سارے اس کے بندے ہیں۔ اس اقرار کو ایک کاغذ پر لکھ دیا گیا، اور اس اقرار نامہ کو حجر اسود میں لٹکا دیا گیا، اور یہ سنگ اسی طرح قیامت کے روز دو آنکھوں، دولبوں اور زبان سے اٹھایا جائے گا، اور وہ لوگ جنہوں نے اس وعدہ کو پورا کیا ہوگا اور اس کے سچے بندے ہوں گے۔ یہ ان کی صداقت کی گواہی دے گا کہ انہوں نے واقعاً ہی وعدہ کو پورا کیا ہے، پس یہ سنگ قرآن کی نظر میں آمین خدا ہے۔

عمر کہنے لگا: خداوند! مجھے اس سرزمین پر نہ رکھنا جہاں علی ابن طالب نہ ہو، اور بعض کتابوں میں ذکر ہوا ہے کہ عمر نے کہا:

کہ خداوندا مجھے اس قوم کے درمیان نہ رکھ جہاں علی علیہ السلام اُن کے درمیان نہ ہو۔

لَو لَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ

حضرت عمر ایک ایسی عورت کو سنگسار کرنا چاہتے تھے کہ جس کا بچہ چھ ماہ کا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت عمر سے کہا کہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے:

وحمله وفصاله ثلاثون شهراً۔

''کہ اس کا حاملہ ہونا اور دودھ پلانے کا عرصہ ۳۰ ماہ ہے۔''

اور پھر ارشاد ہوتا ہے۔

وفصاله في عمين۔

''پس فصال دو سال ہوئے'' اور دودھ پلانے کا عرصہ دو سال کا ہوا۔ عمر نے اس عورت کو رہا کر دیا اور کہا:

لَولَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔

''کہ اگر آج علی علیہ السلام نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔''

[مستدرك حاكم، ج ۱ ص ٤٥٧]

اور ابن الجوزی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر کہتے ہیں:

''خداوند تعالیٰ مجھے اس وقت زندہ نہ رکھے جب علی علیہ السلام سے میری کوئی مشکل حل نہ ہو جائے۔''

[جامع الكبير سيوطي ج۳، ص ۳۵ ارشاد الساري قسطلاني، ج ۳، ص ۱۹۵ سيره عمر ابن اجوزي ص ۱۰٦ شرح نهج البلاغه ابن ابی الحديد ج ۳، ص ۱۲۲ (۲) سنن الكبرى، ج ۷ ص ٤٤٢ رياض النظره ج ۲، ص ۱۹٤ تفسير فخر رازى ج ۷ ص ٤٨٤، مناقب خوارزمى ص ۵۷ در المنثور سيوطى ج ۱، ص ۲۸۸ كنز العمال ج ۳، ص ۹٦، ذخائر العقبى ص ۸۲، كفاية الكنجى ص ۱۰۵]

شخص فتنہ کو دوست رکھتا ہے اور حق سے متنفر ہے

حذیفہ بن یمان، عمر بن خطاب کے پاس آیا۔

حضرت عمر نے اس سے پوچھا کہ اے فرزند یمان! تم نے کیسے صبح کی؟

حذیفہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے صبح اس حال میں کی کہ مجھے حق سے نفرت ہے اور فتنہ سے مجھے دوستی ہے اور جو چیز میں نے نہیں دیکھی اس کی گواہی دینے کو، اور بغیرِ وضو کے ''صلوٰۃ'' بجالانے کو، اور میں زمین پر وہ چیز رکھتا ہوں جو کہ خدا آسمان پر نہیں رکھتا۔ حضرت عمر غصہ سے سرخ ہو گئے۔ اسے رہا کر دیا لیکن عمر نے اپنے دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ حذیفہ کو اس کا مزا چکھاؤں گا۔ کہ اس نے اس طرح کی گفتگو کیوں کی ہے۔ مگر اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے اسی غیض وغضب کی حالت میں عمر حضرت علی علیہ السلام کا پاس پہنچتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے ان کی آنکھوں میں غصہ کو دیکھ لیا تھا اور آپ نے کہا:

اے عمر تجھے کیا ہو گیا ہے؟

حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے حذیفہ سے پوچھا تم نے صبح کیسے کی؟ کہنے لگا کہ اس حالت میں جب کہ مجھے حق سے نفرت ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرمانے لگے اس نے صحیح کہا ہے، کہ موت حق ہے اور وہ موت کو پسند نہیں کرتا، اور وہ اس سے خوش نہیں ہوتا۔

حضرت عمر کہنے لگے: یا علی علیہ السلام اس کا کہنا ہے کہ وہ فتنہ سے خوش ہوتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کہنے لگے، اسی طرح ہی ہے! وہ مال والے سے خوش ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا ارشاد پاک بھی ہے۔

انما اموالکم و اولادکم فتنہ۔

"کہ تمہارے اموال واولاد فتنہ ہیں۔"

عمر کہنے لگے یا علیؑ! اس کا کہنا ہے کہ میں اس چیز کی گواہی دینا پسند کرتا ہوں کہ جس کو میں نے نہیں دیکھا!

حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں وہ خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہے، موت کی، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی، قیامت کی، جنت و دوزخ کی، پل صراط کی اس نے کسی ایک بھی نہیں دیکھا حضرت عمر کہنے لگا کہ اس نے بغیر وضو کے صلوٰۃ کا دعویٰ کیا ہے۔

پھر عمر کہنے لگے کہ یا اباالحسنؑ! اس نے ایک تو بڑی بدکلامی کی ہے کہ میں زمین میں وہ چیز رکھتا ہوں جب کہ خدا آسمان میں نہیں رکھتا۔

حضرت علی علیہ السلام نے کہا اس نے صحیح کہا ہے کہ وہ بیوی رکھتا ہے، اس کے بچے ہیں جب کہ خداوند تعالیٰ کی ذات ان چیزوں سے منزہ ہے۔

"حضرت عمر نے کہا اگر آج علی علیہ السلام نہ ہوتے عمر ہلاک ہو جاتا۔"

[حافظ کنجی اپنی کفایت میں ص ۹۶، ابن الصباغ مالکی، اپنی فصول المہمۃ میں ص۱۸ پر شبلنجی اپنی نور الابصار کے ص ۷۹ پر]

اپنی نادانیوں کو سنت سے دور کرو

ایک عورت کو حضرت عمر کے پاس لایا گیا جس نے عدت کے دوران ہی دوسرے شخص سے شادی کر لی تھی عمر نے اس عورت سے مہر لے کر بیت المال میں جمع کروادیا، اور ان دونوں کو جدا کر دیا، اور حضرت عمر نے حکم کر دیا کہ یہ دونوں ہرگز اکٹھے نہ ہوں، اور ان دونوں کو ڈنڈے مارے گئے، اور ان پر عقاب کیا گیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے ان سے کہا کہ جس طرح تم نے حکم صادر کیا، شریعت اسلامیہ میں اس طرح اس کا حکم نہیں ہے، کیونکہ وہ مرد جاہل اور نادان تھا، اس کو مسئلہ کا علم نہیں تھا، لہذا یہ کام نادانی کی وجہ سے اس سے سرزد ہوا ہے، یہ سزا اور ڈنڈوں کا مقام نہیں ہے، البتہ ان دونوں کو جدا کر دیا جائے، اور یہ عورت پہلے شوہر کی عدت پوری کرے، اور پھر دوسرے کی عدت کو پورا کرے، چونکہ اس دوسرے شخص نے اس سے ہم بستری کی ہے لہذا مہر اس کی طرف پلٹا دو، عمر نے حمد وثنائے الٰہی بجالانے کے بعد لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"اے لوگو! اپنی جہالتوں اور نادانیوں کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور کرو۔"

[سنن الکبری بیہقی ج۷، ص ٤٤١، ریاض النظرہ ج۲ ص ١٩٦، ذخائر العقبی ص ٨١ تذکرۃ البسط و ٨٧، مناقب خوارزمی ص ٥٧]

میرے گواہ رہنا کہ عمر نے ایک بہت بڑا اشتباہ کیا کہ ایک مسلمان کا حق مہر اس کی عورت سے لے کر بیت المال میں جمع کرادیا اور ان کو سزا دی، اور ان پر تازیانے

برسائے، میں اعتراف کرتا ہوں کہ اصل منبع ومصدر سنتِ رسول ﷺ ہے، اور اس حکم کو علی علیہ السلام سے دریافت کیا ہے۔ جب عمر بن خطاب خلیفہ بنے تو یہودی علماء کا گروہ ان کے پاس آیا اور انہوں نے کہا اے عمر! آپ چونکہ محمد ﷺ کے بعد لوگوں کے ولی امر ہیں، ہم آپ سے کچھ سوال کرنا چاہتے ہیں۔

اگر آپ نے جواب دے دیئے تو ہم سمجھیں گے کہ اسلام اور محمد ﷺ حق پر ہیں اور اگر آپ ولی امر مسلمین جواب نہ دے سکے تو ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ اسلام باطل پر استوار ہے اور محمد ﷺ پیغمبر نہیں ہیں!

عمر کہتے ہیں: جو تمہارے جی میں آتا ہے وہ پوچھو۔

کہنے لگے: ہمیں بتایئے کہ آسمان کے تالے اور چابیاں کہاں ہیں؟

ہمیں بتایئے کہ وہ کون سی قبر تھی جو اپنے مردے کو لے کر چل پڑی؟

ہمیں بتایئے کہ وہ کون سی چیز تھی جو اپنی قوم کو ڈرا رہی تھی جب کہ وہ نہ جنوں میں سے تھی اور نہ ہی انسانوں میں۔ ہمیں یہ بتایئے کہ وہ کون سی پانچ چیزیں ہیں جو زمین پر تو چلتی ہیں، البتہ وہ کسی رحم سے پیدا نہیں ہوتیں؟

راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمر سر کو پکڑ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے:

عمر کے لئے یہ عیب نہیں ہے کہ اگر کوئی اس سے سوال پوچھے اور وہ نہ جانتا ہو تو کہہ دے کہ میں نہیں جانتا ہوں۔

یہودی کہنے لگے، پس ہم گواہی دیتے ہیں کہ اسلام حق پر نہیں ہے اور محمد ﷺ پیغمبر نہیں ہیں!

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ یہ جملہ سن کر فوراً اٹھے اور ان یہودی علماء سے کہتے ہیں کہ ذرا حوصلہ کرو، اتنی جلدی حکم اور فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ابھی حقیقی

جانشین رسول ﷺ کو لاتا ہوں۔فوراً سلمان رضی اللہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔جلدی سے مشکل کشاء کے گھر پہنچے اور کہتے ہیں یا علی علیہ السلام! اسلام کی داد وفریاد پہنچو۔یا علی علیہ السلام! اسلام کی سلامتی کا مسئلہ ہے یہودی علماء خلیفہ کا مذاق اڑا رہے ہیں۔حضرت علی علیہ السلام سلمان رضی اللہ سے واقعہ پوچھتے ہیں کہ ہوا کیا ہے؟ سلمان رضی اللہ نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔حضرت علی علیہ السلام اس حالت میں مجلس میں وارد ہوتے ہیں جب کہ آپ کے دوشِ مبارک پر رسول اللہ ﷺ کی عبا تھی فوراً عمر اٹھتے ہیں،اور حضرت علی علیہ السلام کو ان یہودیوں کے سامنے بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں:

''یا ابا الحسن علیہ السلام! آپ میری ہر مشکل کو حل کرتے ہیں''۔

علی علیہ السلام اطمینان قلب سے یہودیوں کی طرف رخ انور کر کے کہتے ہیں کہ ''جو تم چاہتے ہو مجھ سے پوچھ لو کیونکہ پیغمبر ﷺ نے مجھے ہزار باب کی تعلیم دی ہے، اور ہر باب علم سے ہزار باب دوسرا پیدا ہوا ہے، (یعنی علی علیہ السلام کو پیغمبر ﷺ نے دس لاکھ باب کی تعلیم دی ہے)

انہوں نے نے دوبارہ ان سوالوں کو دہرایا۔

حضرت علی علیہ السلام ان کے جواب میں کہتے ہیں میں تمہارے سوالوں کے جواب دینے کے ساتھ ایک شرط لگاؤں گا، اور وہ یہ ہے کہ اگر میں تمہارے سوالوں کا جواب تمہاری تورات کے مطابق دوں، تو پھر تم حلقہ اسلام میں داخل ہو جانا۔کہنے لگے ہمیں قبول ہے۔

مشکل کشاء علیہ السلام علم کے دریا بہاتے ہوئے فرمانے لگے کہ آسمانوں کے تالے خدا کے ساتھ شرک ہے، جب کوئی مرد یا عورت مشرک ہوں تو ان کے اعمال میں کوئی بھی عمل اوپر نہیں جاتا، البتہ آسمانوں کی چابی خدا کی وحدانیت اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی

رسالت کی گواہی دینا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کے اس جواب پر یہودی ایک دوسرے کی طرف نگاہ کر کے کہنے لگے علی علیہ السلام درست کہہ رہے ہے۔۔

وہ قبر جو اپنے صاحب کو لے کر چل پڑی، وہ اس مچھلی کا شکم ہے کہ جس کے شکم میں حضرت یونس علیہ السلام تھے، اور وہ مچھلی ساتھ دریاؤں کو پار کر گئی، جب کہ حضرت یونس علیہ السلام اس کے شکم میں تھے ''وہ چیز جس نے اپنی قوم کو ڈرایا، نہ وہ جن تھی اور نہ ہی انسان، وہ چیونٹی تھی کہ جس نے اپنی قوم کی دوسری چیونٹیوں سے کہا:

یا ایھا النمل ادخلوا مسکنکم لا یحطمنکم سلیمان وجنودہ وھم لا یشعرون۔ [سور نمل آیت ۱۸]

''اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ، تا کہ سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تمہیں کہیں کچل نہ دے، جب کہ ان کے شعور میں نہ ہو۔''

''البتہ وہ پانچ چیزیں جو زمین پر چلتی ہیں اور کسی بھی رحم میں نہیں رہیں وہ یہ ہیں۔ آدمؑ، ہوا، شتر صالح، گوسفند ابراہیم علیہ السلام اور عصا موسیٰ علیہ السلام کہ جب وہ سانپ بن جاتا تھا تو وہ زمین پر چلنے لگتا تھا۔''

منبر سلونی کے خطیب، وارث علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کے جواب پر یہودی شرائط کے مطابق حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے، اور ان کی زبان پر ''شہادتین'' جاری ہو گئیں۔ اور انہوں نے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ:

''علیؑ تمام امت سے اعلم و افضل ہیں۔''

[کتاب الوانس ابو اسحاق ثعلبی ص ۲۳۲]

اس طرح کی بہت زیادہ داستانیں ہیں کہ حضرت عمر کے زمانہ میں اتفاق ہوا کہ

ان علماء یہود ونصاریٰ نے ان سے سوال پوچھے، خلیفہ مخمصہ کا شکار ہو گئے۔ ان تمام موارد کا ذکر کتب میں موجود ہے علی ابن ابی طالب علیہ السلام اسلام وقرآن اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع کے لئے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے، اور ان کو جواب سے قانع کرتے اور اس سے اکثر لوگ مسلمان ہو جاتے۔ اور یہ داستانیں مختلف کتابوں میں ذکر ہوئی ہیں۔ فعلاً ہم انہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

پانچواں مناظرہ

تو پھر علیؑ جانشین رسولؐ کیسے بنے؟

آج ہماری بحث شروع ہونے سے پہلے استاد پچھلی بحث پر گفتگو کرتے ہوئے کہنے لگے کہ جو تم نے حضرت علی علیہ السلام کے علم و دانش اور حکمت کے متعلق نقل کیا ہے کیا اس پر شیعہ و سنی ہر دو نے اتفاق کیا ہے؟ کہ کیا کوئی بھی حضرت علی علیہ السلام کے عالم ہونے کا منکر نہیں؟ بہر کیف آپ کا علم و دانش میں زیادہ ہونا اس امر کا باعث نہیں بنتا کہ آپ خلیفہ ہوں، اور دوسرے آپ کی پیروی کریں، کیا تم نے یہ نہیں کہا کہ ہر مشکل کے وقت خلفاء آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، اور حضرت عمر نے کئی مقامات پر گواہی دی ہے کہ علی علیہ السلام بہت بڑے دانش مند تھے، اور وہ آپ سے مدد طلب کرتے تھے۔ کیا حکومت اسلامی کو ہر قسم کے گزند سے بچانے کے لئے یہی کافی نہیں ہے؟ کیا ضروری ہے کہ ایک خلیفہ اور مسلمانوں کے حاکم کے لئے تمام احکام و مسائل کا جاننا ضروری ہو؟ وہ چاہتے تھے کہ ادارہ مملکت کو احسن طریقے سے چلایا جائے، اور اس کام کے لئے عمر کو کامیابی و کامرانی بھی ہوئی۔ البتہ آپ کا علی علیہ السلام کے علم و دانش کو بیان کرنا، اس سے آپ کی فضلیت اور بزرگی تو سمجھی جا سکتی ہے، لیکن یہ دلیل نہیں بنتی کہ آپ خلافت و حکومت اسلامی کے چلانے کے بھی زیادہ حق دار تھے؟

میں نے جواب دیتے ہوئے کہا: پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت فقط علم و دانش کے میدان میں منحصر نہیں ہے، بلکہ آپ کو تمام صفات اور کمالات

انسانی پر دوسروں پر برتری حاصل ہے، وہ نہ فقط علم میں بلکہ شجاعت، زہدو تقویٰ، پارسائی وورع، خیر خواہی، سخاوت غیرت، اور ایثار وغیرہ میں گویا، کہ آپ تمام صفات برجستہ الٰہی کا نمونہ تھے، اور آپ کو ان کمالات انسانی میں دوسروں سے برتری حاصل تھی۔ پروردگار عالم نے آپؑ میں وہ خوبیاں رکھی تھیں کہ جو دوسرے لوگوں میں وہ موجود نہ تھیں۔ وہ ایسی عظیم ہستی ہیں کہ جس کی حقیقت کو خدا اور اس کے رسولؐ کے علاوہ کوئی شناخت نہیں کر سکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب یہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت علیؑ ایک ایسے عظیم انسان ہیں کہ جن میں تمام کمالات، اخلاق اور صفات انسانی درجہ کمال تک پائی جاتی ہیں، اور آپ کو تمام امتِ مسلمہ پر برتری حاصل ہے۔ آپؑ امور مملکت اور سیاست کے میدان میں دوسروں کی نسبت ید طولیٰ رکھتے تھے آپؑ علم رسول ﷺ کے وارث تھے۔ آپؑ شہر علم پیغمبر ﷺ کے باب تھے۔ آپ اپنے بھائی اور رسول خدا ﷺ کے چشم کا نور تھے، آپؑ کا پیغمبر اسلام ﷺ نے کئی مقامات پر تعارف کروایا تھا کہ "لوگو! یہ علی علیہ السلام میرے بعد وصی، خلیفہ اور جانشین ہے" آپ کے خلیفہ رسول ہونے پر نصوص وارد ہوئی ہیں، کیا ان صفات و کمالات انسانی کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے والے انسان کو آپ جانشین مسند رسول ﷺ سے جدا رکھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! تیسری بات یہ ہے کہ عقل سلیم کا اٹل فیصلہ ہے کہ جس انسان کو دوسروں سے ہر میدان میں برتری حاصل ہو، اور خصوصاً طور پر علمی میدان میں اس کا کوئی ثانی نہ ہو تو پھر اس کو لوگوں پر حکومت وولایت کا حق ہے، کہ وہ حکومت اسلامی کی زمام پکڑے اور بنی نوع انسان کی رہبری ورہنمائی کرے۔

میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر حضرت علی علیہ السلام کی ولایت پر رسول اللہ ﷺ

کی نص موجود نہ بھی ہوتی ''کہ آپ حضرت علی علیہ السلام کو پانی جانشینی کے لئے مقرر نہ بھی کرتے'' تو پھر بھی اس عہدہ جلیلہ کے منصب کیلئے علم علی علیہ السلام کافی تھا کہ بزرگان قوم اور بڑے بڑے صحابہ کرام اٹھتے اور حکومت کی زمام علی علیہ السلام کے ہاتھ میں دے دیتے۔ کیونکہ خدا خود قرآن میں فرما رہا ہے:

قل هل يستوى الذين يعلمون و الذين لا يعلمون۔

''اے نبی کہہ دو، کہ کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟''

[سورہ زمر آیت ۹]

چوتھی بات یہ ہے کہ قرآن کریم کی نص موجود ہے کہ جو شخص اپنے علم سے لوگوں کی زیادہ راہنمائی کرے، لوگوں کو حق کی شناخت کروائے اور ان کو جہالت کی وادیوں سے ہر نکالے تو پھر وہ زیادہ مستحق ہے کہ لوگ اس کی اطاعت و پیروی کریں، تا کہ وہ لوگوں کی ہدایت و راہنمائی کر سکے۔ جیسے کہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد قرآن مجید میں موجود ہے۔

افمن يهدى الى الحق احق ان يتبع امن لايهدى الا ان يهدى فمالكم كيف تحكمون۔

پس ضروری ہے کہ لوگ آستانہ علیؑ پر جھکیں اور آپ کی اتباع و پیروی کریں، نہ کہ اس کے دروازے پر دستک دیں جو علم و دانش کا دعوے دار تو ہے لیکن اس کو حکم ''کلالہ'' کا بھی پتہ نہ ہو۔

یا لوگ اس سے ''وفكهة و ابا'' کا معنی پوچھیں اور اس کو ''ابا'' کے معنی کا علم نہ ہو۔

[سنن دارمی، ج ۲ ص ۳۶، تفسیر ابن جریر طبری ج ۶، ص ۳۰، جامع الكبر سیوطی ج ۶، ص ۲۰، تفسیر ابن کثیر ج ۱، ص ۲۶۰]

ان کتابوں اور حدیث کی دوسری کتابوں میں نقل ہوا کہ جب ابوبکر سے ''کلالہ'' کے متعلق پوچھا گیا کہ تمہاری اس کے متعلق نظر کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا میں اپنی رائے سے کہوں گا، اگر صحیح ہوئی تو خدا کی طرف سے ہوگی اور اگر غلط ہوئی تو یہ

میرا اشتباہ ہوگا، اور شیطان کی طرف سے ہوگا، خدا اور اس کے رسول ﷺ اس سے بیزار ہیں۔

کیا مسلمانوں کے خلیفہ کی نادانی احکام اور آیات قرآن کے متعلق اس طرح ہونے چاہئے، کیا وہ لوگوں کے مسئلے حل کرے گا؟

یا وہ یہ کہے کہ:

''خدا مجھ پر ایسی کوئی مشکل نازل نہ کرے جب علی علیہ السلام ہم میں موجود نہ ہوں۔ لوگ عمر سے زیادہ فقیہ ہیں چونکہ اہلِ بیت علیہم السلام نے رسول خدا ﷺ سے علم حاصل کیا ہے، گویا کہ ان آئمہ اہل بیت اطہار علیہ السلام نے خدا سے علم حاصل کیا اور ان کو تمام امور زندگی اور مسائل علمی پر یدطولیٰ حاصل ہے اور یہ اللہ کی مقرب ہستیاں دلیل و برہان کی زبان میں گفتگو کرتی تھیں اور تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ یہ عالم ودانا تھے۔ ان کو دین واستدلال اور علم وعمل پر سب سے فوقیت حاصل ہے، اور حکم عقل کے مطابق اس دولت مقدسہ کی اتباع و پیروی لازمی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام شہر علم رسول ﷺ کا باپ ہیں، کس میں جرات ہے کہ وہ اس کی طرح ہو؟

حضرت علی علیہ السلام کتاب وسنت میں سب سے زیادہ عالم ہیں، اور اس حقیقت آشکارا کا تمام اصحاب اور بزرگان قوم نے اعتراف کیا ہے، کیا ایسے شخص کو خانہ نشین ہونے پر مجبور کیا جائے؟ اور دوسرے لوگوں کو جن کا علم نہایت ہی کم ہے۔ اور جنہوں نے وقتاً فوقتاً اپنی کم علمی کا اظہار کیا ہے، ان کو لوگوں پر مسلط کر دیا جائے اور وہ لوگوں پر حکومت کریں؟

کون عقل مند اس فیصلہ کو قبول کرے گا؟

آپ اس کو چھوڑیئے خود حضرت نے کھلا اعتراف کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہم میں بہتر فیصلہ اور قضاوت کرتے ہیں۔

[حلیۃ الاولیا ج ۱، ص ۲۵ طبقات ابن سعد ص ۴۵۹، ۴۶۰، ۳۶۱،اور ۸۶۰ استیعاب ج ۴ ص ۳۸ تاریخ ابن عساکر ج ۲،ص ۳۲۵ الریاض النظرہ ج ۲، ص ۱۹۸ اور ۲۴۴ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۱۵]

ابوبکر سے سوال کیا کہ، وفاکہۃ واباً" سے "رب" کے معنی کیا ہیں؟

تو اس نے جواب دیا کہ یہ ہے آسمان مجھ پر سکینہ کرے اور زمین کو مجھ سے ہٹالیا جائے۔ کہ خدا کی کتاب کے متعلق ایک چیز ہے اور اس سے مجھے اطلاع نہ ہو۔

[تفسیر قرطبی ج ۱ص ۲۹،کشاف زمحشری ج ۳، ص ۲۵۳،دارالمنشور سیوطی ج ۶ ص ۳۱۷ تفسیر ابن کثیر، ج ۱،ص ۵]

یعنی حضرت عمر نے فقط حضرت علی علیہ السلام کے علم کا اعتراف نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے آپ کے حکومت چلانے اور فیصلہ کرنے کے انداز وروش کا بھی اعتراف کیا ہے۔ وہاں پر ایک مرد بھی موجود نہ تھا کہ جو عمر کو کہتا جب کہ فیصلہ اور قضاوت تم سے بہتر کرتا ہے تو پھر تم کس لئے لوگوں پر حاکم وقاضی مقرر ہو گئے ہو؟

کیا کوئی ایسا بھی شخص ہے کہ جو جانتا ہو اور کوئی ایسا بھی شخص ہے جو نہ جانتا ہو کہ یہ دونوں مساوی نہیں ہیں؟

پانچویں بات یہ ہے کہ ہم ایک مرتبہ عام حکومتوں کے متعلق بحث کرتے ہیں اور ایک دفعہ خلافت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حکومت الٰہی کے متعلق بحث کرتے ہیں تو یہاں پر ہر کوئی قائم مقام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بن سکتا۔ یقینی طور پر علم ودانش کے لحاظ سے قائم مقام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں پر فوقیت حاصل ہو، تاکہ وہ مشکل وقت میں سنبھالا دے سکے، اور واقعاً پیغمبر کی کرسی پر بیٹھا ہوا جچتا ہو، کیونکہ یہ بہت بڑا عہدہ ہے، اس میں کسی قسم کا نقص

وعیب نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کوئی خود ہی مقام رسول ﷺ پر بیٹھ جائے، کیا موردِ اطمینان ہے کہ وہ لوگوں کی مشکلات کو دور کر سکے گا' ان کو کتاب وسنت کے متعلق جواب دے سکے گا؟ کیونکہ حضرت علی علیہ السلام ہر وقت ان کی مجلس میں حاضر ہونے سے قاصر ہیں کہ آپ لوگوں کے سوالوں کا جواب دیں، اور حضرت علی علیہ السلام لوگوں کی مشکلات کو حل کر سکیں۔ اور اسلام کو خطرات سے نکال سکیں......؟

چھٹی بات یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی بالاترین فضیلت اور دوسروں پر برتری کی دلیل وہی مولا علی علیہ السلام کا علم ودانش ہے، میرا عقیدہ ہے کہ لامتناہی سرچشمہ علم الٰہی سے جتنا فیض حاصل کرلو یہ کبھی خشک نہ ہوگا، کیونکہ یہ منبع اصلی سے متصل ہے، اور تمام امت کا حضرت علی علیہ السلام کی اس عظمت اور برتری پر اجماع ہے، اس ہستی نور کو سب اعلم وافضل سمجھتے ہیں۔ تو پھر حضرت علی علیہ السلام سے بڑھ کر خلافت کا سزاوار کون ہوسکتا ہے؟

یہ روایت اہل سنت کی کتابوں میں مختلف طریقہ سے وارد ہوئی ہے جب کہ حضرت رسول خدا ﷺ، علی علیہ السلام کو اپنا وارث وجانشین سمجھتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام پوچھتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ! میں آپ سے کون سی وراثت پاؤں گا؟

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ماورث الانبیاء من قبلی۔

''وہ چیز مجھ سے پہلے انبیاءؑ نے ارث حاصل کیا۔''

حضرت علیؑ پوچھتے ہیں کہ آپؐ سے پہلے انبیاء نے کیا ارث حاصل کیا۔ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ

کتاب اللہ وسنۃ نبیھم۔

''اللہ کی کتاب اور انبیاء کی سنت۔''

[حاکم مستدرک نے ج۳، ص ۲۲۶ میں جب اس حدیث کو نقل کیا، تو اس نے وضاحت کی کہ اس میں اختلاف نہیں ہے کہ چچا کا بیٹا اپنے چچا زاد سے وراثت نہیں پاتا ہے، اور اس مین اجماع اصحاب موجود ہے کہ علیؑ نے پیغمبرؐ سے علم وراثت میں حاصل کیا ہے، اور اس کے علاوہ اس وراثت میں کوئی شریک نہیں]

اسی وجہ سے سخن علی علیہ السلام درست اور صحیح ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ

والله انی لا خوه ووليه وابن عمه ووارث علمه، فمن احق به منی۔

"خدا کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کا بھائی، ولی، چچا کا بیٹا، اور اس کے علم کا وارث ہوں، پس وہ کون ہے جو مجھ سے زیادہ اس کا سزاوار اور لائق ہو۔"

[خصائص نسائی، ص ۱۸ . مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۲۶]

ساتویں بات یہ ہے کہ آپ کے علم و فضل اور خلافت کے حق دار ہونے پر معروف و مشہور اہل علم حضرات کے درمیان حدیث متواتر دلالت کرتی ہے کہ

انا مدينة العلم وعلی بابها۔

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔"

یہ حدیث رسول مقبول ﷺ کی اعلمیت کی بزرگ ترین دلیل ہے اور حضرت علی علیہ السلام تمام لوگوں سے زیادہ دانا تھے، اور یہ حضرت علی علیہ السلام کی پیروی اور اتباع پر واضح و روشن دلیل ہے، جب کہ دوسرے لوگ اس سے محروم ہیں اور رسول ﷺ کی مشہور حدیث کے اصل متن میں یہ بھی ذکر ہوا ہے کہ

فمن اراد المدينة فليأتها من بابها۔

"پس جو شخص بھی شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ علم کے شہر کے دروازہ سے ہو کر آئے۔"

یعنی مجھ تک پہنچنے کے لئے علی علیہ السلام کا وسیلہ ضروری ہے، پس جو شخص چاہتا ہے کہ وہ مجھ تک رسائی حاصل کرے، اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنا وسیلہ حضرت علی علیہ السلام کو قرار دے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے مقام پر دوسرے لفظوں میں حضرت علی علیہ السلام کی عظمت ومنزلت بیان فرماتے ہیں۔

ان مدینة العلم وانت بابها۔ کذب من زعم انه یدخل المدینة بغیر الباب، قال الله عزوجل: واتواالبیوت من ابوابها۔

''میں علم کا شہر ہوں اور تو اس کا دروازہ ہے، اور وہ شخص جھوٹ بولتا ہے کہ جو شہر میں بغیر دروازہ کے داخل ہونے کا گمان کرتا ہے، کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ تم گھروں میں دروازوں سے داخل ہو۔''

اس روایت کو کئی طریقے سے بڑے بڑے اصحاب نے من جملہ ابن عباسؓ، حذیفہؓ، سعید بن جبیرؓ اور جابر بن عبداللہؓ سے نقل کیا ہے اور اہل سنت کی معتبر کتابوں میں سو موردسے بیان کیا گیا ہے۔ اور اس حدیث میں کسی قسم کا شک وشبہ ہی نہیں ہے۔

اس حدیث کو جن شخصیات نے کئی بار ذکر کیا ہے، من جملہ ایک احمد بن حنبل ہیں کہ جو اپنی کتاب مناقب میں، حاکم نے مستدرک میں، ترمذی نے جامع الصحیح ترمذی میں، طبری نے تہذیب الآثار میں، طبرانی نے معجم الکبیر میں، خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں، ذھبی نے تذکرہ میں، ابن اثیر نے اسد الغابہ میں، ابن جوزی نے تذکرہ میں، کنجی شافعی نے کفایہ میں، ہیثمی نے مجمع الزوائد میں، ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التھذیب میں اور لسان المیزان میں، ابن صباغ مالکی نے فصول المھمہ میں، جلال الدین سیوطی نے جامع الصغیر میں اور کئی دوسری کتابوں میں۔

آٹھویں دلیل حضرت علی علیہ السلام کے اعلم ہونے اور حکومت کے مستحق ہونے کی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ زیادہ احادیث ہیں کہ جو ہم تک مختلف مضامین سے پہنچی ہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید کی ہے کہ لوگوں میں سے عالم کو تقدم حاصل ہے اور اسی طرح اعلم کو دوسرے تمام لوگوں پر برتری حاصل ہے۔

اور روایت میں موجود ہے کہ آپ نے فرمایا:

من دعا الناس الی نفسه وفیهم من هواعلم منه،
لم ینظر الله الیه یوم القیامة۔[1]

[دوسری روایت میں بڑی شدت اور سختی سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص بھی مسلمانوں پر حکومت کرے، اس کو چاہئے کہ وہ دیکھے کہ لوگوں میں سے کوئی اس سے افضل وبرتر موجود ہے۔ تو پھر اس نے خدا اور رسولؐ اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے]

"جس نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی، جب کہ لوگوں میں اس سے اعلم لوگ موجود ہیں تو خداوند تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف ہرگز نہیں دیکھے گا۔"

صحیح بخاری ج۹، ص۸۰، میں ایک اور روایت بیان کی گئی ہے، کہ "باب مایکرہ من الحرص علی الامارۃ" میں نقل ہوا کہ

ما من وال یلی رعیة من المسلمین فیموت وهو غاش لهم الاحرم الله علیه الجنة۔

"کسی بھی حاکم ووالی نے مسلمانوں کے گروہ پر حکم نہیں کیا، علاوہ اس کے اس نے ان سے خیانت کی، اور وہ اس حالت میں مر جاتا ہے، تو خداوند تعالیٰ نے اس کے لئے بہشت کو حرام قرار دیا ہے۔"

اتفاق کی بات ہے، کہ حضرت علی علیہ السلام کو تمام اصحاب ''شیخین'' سمیت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکابروں پر علم و دانش میں برتری حاصل تھی، آپ تمام سے اعلم اور دانش مندتر تھے، یہاں تک کہ حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ:

علی اعلم الناس بالسنة۔

[استیعاب، ج۳، ص ۴۰ درحاشیه اصابه، ریاض النظره ج ۲ ص ۱۹۳، مناقب خوارزمی ص ۵۴، صواعق المحرقه ص ۷۶، تاریخ الخلفا ص ۱۱۵]

حضرت علی علیہ السلام تمام بڑے لوگوں سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں اعلم تھے۔

قرآن مجید کے بہت بڑے بزرگ مفسر ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ

والله لقد اعطی علی بن ابی طالب تسعة اعشار العلم، وایم الله لقد شار ککم فی العشر العاشر۔

[استیعاب ج ۳ ص ۴۰ ریاض النظرج ۲، ص ۱۹۴، مطالب السئوول ص ۳۰]

''خدا کی قسم حضرت علی علیہ السلام کو علم و دانش کے دس حصوں میں سے نو حصے ۹/۱۰ تقسیم کیے گئے، اور خدا کی قسم وہ باقی دسویں حصے میں بھی، تمہارے ساتھ شریک ہیں۔''

بڑے بڑے اکابر و بزرگ اصحاب نے وقتاً فوقتاً اس حقیقت کا واضح اقرار کیا ہے، جیسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ' ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ وغیر۔

اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا غلیظ ترین دشمن بھی حضرت علی علیہ السلام کے فضائل سے انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت علی علیہ السلام کے دشمن معاویہ کو جب پتہ چلا کہ حضرت علی علیہ السلام شہید ہو گئے ہیں۔ وہ معاویہ جس کے جسم میں خون کی جگہ خاندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی گردش کرتی تھی۔ وہ بھی اس کو علم اور بینازہ نور کی حقیقت سے

انکار نہ کرسکا، اور کہنے لگا:

''ابوطالب علیہ السلام کے بیٹے کی وفات کے ساتھ ہی علم ختم ہوگیا۔''

نویں دلیل سورہ بقرہ کی آیت ۲۴۷ ہے کہ جب بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر پر اعتراض کیا کہ ہم پر طالوت کو حاکم کیوں بنایا گیا ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جواب میں اولاً یہ کہا کہ وہ سمجھ جائیں کہ میں نے حاکم کو متعین نہیں کیا، بلکہ پروردگار عالم نے ان کو متعین کیا ہے، تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ حاکم اور والی مسلمین خدا کی طرف سے متعین کیا گیا ہے۔

ثانیاً ان کو معلوم ہو جائے کہ اسے ان پر برتری وفضیلت حاصل ہے، کیونکہ ان میں علم زیادہ پایا جاتا تھا، اور اسی طرح شجاعت وغیرہ کا درجہ دوسروں کی نسبت زیادہ تھا۔ لہٰذا ان کے ان کمالات کی وجہ سے خدا نے تم پر اس کو مسلط کیا ہے۔

وقال لهم نبيهم ان الله قدبعث لكم طالوت
ملكا قالوا انى يكون له الملك عينا ونحن احق
بالملك منه ولم يوت سعة من المال، قال ان الله
اصطفاه عليكم وزاده بسطة فى العلم والجسم
والله يوتى ملكه من يشاء والله واسع عليم۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ انہوں نے طالوت علیہ السلام پر اعتراض کیا کہ ان کے پاس روپے پیسے زیادہ نہیں ہیں۔ وہ مثلاً اجتماعی شخصیت نہیں رکھتے، پس وہ ہم پر حکومت کرنے کا استحقاق نہیں رکھتے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جواب میں کہا کہ خداوند تعالیٰ کا اس کو دوسرے لوگوں پر فضیلت وبرتری دینا اور ان کو تم پر حاکم قائم کرنا اس کی فقط وجہ یہی ہے کہ خدا نے ان کو علم وشجاعت فراواں عطاء کی ہے، پس طالوت کے حاکم ہونے کی اغلب دلیل ان کا علم تھا، اور اس کمال کی وجہ سے انہیں لوگوں پر حاکم مقرر کیا گیا۔

اور یہ بہترین اسلحہ ہے، کیونکہ جس کے پاس کمال علم ہوگا وہ دوسروں کی نسبت امورِ مملکت کو احسن طریقے سے چلا سکتا ہے۔ وہ معاشرے کے مسائل ومشکلات اور مصالح ومفاسد سے زیادہ آگاہ ہوگا، اور لوگوں کی مشکلات کو بہتر انداز میں حل کر سکے گا، لہٰذا جامعہ اس کے علم وفضل سے رو بہ ترقی ہوگا، اور معاشرہ ترقی وخوشحالی کی راہ پر گامزن ہوگا، اور نہ اس کی مانند جس شخص کے پاس علم وفضل تو نہیں ہے، اور لوگوں پر طاقت اور تلوار کے بل بوتے پر حکومت کرے۔ اصلاً خدا حاکم کو متعین کرے نہ کہ لوگ، یہ کیا بات ہوئی کہ چند لوگ اکٹھے ہو جائیں اور ایک کو اپنا حاکم منتخب کر لیں، اور اس کے بعد لوگوں سے زور کے ساتھ بیعت لیں، علم وفضل نام کی چیز ان کے پاس نہ ہو، اور بعد میں اسلام کیلئے باعث ندامت ہوں؟

استاد! میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارے کلام کو قطع کروں، کیونکہ تم اچھے مطالب کو پیش کر رہے ہو، البتہ ایک جملہ کی طرف جو تم نے اشارہ کیا ہے، اس کی طرف میرا ایک اعتراض ہے۔

آپ کی گفتگو کا اشارہ سقیفہ کی طرف ہے، لیکن سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع میں مہاجرین وانصار کے بڑے بڑے بزرگ موجود تھے، اور ان سب نے ابو بکر کو خلیفہ چنا۔ ہماری بحث حضرت ابو بکر کی افضیلت واعلمیت کے بارے میں نہیں ہے کہ وہ ایک دانش وبینش والے شخص تھے۔ البتہ چند خصائل میں ان کو دوسروں پر برتری حاصل تھی۔ من جملہ وہ سب سے پہلے ایمان لائے اور وہ یار غار تھے۔ شاید اس کے علاوہ بھی آپ کے اندر کمال ہوں، جن سے سقیفہ کا حباب آگاہ ہوں، جن کی وجہ سے وہ دوسروں کی نسبت اس خلافت کے زیادہ مستحق وسزاوار ہوں اور یہ بھی بعید نہیں ہے کہ اگر علی علیہ السلام اس اجتماع میں شرکت کرتے، تو آپ مستحق ٹھہرتے، اس کا کیا علم؟

استاد کے اعتراض کے ساتھ ہی کلاس کی گھنٹی بج گئی اور ہماری آج کی بحث تمام ہوئی ہے اور اس بحث کو اگلی میٹنگ پر موقوف کر دیا گیا۔

سقیفہ میں کیا ہوا؟

میں نے اس موضوع پر کاملاً تیاری کر رکھی تھی، اور میں نے اس موضوع سخن پر قبلاً کئی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوا اور خصوصی طور پر مرحوم امینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب ''الغدیر'' کا اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کر رکھا تھا اور میں نے خداوند تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے محمدؐ و آل محمدؑ کی مدد سے بحث کا اس طرح آغاز کیا:

آپ کا ابھی اعتراض باقی تھا، اور آپ نے اپنے اعتراض میں چند نکات کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ ان میں ہر نکتے پر بحث کرنے کی ضرورت ہے، اور ہر ایک کا جداگانہ مطلب ہے، من جملہ ان میں سے فضائل حضرت ابوبکر دوسروں پر خلافت میں ان کا مقدم ہونا۔ اور دوسروں کو شوریٰ کا منتخب کرنا، ابوبکر کو خلافت کے لئے منتخب کرنا، اور دوسری بات یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سقیفہ میں موجود نہ تھے وگرنہ ممکن تھا کہ ان کا انتخاب کیا جاتا؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اگر سقیفہ میں موجود نہ تھے تو وہ کہاں تھے؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اس وقت کہاں مصروف تھے؟ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کو کتنے گھنٹے ہوئے تھے کہ انہوں نے سقیفہ میں اجتماع کر دیا؟

ایک کامل و اکمل انسان کا جنازہ بغیر غسل و کفن کے پڑا ہوا تھا؟ ایک عظیم انسان کے جنازے کو کفن دفن نہ کیا گیا تھا۔

کس طرح ان اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ کو خالی چھوڑ اور

سقیفہ میں جمع ہو گئے؟ کیا جنازہ رسول ﷺ کا دفن کرنا ضروری تھا یا سقیفہ میں اقتدار کی کرسی پر براجمان ہونے کے لئے اجتماع کرنا ضروری تھا؟ کیا رسول ﷺ کا ان کے دلوں میں یہی احترام تھا؟ یا ان کے اہداف میں فقط حصول اقتدار تھا؟

کیا حضرت علی علیہ السلام جیسے عظیم انسان کے لئے یہ ممکن تھا کہ وہ اپنے بھائی، چچا کے بیٹے، اور ایک عظیم انسان کے جنازے کو چھوڑ کر ان کے ساتھ سقیفہ میں چلے جاتے؟ اور خلافت کے مسئلہ پر لڑائی جھگڑا کرتے؟ کیا یہ خاندانِ علی علیہ السلام (اہل بیت) کے لئے یہ غم کوئی کم تھا، کہ حضرت علی علیہ السلام اس کا تحمل کر سکتے، اور اقتدار کی کشمکش کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے؟

کیا حضرت علی علیہ السلام اس سازشی اجتماع میں شرکت کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے، کہ آپ اس نازک وقت میں زمام حکومت سنبھالنے کے پیچھے بارے بارے پھرتے؟

دوسری بات جو واضح اور مسلم ہے کہ سقیفہ کی پلاننگ پہلے ہی کی گئی تھی اور اس کا پہلے ہی پروگرام مرتب کیا گیا تھا، اور جمعرات کے روز حضرت عمر چند اصحاب کے ہمراہ مجلس پیغمبر ﷺ میں داخل ہوئے تھے۔ اور وہاں پر پیغمبر اکرم ﷺ نے ان سے قلم و دوات مانگا، تاکہ آپ ان کے لئے ایک تحریر چھوڑ دیں کہ امت مسلمہ آپ کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو۔ عمر نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے "آداب مجلس رسول ﷺ کے خلاف کہا کہ یہ ہذیان بک رہے ہیں ﴿نعوذ باللہ من ذالک﴾ ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے۔

یہ عمر نے اس روز رسول ﷺ کی محفل میں گفتگو کی جب مسلمانوں پر مصیبت ٹوٹ پڑی تھی، اور رحمت دو جہاں کا انتقال ہونے والا ہے۔ ان کی سازش کا پول تو اس روز ہی واضح ہو گیا تھا، کہ انہوں نے اس سلسلہ میں علیحدہ میٹنگیں کر کے ایک سازش

تیار کر رکھی تھی، چونکہ عمر دوسروں کی نسبت گفتگو کرنے میں زیادہ جرأت مند تھے، لہٰذا انہوں نے اپنے منصوبہ کا اظہار دبے لفظوں میں کر دیا تھا۔

بہرکیف میں نہیں چاہتا کہ سقیفہ کو تاریخی تناظر میں دیکھوں اور اس کی آپ کے سامنے تحقیق بیان کروں، اور میں اصلاً منفی بحث کرنے سے کنی کتراتا ہوں، چاہے آپ ہوں یا کوئی اور ہو۔ حضرت علی علیہ السلام اور خاندانِ اہل بیت علیہم السلام کی صفات مثبت اور برجستہ فضائل بیان کرنے کا حامی ہوں، کہ جن کا تذکرہ کتاب خدا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود ہے، اور یہ دونوں اہل بیت علیہم السلام کے فضائل و کمالات سے بھری پڑی ہیں اور ہم لوگوں کی توجہ امر ولی مسلمین اور رہبری کے لئے ان صفات حسنہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں، اور ہم دوسروں کی نفی کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، البتہ میں یہاں پر مجبور ہوں کہ آپ نے یہاں اس بحث سقیفہ کو مطلع کیا ہے۔

وَمَا اَدْرَاكَ مَا السَّقِيفَه؟

"سقیفہ سے امت کا شیرازہ بکھرا"۔

فتنہ و فساد اور سازشی جگہ، اسی جگہ سے مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد کی بنیاد رکھی گئی۔ اس مقام سے فتنہ و اختلاف کی آگ امت مسلمہ کے درمیان سلگائی گئی...... جس کی چنگاریاں آج تک مسلمانوں کے درمیان شعلہ زن ہیں۔ خدا گواہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان آج جتنے اختلافات، کدورتیں، قتل و غارت، دنگا وفساد، مار پیٹ اور دشمنیاں جنم لے رہی ہیں یہ سقیفہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کا نتیجہ ہیں۔ آج

مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں، ہر فرقہ دوسرے فرقہ کے مسلمانوں کو قتل کرنا باعث ثواب سمجھتا ہے۔ اور پورا عالم اسلام سقیفہ کے اٹھے ہوئے شعلوں کی لپیٹ میں آچکا ہے، کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ نے مختلف مقامات پر بحکم پروردگار نص قرآنی کے ذریعہ اپنی جانشینی وخلافت کے لئے حضرت علی علیہ السلام کو چن لیا تھا، اور آپؐ نے خلافت الٰہی کا کئی جگہوں پر لوگوں کے سامنے اعلان فرمایا تھا، لیکن مسلمانوں نے احکامات خداوند اور رسول ﷺ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سقیفہ میں اجتماع کرلیا، اور ان لوگوں نے رسول ﷺ کی زندگی میں مخفیانہ پروگرام بنایا تھا، لہٰذا انہوں نے موقع پر اس کا اظہار کیا اور حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنالیا۔

اور یہ ہنسنے والی بات ہے کہ سقیفہ کے گٹھ جوڑ میں چہ جائے کہ شرکاء جلسہ کی آراء کو سنا جائے اور اس پر غور کیا جائے، طے شدہ منصوبے کے مطابق ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ خلیفہ بن جائے اور زمام حکومت اس کے ہاتھ میں آجائے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر خلافت کی گیند کو ایک دوسرے کی طرف پھینک رہے تھے۔ وہ ان سے کہہ رہے تھے کہ تم مسلمانوں کے خلیفہ ہو، کیونکہ تم سب سے پہلے ایمان لائے ہو لہٰذا تم زیادہ حقدار ہو، اور حضرت ابوبکر کہہ رہے تھے کہ تم میں خلافت کی صلاحیت دوسروں سے زیادہ ہے، اور میں اس کار کو سرانجام نہیں دے سکتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اجتماع سے پہلے ان دو کے درمیان خصوصی میٹنگ ہو چکی تھی، اور شاید ان کے ساتھ ابوعبیدہ بھی تھا۔ انہوں نے اس کے متعلق پورا منصوبہ بنا رکھا تھا اور اب یہ لوگ ادھر اُدھر کی بحث جان بوجھ کر کر رہے تھے، اور یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کی طرف گیند پھینک رہے تھے، اور ابوعبیدہ لوگوں کا رخ ان کی طرف طے شدہ منصوبے کے مطابق موڑ رہا تھا، اور لوگوں کو ان کی طرف

دعوت دے رہا تھا۔ [تاریخ طبری، ج ۳، ص ۱۹۹]

دوسری طرف حضرت علی علیہ السلام اور خاندان بنی ہاشم اس عظیم مصیبت پر ماتم کر رہے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر سوگ میں ڈوبا ہوا تھا، ہر طرف سے رونے، بین کرنے اور ماتم کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں، اور سارے اہل بیتؑ سید الانبیاء کے تجہیز و تکفین میں مشغول تھے۔

[سيدة ابن ہشام ج ٤، ص ٣٣٦، رياض النظر وج ١، ص ١٦٣]

"شیخین" نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل و کفن اور جنازہ میں شرکت بھی نہ کی، یعنی انہوں نے مراسم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شرکت کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی؟

[طبقات ابن سعد، ص ٧٨٧]

البتہ اس میٹنگ میں بعض مہاجرین، انصار اور بعض قریشیوں نے مخالفت کی تھی، لیکن بعض کی زبان لالچ اور طمع دے کر بند کروادی۔ اور بعض کو ڈرا دھمکا کر خاموش کروالیا گیا، اور دوسرے لوگوں نے میٹنگ کے بعد چپ سادھ لی، جو بھی ان کے خلاف کوئی صدا بلند کرتا یہ لوگ اس کے خلاف تندی اور خشونت سے پیش آتے، جیسے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، نے ان کے خلاف قیام کیا، اور وہ چاہتے تھے کہ لوگوں کے سامنے حقائق کو پیش کریں، تا کہ لوگوں کو حقائق سے آشنائی ہو جائے تو انہوں نے ان کے سینہ کو بری طرح زخمی کر دیا، اور ان کو گفتگو کرنے سے روک دیا، اسی طرح "حباب بن منذر رضی اللہ عنہ" کی ناک کو توڑ دیا، اور سب سے جو برا کام ہوا وہ یہ کہ انہوں نے دختر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "بتولؑ" کے گھر پر دھاوا بول دیا۔ یہ وہی خانہ بتولؑ تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے پہلے اس گھر میں جاتے اور آیت تطہیر کی تلاوت کرتے اور

آپ اہل خانہ سے ارشاد فرماتے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا(قوموا الى الصلوٰة يرحمكم الله)۔

''اے اہل بیتؑ! اللہ نے ارادہ کر رکھا ہے کہ تم کو جس سے دور رکھے جیسے دور رکھنے کا حق ہے''۔ (نماز کے لئے آٹھ جاؤ اللہ تم پر رحم کرے)

[صحیح ترمذی ج۵، ص ۳۵۲، درالمنشور سیوطی ج۵، ص ۱۹۹، مسند احمد بن حنبل ج۳، ص ۲۵۹، تفسیر طبری ج ۲۲ س ۶، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹۲]

اور اس گھر میں تو فرشتگانِ مقرب الٰہی کی آمد و رفت ہوتی تھی، اس گھر میں تو رسول خداؐ اجازت کے بغیر اندر داخل نہ ہوتے تھے، اس گھر میں تو عزرائیل فرشتہ بھی بتولؑ کے اذن سے داخل ہوتا تھا، اس گھر میں تو وحی نازل ہوتی تھی، اس گھر کا فرشتے طوائف کرنا ثواب سمجھتے تھے، اس گھر کے فرشتے نوکر تھے، لیکن ہائے افسوس آج اسی گھر میں دختر رسول ﷺ کو مسلمانوں کی طرف سے دھمکی دی جاتی ہے۔ آپؑ کے گھر کو آگ لگا دی جاتی ہے آج رسولؐ کے چند اصحاب رسول ﷺ کی بیٹی کو اذیت پہنچا رہے ہیں، ایسا کیوں؟ صرف اس لئے کہ رسول ﷺ زادی سے یہ لوگ بیعت کا مطالبہ کر رہے تھے، یہ اپنی ظاہری خلافت پر خاندانِ رسول ﷺ کی حمایت چاہتے تھے؟

حیرانی کی بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے خود حضرت عمر کو اس لئے بھیجا تھا کہ اگر وہ بیعت نہیں کرتے تو ان سے سختی سے نبٹا جائے۔

حضرت عمر بتولؑ کے دروازہ پر سلگتی ہوئی لکڑیاں لاتے ہیں، اور ان کی خواہش ہے کہ دروازۂ بتولؑ کو جلا دیں، ایک آواز بلند کر کے کہتا ہے کہ اے رسول ﷺ کی بیٹی! ''بیعت کے لئے گھر سے نکل کھڑی ہو، وگرنہ تیرے گھر کو جلا دوں گا'' ایک شخص

نے ان سے کہا:

اے عمر! یہ تو فاطمہ علیہا السلام کا گھر ہے؟

عمر نے جواب دیا! تو پھر کیا ہے، ہوتا ہے تو ہوتا رہے!

[تاریخ طبری ج۳، ص۱۹۸، الامامة والسیاسة ابن قتیبه ج ۱ص ۱۳ اعلام النساء ج۳، ص ۱۲۰۵، شرح ابن ابی الحدیدج۱،ص ۳٤]

اس وقت پارۂ جگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زہراء سلام اللہ علیہا اس کو مخاطب کر کے فرماتی ہیں۔ اے خطاب کے بیٹے! کیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہمارے گھر کو آگ لگائے گا؟

عمر کہتا ہے: جی ہاں! یا تم امت کے ساتھ بیعت کے معاملہ میں شرکت کرو۔

[عقد الفرید ج ۲،ص ۲۵۰، تاریخ ابو الفداء ج ۱، ص ۱۵٦، اعلام النساء ج ۳ص ۱۲۰۷]

عمر کی اس دھمکی اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زادی کے ساتھ سخت کلام نے بتولؑ کے دل کو زخمی کر دیا، اسی وقت بتولؑ نے زخمی دل سے دردناک اور مظلومانہ فریاد بلند کی:

اے بابا! اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دیکھو کہ تیری وفات کے بعد ابوبکر اور عمر نے تیری بیٹی پر کس طرح ظلم کیے ہیں؟

[الامته والیساسته، ج۱ص ۳۱، اعلام النساء ج۳، ص ۱۲۰٦، شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص ۱۳٤]

استاد: تمہارا یہ کہنا کہ لوگوں نے غدیر خم کے علاوہ بھی کئی موقعوں پر دیکھا کہ رسول اللہؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو ان کے سامنے اپنے وصی و جانشین کا اعلان کیا، بلکہ حضرت نے کئی دفعہ اعلان کیا کہ میرا جانشین، وصی اور ولی ہے۔ یہ لوگ کہاں تھے؟ انہوں نے اقدام کیوں نہ کیا؟

میں نے عرض کیا ہے کہ بعض لوگوں نے تو اسی محفل میں ہی اور بعض نے دوسری جگہوں پر اعتراض کیا، اور انہوں نے خودداری کا ثبوت دیتے ہوئے ان کی بیعت نہیں کی، بلکہ ان کی ہمدردیاں اہل بیتؑ کے ساتھ تھیں، لیکن جب عمر نے تلوار کے زور پر لوگوں سے بیعت لینی چاہی، اور لوگوں کو ہر طرح کی دھمکی دی، جب خانہ بتولؑ پر آگ لگادی اور جب علی بن ابی طالب علیہ السلام کو زبردستی گھر سے نکالا گیا، اور آپ کو دست بستہ مسجد میں داخل کیا گیا، اور آپؑ سے زبردستی بیعت کا مطالبہ کیا گیا، اور آپؑ نے ان کے جواب میں کہا:

''اگر بیعت نہ کی تو پھر کیا ہوگا''؟

آپ سے کہا گیا، کہ خدا کی قسم! آپ کی گردن اُڑادی جائے گی!

حضرت علی علیہ السلام نے کہا: یعنی خدا کے سچے بندے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی کی گردن اڑادی جائے گی!؟ اور بڑی بڑی شخصیات مقداد رضی اللہ عنہ، سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حباب بن منذر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے حضرت علی علیہ السلام کے مقام کا دفاع کرتے ہوئے مار کھائی اور ان عظیم شخصیات پر ڈنڈے برسائے گئے۔ اور ان کو قتل کی دھمکی دی گئی، لوگ کیسی قدرت رکھتے تھے، کہ ان پر اعتراض کریں۔

اصل میں حضرت عمر نے لوگوں کو اس قدر وحشت زدہ اور مضطرب کر دیا تھا، کہ واقعہ سقیفہ کو مدت گزر جانے کے بعد خود کہتے ہیں:

انها كانت فلتة، وقى الله شرها۔

[صحيح بخاری، ج ۱۰ ص ٤٤، مسند احمد ج۱، ص ٥٥، تاريخ طبری ج۳، ص ۲۰۰ سيره ابن ہشام ج٤، ص ۳۳۸، کامل ابن اثير ج۲، ص ۳۵، سيره حلبيه ج۳، ص ۳۸۸، صواعق المحرقه، ص ٥، انساب بلاذری ج٥، ص ۱۵، رياض النظره ج۱، ص ۱٦۱ نهايه ابن اثير، ج ۳ ص ۲۳۸]

"خلافت ابوبکر ایک ناگہانی اور بے فکری تھی، خداوند تعالیٰ نے اس کے شر سے ہمیں بچالیا۔"

دوسرے مقام پر اس عمل کی قباحت کا اعلان کرتے ہیں، کہ جس نے بھی اس طرح کے عمل کو دوبارہ دہرانے کی کوشش کی تو پس تم اس کو قتل کرو۔

[فمن عادالی مثلہا فقتلوہ" صواعق ابن حجر ص ۲۱، التمہید ص ۱۹۶، شرح ابن ابی الحدید ج ۱، ص ۱۲۳]

تاریخ طبری میں حضرت عمر کی زبانی نقل کیا گیا ہے کہ یہ بیعت لینے کا طریقہ ناپختہ اور سادہ لوح تھا، جیسے کہ زمانہ جاہلیت کی بے فکر کلام۔

[صحیح طبری ج ۳، ص ۲۱۰]

کس طرح تم نے دعویٰ کیا ہے کہ سقیفہ کا معاملہ ایک شورائی نظام تھا، جب کہ بڑے بڑے بزرگوں نے ان مشکلات کے باوجود ان کی مخالفت کی، اور سعد بن عبادہ رضی اللہ جیسے عظیم صحابی نے آخری عمر تک بیعت نہیں کی۔ جب ان سے کہا گیا کہ ابوبکر کی بیعت کرو تو اس نے جواب میں کہا:

"خدا کی قسم اگر تمام جن وانس بھی تمہارے ساتھ ہوں، تب بھی میں تمہاری بیعت نہ کروں گا، تاوقت کہ اپنے پروردگار سے ملاقات کروں، اور اس سے اپنے حساب کی تحقیق نہ کرلوں، یہاں تک کہ وہ ان کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ اور ان کے ساتھ خانہ خدا کے حج کے لئے نہ گئے۔ ان کے کسی پروگرام میں شرکت نہ کرتے تھے۔"

[تاریخ طبری ج ۳، ص ۱۹۸، ۲۰۰، ۲۰۷]

یہاں تک کہ تم طلحہ وزبیر اور عشرہ مبشرہ میں شمار کرتے ہو انہوں نے بیعت نہ کی تھی، اور انہوں نے ابوذر رضی اللہ، سلمان رضی اللہ، عمار رضی اللہ، مقداد رضی اللہ، خالد بن سعید رضی اللہ

اور دوسرے مہاجرین کے ساتھ اعلان کر دیا تھا کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کی علاوہ کسی کو خلافت کا مستحق نہیں سمجھتے، اور نہ ہی ان کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔

[ریاض النظرہ ج۱، ص ۱۶۷]

کیا آپ شوریٰ کی بات کرتے ہیں۔ بفرضِ محال اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ واقعاً شورائی نظام تھا۔ تو پھر کیا یہ شوریٰ نص کے مقابلہ میں صحیح ہے؟ کیا ولایت حضرت علی علیہ السلام پر آیات قرآنی کی تاویل و تفسیر موجود نہ تھی؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے ہی موقعوں پر علی علیہ السلام کی خلافت بلافصل پر نص بیان نہ کی تھی؟ اور حقیقت میں یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان نہ تھا کہ آپ نے ولایت علی علیہ السلام کا متعدد مقامات پر اعلان کیا، بلکہ یہ امرِ الٰہی اور حکمِ پروردگار تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پیغام کو لوگوں تک فقط پہنچایا تھا، اور غدیر خم پر اعلان خلیفہ تو ہو چکا تھا، نص کے مقابلے میں شوریٰ کی کیا حیثیت ہے؟ اس سازش کا کیا مطلب ہے؟

مزے کی بات یہ ہے کہ جب انصار نے ''سقیفہ سازش'' کی مخالفت کی تو سقیفہ کے سیاستدانوں نے ان کو یہ دلیل دے کر چپ کروا دیا کہ تم ہرگز امیر نہیں بن سکتے، کیونکہ ہمیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت داری اور رشتے دار ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جب کہ تم اغیار ہو! پس ہم اس خلافت کے لئے تم سے زیادہ مستحق اور سزاوار ہیں، اور یہی دلیل علی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو دی تھی۔

ابن قتیبہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ؟

جب حضرت علی علیہ السلام کو حضرت ابوبکر کے پاس لایا گیا، اور انہوں نے کہا کہ میں خدا کا بندہ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی ہوں، اور آپؑ کو کہا گیا کہ تم، حضرت ابوبکر کی بیعت کرلو۔

حضرت علی علیہ السلام جواب دیتے ہیں، کہ میں خلافت کے سلسلہ میں تم سے

زیادہ مستحق اور سزاوار ہوں، میں تمہاری بیعت ہرگز ہرگز نہیں کروں گا، بلکہ تم میری بیعت کرو، تم نے انصار کو یہ دلیل دے کر خلافت سے کنارہ کش کر دیا تھا کہ ہم پیغمبرﷺ کے رشتہ دار اور قریبی ہیں، اور اب ہم اہل بیت علیہ السلام کو اس خلافت سے محروم کرنا چاہتے ہو۔ کیا تم نے انصار پر یہ دلیل قائم نہ کی تھی، کہ ہم اس خلافت کے زیادہ مستحق ہیں، کیونکہ محمدﷺ تم میں سے نہ تھے، اور وہ مجبور ہوگئے۔ رہبری و امامت کو تمہارے حوالے کرنے پر اور وہ خود کنارے کش ہوگئے۔ پس اب میں تمہارے سامنے وہی دلیل پیش کرتا ہوں کہ جو تم نے انصار کے سامنے پیش کی، میں رسول خداﷺ کا زیادہ قریبی رشتہ دار ہوں۔ چاہے وہ زندہ ہوں یا اس دنیا سے رحلت فرما جائیں۔ اگر تم میں ایمان نام کی کوئی چیز موجود ہے تو تم خود ہی انصاف کرو، وگرنہ یہ ظلم و ستم مت کرو، کیونکہ تم جانتے ہو کہ تم ظلم کر رہے ہو۔

حضرت عمر نے آپ سے کہا! علی علیہ السلام ہم آپ کو بیعت کرنے کے بغیر آزاد نہیں کریں گے۔ حضرت علی علیہ السلام جواب دیتے ہیں: اے عمر! تم پستان کو اچھی طرح صاف کرو، تا کہ کل تم بھی اپنا حصہ بچا سکو۔ تم آج اس کے لئے کام کرو، تا کہ کل وہ تمہارے حوالے خلافت کر دے۔

[الامامة السياسه ج ۱، ص ۱۲، ۱۴ تفصیل سے آپ کا خطبہ نقل کیا گیا ہے اور حضرت علیؑ نے مہاجرین و انصار کے سامنے خطبہ دیا کہ آخر میں بشر بن سعد انصاری نے حضرت سے کہا کاش اگر انصار سقیفہ سے پہلے آپ کی گفتگو کو سن چکے ہوتے تو یہ دو شخص ہرگز آپ کے لئے اختلاف نہ کر سکتے]

سقیفہ کے موضوع پر اتنی بحث کرنا ہی کافی ہے البتہ میں آپ کے دوسرے اعتراض کا جواب دیتا ہوں، حضرت ابوبکر نے خود کسی قسم کا کوئی دعویٰ نہیں کیا، بلکہ انہوں نے کھلا اعتراف کیا ہے کہ انہیں دوسروں پر کسی قسم کی برتری اور فضیلت حاصل

نہیں ہے، اور ایک جگہ پر تو واضح کہا ہے کہ جس طرح تم چاہتے ہو میں اس طرح سنت رسولؐ پر عمل نہیں کر سکتا کیونکہ پیغمبر ﷺ تو ''معصوم عن الخطاء'' تھے۔ اور ان کی فرشتے مدد کرتے تھے۔ اور میرے پیچھے شیطان لگا ہوا ہے کہ بعض دفعہ وہ میرا سراغ لگاتا ہے، پس اگر میں صحیح کہوں تو میری مدد کرنا، اور اگر ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دینا اور دوسری جگہ پر کہا ہے:

انـی ولیـت عـلیکـم ولسـت بخیر کـم، فـان رایتـمونـی عـلـی الحق فاعینونی وان رایتمونی علی الباطل فسددونی۔

[طبقات ابن سعد، ج۳، ص ۱۳۹ عیون الاخبارابن قتیه ج ۳ ص ۲۳٤ تاریخ طبری، ج۳، ص ۲۰۳ سیرة ابن ہشام، ج٤، ص ۳٤۰ تاریخ الخلفاء سیوطی ،ص ٤۷ سیره حلبیه ج۳، ص ۳۳۸ تاریخ ابن کثیر، ج ٥، ص ۲٤۷ الامامته دالسیاسه، ج۱، ص ۱٦ شرح ابن ابی الحدیث، ج ۳، ص ۸ کنز العمال، ج ۳ ص ۱۲٦]

''مجھے تم پر مسلط کیا گیا ہے جب کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، پس اگر تم مجھے حق پر دیکھو تو میری مدد کرنا، اور اگر تم دیکھو کہ میں باطل پر عمل کر رہا ہوں تو پھر میری راہنمائی کرنا''

استاد: یہ حضرت ابوبکر کی تواضع اور انکساری کی دلیل ہے کہ وہ اپنی اس گفتگو سے چاہتے تھے کہ لوگوں کے دلوں کو موہ لیں۔ اور اپنے آپ کو چھوٹا بنا کر پیش کر رہے تھے، تا کہ وہ آپ کی انکساری سے آگاہ ہو جائیں، یہ ان کی نافرمانی کی دلیل نہیں ہے۔

یہ آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں؟ کیا یہ درست ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے گھٹیا پیش کرے اور لوگوں پر حکومت بھی کرے، اور پھر رعایا کو کہے کہ

میرے ٹیڑھے پن اور کج روی کو سیدھا کر دینا؟ کیا تواضع اور انکساری کا مطلب یہی ہے؟ اس کو تو علم پیغمبر ﷺ کا وارث اور اس کا پرچم دار ہونا چاہئے، کم از کم اس کو قرآن کے احکام پر تو دسترس ہونی چاہئے۔ سنت کو اچھی طرح جانتا ہو، نہ کہ وہ خود اقرار کرے کہ اگر میں حق پر ہوں تو میرا ساتھ دینا، اور اگر میرا حکم باطل پر مبنی ہو تو پھر میری راہنمائی کرنا۔

استاد: میری بحث یہ ہے کہ اگر خلیفہ تواضع نہ بھی کرے، اور واقعیت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو علمی حوالہ سے دوسرے اصحاب سے کم بھی سمجھتا ہو تو اس میں کیا اشکال ہے؟ آپ کی بات درست ہے کہ اگر خلیفہ وحاکم دوسروں سے علم و دانش میں زیادہ ہو تو آسانی سے حکم اور فیصلہ کر سکتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ خلیفہ کا علم حضرت علی علیہ السلام اور کچھ دوسرے اصحاب سے کم تھا، لیکن وہ مسائل شرعی میں ان سے مدد طلب کر سکتے تھے، کیونکہ یہ ضروری ہے کہ خلیفہ کو دوسروں سے زیادہ عالم اور فاضل ہونا چاہیے۔ اگر لوگ کسی کو صدر مملکت کے لئے منتخب کرتے ہیں تو کیا اس کے لئے ضروری ہے کہ تمام شرائط اس میں پائی جائیں؟ نہ ہرگز ضروری نہیں ہیں بلکہ وہ دوسروں سے مسائل میں مشاورت لے سکتا ہے اور ان کی مدد سے وہ کام کو احسن انداز میں چلا سکتا ہے۔

ایک دفعہ تم صدر مملکت جمہوریت یا بادشاہت کی بات کرتے ہو، اور ایک دفعہ تم خلیفہ رسول اللہ ﷺ کی بات کرتے ہو تو اس میں فرق ہے۔ خلافت لوگوں کی حکومتوں سے جدا ہے۔ لوگ آج خلیفہ کی طرح نصب و تعیین نہیں کر سکتے، اور ویسے بھی پیغمبر ﷺ امر خدا کا پابند ہے کہ آپ نے لوگوں کو خم غدیر میں جمع کیا ہے اور آپ نے اس سرزمین پر تمام شرائط کے ساتھ علی علیہ السلام کو خدا کے حکم سے خلیفہ مقرر کیا۔ اس پر بحث ہو چکی ہے میں اس بحث کی دوبارہ تکرار نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے آپ کو اس نتیجہ پر پہنچا دیا ہے۔ مجھے معلوم نہیں ہو رہا کہ

دوبارہ پھر آپ نے خلافت پر بحث کرنا شروع کردی ہے۔ اس پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔ اگر کوئی چاہتا ہے کہ وہ رسول ﷺ کی کرسی پر بیٹھے تو اسے کتاب وسنت کا عالم ہونا چاہیے حکم خدا کو جاری کرے، نہ کہ وہ حکم خدا کو اپنی مرضی سے جاری کرے۔ اور پھر کہے کہ اگر میں حکم خدا کے مطابق ہوں تو بہتر ہے اور اگر نہ ہوں تو پھر میں خدا سے طلب مغفرت کروں گا۔

[تاریخ الخلفاء، السیوطی، ص ۷۱
کسی خلیفہ کا یہ کہنا کہ میں اپنی رائے پر عمل کرتاہوں ، اگر درست ہو تو بہت اچھا ،اگر درست نہ ہو تو پھر خدا سے طلب مغفرت کروں گا، یہ بات ہرج مرج کا باعث بنتی ہے، اور اسی سے سنت پیغمبرؐ مرور زمانہ کے ساتھ ختم ہو کر رہ جائے گی، کیونکہ اس میں دوسروں کی آراء مل جائے گی اور حق کو باطل سے تشخیص دینا مشکل ہو جائے گااور قرآن اس نظریہ کی مخالفت کرتا ہے کیونکہ ارشاد ہے (ان الظن الایغنی من الحق شیئا) گمان سے حق تک رسائی نہیں ہو سکتی امام اور پیشوا کے لئے معصوم ہونا ضروری ہے تاکہ وہ حق کو باطل سے پہچان سکے اور لوگوں کی مشکلات اور پریشانیوں کو حل کر سکے]

ہم اس نظریہ کے مخالف ہیں کہ لوگ شوریٰ کے ذریعے خلیفہ رسول ﷺ کا انتخاب کریں، اور یہ عقلاً درست نہیں ہے، کیونکہ لوگ تو اپنے جیسے کو منتخب کریں گے۔ لیکن یہ خداوند تعالیٰ ہے کہ اس شخص کا انتخاب کرے گا جو تالی تلو پیغمبر ہو، وہ پیغمبر کی مثل ہو، کہ جو معصوم عن الخطاء ونسیان ہو۔

استاد: کیا تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ علی علیہ السلام معصوم عن الخطاء تھے؟

جی ہاں! ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام معصوم "عن الخطاء" ہیں فقط اگر کسی میں مقام ولایت اور خلیفہ رسول ﷺ کی صلاحیت وشائستگی پائی جاتی ہے تو وہ تنہا حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کو خدا نے اس مقام کے لئے منتخب کیا ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ خدا نے اس امر کے لئے حضرت علی علیہ السلام کو منتخب کیا تھا، تو پھر لوگوں کو یہ حق

نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی مرضی سے ایک شخص کو خلیفہ بنالیں، جس میں علمی صلاحیت بھی زیادہ نہ ہو۔ خداوند کا ارشاد پاک ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا [سورہ احزاب، آیت ۳۶]

اگر علی علیہ السلام معصوم نہ ہوتے، خداوند اپنے امر کی اطاعت کا حکم نہ کرتا، کیونکہ خداوند تعالیٰ اپنے امر کے لئے اس شخص کی اطاعت کا حکم نہ دیتا جس میں خطاء کا احتمال ہوتا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ

"تم اللہ، رسول اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔"

[سورہ نساء آیت ۵۹]

جب اولی الامر کی اطاعت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت شمار ہوتی ہے۔ تو پھر معصوم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اشتباہ اور خطاء سے معصوم ہو۔ وگرنہ حکم خدا جاری نہیں ہوسکتا، اور زمانہ میں فساد برپا ہو کر رہ جائے گا، اور امت مسلمہ خلفشار کا شکار ہوجائے گی۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ

اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۔

[سورہ یونس، آیت ۳۵]

تو پھر آیا جو شخص امر حق کا رستہ بتلاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص جس کو بے بتلائے خود ہی راستہ نہ سوجھے تو تم کو کیا ہوگیا ہے تم کیسی تجویز کرتے ہو؟

یہ برادرانِ اہل سنت کے لئے قاطع اور روشن جواب ہے جو مفضول بر فاضل، کی برتری کے قائل ہیں اور نادان کو عالم پر مقدم کرتے ہیں۔ ایک خود راہنمائی اور ہدایت کا محتاج ہے اور ایک خود رہنمائی و مرشد ہے اور بول بول کر کہہ رہا ہے:

سلونی قبل ان تفقدونی۔

''مجھ سے جو چاہو پوچھ لو، قبل اس کے کہ تم مجھ کو گم کر دو۔''

استاد! آپ کے دلائل حضرت علی علیہ السلام کے علم و دانش کے متعلق کافی و وافی ہیں، اور کوئی بھی حضرت علی علیہ السلام کے فضائل کا منکر نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود ہمارے پاس دلیل نہیں ہے کہ ہم دوسرے صحابہ کے فضائل کا انکار کریں۔ بہر کیف ابو بکر کے متعلق قرآن وسنت میں آیات و روایات نقل کی گئی ہیں، جو ان کے فضائل بیان کرتی ہیں۔ جب کہ ہمارے اکثر علماء حضرت ابو بکر کو حضرت علی علیہ السلام پر برتر و افضل سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ انہیں سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف حاصل ہے، اور وہ غار میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آیت نازل ہوئی ہے۔

ثانی اثنین اذهما فی الغار اذیقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا۔

کیا تم تردید کرتے ہو کہ یہ آیت ابو بکر کے متعلق نہیں ہے؟

کسی نے بھی تردید نہیں کی کہ یہ آیت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر کے بارے میں نازل نہیں ہوئی، لیکن بڑی معذرت سے عرض ہے کہ یہ آیت ابو بکر کی کسی قسم کی فضیلت بیان نہیں کرتی۔ بڑی اچھی بات ہے کہ آپ اس کا اچھی طرح مطالعہ کریں، تا کہ یہ مطلب آپ پر واضح ہو جائے، اور میں نہیں چاہتا کہ اس موضوع پر منفی بحث کروں اس آیت کی وضاحت سے بہتر ہے کہ ان آیات و روایات پر بحث کی جائے جو حضرت

علی علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

استاد: نہیں مطلب کو ناقص مت چھوڑو، تم نے کہا ہے کہ اس آیت سے ابوبکر کی کسی قسم کی افضیلت ظاہر نہیں ہوتی، اس پر دلیل بیان کرو۔

آپ کا عقیدہ ہے کہ آس آیت میں ابوبکر کی فضیلت بیان کی گئی ہے لہٰذا آپ استدلال کریں میں نے تو کوئی چیز نہیں دیکھی۔

استاد: خداوند تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ ابوبکر کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دی ہے کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست تھے اور انہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوستی و محبت تھی۔

کسی کا دوست ہونا یہ فضیلت شمار نہیں ہوتی، بعض دفعہ میری بیٹھک ایک غیر مسلمان اور غیر مومن سے بھی ہو سکتی ہے۔ اور پھر اس کو صاحب وہادی سے تعبیر کرنا۔ صاحب اور یار ہونا کسی قسم کی فضیلت شمار نہیں ہوتی۔ ہاں وہ یاری اور دوستی کی اہمیت ہوتی ہے جس میں غم خواری ہو، اور یاری یا دوستی اس چیز کا نام ہے کہ یار کی راہ میں ایثار قربانی دے دینا اور اس کی محبت و دوستی میں فداکاری کا کام یاری ہے، اور وہ حضرت علی علیہ السلام تھے کہ جو ہر مشکل موقعہ یا مرحلے پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام آتے آپؑ شب ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر سو گئے۔ جب کہ مشرکین ننگی تلواریں لے کر باہر کھڑے تھے۔ اگر مشرکین آ جاتے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ پر ان کو قتل کر دیتے، اور خدا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ بچا لیتا، تو اس کا نام یاری، دوستی، محبت اور فداکاری ہے اور یہ ایثار فداکاری اور افتخار و مباہات ہے نہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ سفر کرنے کا نام ایثار ہے۔

میں نے عرض کیا ہے کہ "دوستی و صاحب" کا اطلاق نہ فقط دوستوں اور اچھوں پر ہوتا ہے، بلکہ اس کا اطلاق مشرکین اور کفار پر بھی ہوتا ہے۔ آپ نے آیت قرآن کا مطالعہ نہیں کیا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

اذ یقول لصاحبه وھو یحاوره اکفرت بالذی خلقك من

تراب۔

یہ ایک ضرب المثل ہے کہ خداوند سورہ کہف میں فرماتا ہے کہ وہ مومن، اس کافر کو جو خدا کو قبول نہیں کرتا، کہتا ہے "اے میرے دوست! کیا تو کافر ہو گیا ہے؟ جب کہ تجھے خاک سے پیدا کیا گیا" پھر تجھے ایک نطفہ کے ذریعہ وجود میں لایا گیا کہ تو ایک کامل الخلقت انسان بن گیا۔ یہاں پر اس مومن نے اپنے کافر دوست کو صاحب اور دوست سے یاد کیا ہے، معاف کرنا، نہ کہ خداوند تعالیٰ نے اس کو یار اور دوست کہا ہے۔ پس کلمہ صاحب، دوست یا یار سے انسان کسی قسم کی فضیلت کا حامل نہیں ہو سکتا۔

اب میرا آپ سے سوال ہے کہ وہاں پر ابوبکر روئے کیوں؟ جب کہ ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، انہوں نے حزن واندوہ اور رونے کی صدا بلند کیوں کی؟

انہیں اتنے وحشت زدہ ہونے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

استاد: تم کیا کہہ رہے ہو رسول خدا ﷺ کے لئے خوف وحزن اور گریہ کر رہے تھے کہ کہیں کفار آنحضرت ﷺ کو نقصان نہ پہنچائیں؟

میں آپ سے ایک اور سوال پوچھتا ہوں، کیا ان کا اس وقت حزن وگریہ کرنا خدا کی خوشنودی کا موجب بنا یا ناراضگی کا؟

استاد: واضح ہے کہ خداوند کی خوشنودی ورضامندی کا سبب بنا۔

تو پھر رسول خدا ﷺ نے اس چیز سے منع کیوں نہ کیا کہ جو چیز خدا کی خوشنودی ورضایت کے لئے تھی؟ کیا یہ درست ہو سکتا ہے کہ ایک چیز خدا کی رضایت کا سبب ہو اور رسول خدا ﷺ اس سے منع کر دیں؟

استاد: کیا مطلب ہے؟

آپ آیت کو پڑھیں کہ پیغمبر ﷺ اپنے ساتھی سے فرما رہے ہیں:

لا تحزن۔

حزن وملال اور گریہ مت کر۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے رونے سے منع کیا ہے۔ اگر ان کا حزن اور رونا خدا کی رضایت کا موجب تھا تو پھر پیغمبر ﷺ رونے سے منع نہ فرماتے؟

دوسرے لفظوں میں اس آیت میں مسئلہ ''سکینہ'' ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آرام وسکون فقط پیغمبر ﷺ پر نازل کیا ہے کہ ارشاد ہوتا ہے:

فانزل الله سكينة عليه۔

اس آیت کا مرجع پیغمبر اکرم ﷺ ہیں، کیا بہتر نہ تھا کہ آیت میں علیہ کی بجائے علیہما کا تذکرہ ہوتا؟

ضمیر واحد کا کیوں استعمال کیا گیا، تثنیہ ''دو کی'' ضمیر کیوں نہ لائی گئی۔ کیونکہ وہ دو افراد تھے؟ کیا یارِ غار آرام وسکونِ الٰہی کا سزاوار نہ تھا؟

استاد: ایسے بہت زیادہ مسائل ہیں کہ جو ذاتِ مقدس پیغمبر اکرم ﷺ کے لئے مخصوص ہیں، ان میں آپ کو کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ یہ ''انزال سکینہ'' مخصوص آنحضرت ﷺ کے لئے ہے، لیکن خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں دوسری جگہ پر سکینہ فقط پیغمبر کے لئے مخصوص نہیں کیا، بلکہ اس میں مومنین کرام بھی شریک ہیں:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ

سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ـ

[سورة التوبه: ٢٥ ٢٦]

''اور حنین کے دن بھی جب کہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرہ ہو گیا تھا۔ پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کار آمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی۔ پھر (آخر) تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ (کے قلب) پر اور دوسرے مومنین کے قلوب پر اپنی (طرف سے) تسلی نازل فرمائی۔''

یہاں پر گنتی سے بھی کم مومنین کا گروہ رسول خدا ﷺ کے ساتھ گیا تھا، اور ان میں سے ایک حضرت علی علیہ السلام بھی تھے، اور چند افراد بنی ہاشم میں فارسی سے رہ گئے تھے اور یہاں تک مجھے یاد آرہا ہے کہ رسول خدا ﷺ کے ہمراہ اصحاب میں سے جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، عمار رضی اللہ عنہ تھے خداوند تعالیٰ نے ان پر آرام وسکینہ نازل کیا، لیکن آیت یار غار میں سکینہ فقط رسول خدا ﷺ پر نازل کیا، آپ بتائیے گا کہ کیا وہ افضل تھے یا یہ اصحاب؟ اس بحث کو چھوڑ کر وہ افضل تھے یا علی علیہ السلام، کہ جو پیغمبر ﷺ کے بستر پر چین وسکون کے ساتھ سو گئے، انہوں نے اپنی جان کے ذریعہ رسول خدا ﷺ کو نجات دی؟

چھوڑ دیجئے ان باتوں کو، حضرت علی علیہ السلام وہ عظیم امام علیہ السلام ورہبر ہیں کہ جس کے قصیدے قرآن نے پڑھے ہیں، اور حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت وبرتری سے قرآن وسنت مالا مال ہیں۔ آپ یقین کیجئے کہ ان پر خداوند تعالیٰ کی عنایت خاص اور مورد نظر الٰہی تھی، اور خداوند تعالیٰ نے آپ کو اپنے رسول ﷺ کا جانشین ووصی بنایا ہے، چاہے

میں، آپ یا کوئی اور اس کو قبول کرے یا نہ کرے؟ خورشید سے روشنی و نور بکھرتا رہے گا چاہے میں اس کو دیکھوں یا نہ دیکھوں۔ استاد نے سر نیچا کرلیا اور گہری سوچ میں ڈوب گئے کہ اتنی دیر میں پریڈ کی گھنٹی بج گئی۔ اور وہ سوچ وبچار کی وادی سے باہر نکلے۔ اے کاش! تمام مسلمان استاد کی طرح سوچ وبچار کرتے اور ان کی طرح طولانی تحقیق وجستجو کرتے تاکہ حق وحقیقت کو پالیتے۔ اور فرقہ ناجیہ کا دامن پکڑ لیتے، اور جس کسی نے آج تک حق کا سیدھا راستہ نہیں دیکھا اس کو چاہئے کہ وہ سچوں اور نیکوں کی تقلید کرے؟

یہ راہ ہی تو صراطِ مستقیم ہے، جس کا جلوہ ونظارہ آنکھیں کرسکتی ہیں، دل ہی تسکین محسوس کرسکتا ہے۔ انحرافی وکجی کی راہ کو اختیار کرنے سے گمراہی وضلالت کے علاوہ کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ آیئے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیجئے، اور مسلمانوں کو صراط حق الٰہی پر گامزن کیجئے، اور اس جدائی سے ہاتھ اٹھا لیجئے۔

ساتواں مناظرہ

حدیث ثقلین کی تحقیق

میں نے استاد سے سلام، دعا اور احوال پُرسی کے بعد اپنی گفتگو کا آغاز اس طرح کیا:

استاد جی! میری خواہش ہے کہ وہ آیات جو ولایت و خلافت حضرت علی علیہ السلام اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں، ان پر بحث و تحقیق کی جائے۔ ایک آیت ولایت پر ہم نے بحث کی ہے اب میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے ایک حدیث پیش کروں، کہ جو حدیث مشہور اور متواتر ہے اور یہ حدیث مبارکہ ہی حضرت علی علیہ السلام کی خلافت بلا فصل ثابت کرنے کے لئے کافی ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ نہ فقط یہ حدیث آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی خلافت پر دلیل قطعی ہے، بلکہ یہ ان کی عصمت و طہارت پر بھی دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ اسکو قرین قرآن قرار دیا گیا ہے، اور ان کی اتباع و پیروی کرنا گویا کہ قرآن کی پیروی ہے۔ اور اہل بیت علیہم السلام کی اتباع سے قرآن کی اتباع کرنا لازم ہے۔

ہماری بحث کے دوران اس حدیث شریف کی طرف کئی دفعہ اشارہ کیا گیا ہے۔ اور یہ حدیث ''ثقلین'' کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اور اس پر ہر دو فرقہ کے بڑے بڑے علماء کرام نے اجماع کیا ہے اہلِ سنت کے بزرگ علماء کرام نے اپنی اپنی صحاح و مسانید میں اس حدیث کو نقل کیا ہے، ابن حجر اپنی شہرہ آفاق کتاب صواعق المحرقہ میں رقمطراز ہیں کہ:

"یہ حدیث کئی طریق سے نقل کی گئی ہے اور اس حدیث کو بیس صحابہ نے روایت کیا ہے۔"

[صواعق المحرقه، ص ۲۲۶]

احمد بن حنبل اپنی مسند میں اس طرح نقل کرتے ہیں:

قال رسول اللّٰه! انی اوشك ان ادعی فاجیب، وانی تارك فیکم الثقلین کتاب الله عزوجل وعترتی، کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض، وعترتی اهل بیتی، وان اللطیف الخبیر اخبرنی انهما لن یفترقاحتی یردا علی الحوض، فانظرونی بما تخلفونی فیهما۔

[مسند احمد بن حنبل ج۳ ۱۷]

"مجھے پروردگار کی طرف سے دعوتِ حق کو قبول کرتے ہوئے عنقریب چلے جانا ہے، اور میں تمہارے درمیان دو بھاری اور نفیس چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسری اپنی عترت، اللہ کی کتاب ایک محکم رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف کھنچی ہوئی ہے، اور میری عترت میرے لئے اہل بیت علیہم السلام ہیں اور خدائے لطیف وخبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ہرگز ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ یہ مجھے حوض کوثر پر آن ملیں گے۔ پس میں دیکھتا ہوں کہ میری ان دو یادگاروں کے ساتھ تم کیسا سلوک کرتے ہو.....؟

مسلم نے بھی اپنی صحیح میں اسی طرح لکھا ہے۔

فوراً استاد میری گفتگو کو قطع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ذرا صبر کرو! تم نے جو کہا ہے کہ یہ روایت مشہور و معروف اور متواتر ہے، میں نے اس کو اس طرح تو نہیں سنا، بلکہ میں نے اس طرح سنا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''کتاب اللہ و سنتی'' جی ہاں! یہ روایت بعض کے نزدیک سنتی مشہور ہے نہ کہ عترتی!! استاد! کیا تم اس حدیث کے مدرک کو جانتے ہو؟

میں آپ کے اس قسم کے اعتراض کا منتظر تھا۔ اولاً یہ روایت اہل سنت کی معتبر کتابوں میں کئی طریقوں سے پائی جاتی ہے اور ایک طریقہ ''اہل بیتی'' وارد ہوا ہے۔ جس طرح میں نے عرض کیا ہے، لیکن بعض لوگوں نے اس روایت میں تحریف کی ہے اور انہوں نے اہل بیت علیہ السلام کی جگہ پر سنت کو مطرح کیا ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دشمنی اہل بیت علیہ السلام کا نتیجہ ہے یا اور کوئی چیز ہے جو اس کھلی زیادتی و تحریف کا سبب بنی؟ آپ فرض کریں کہ ایک دو یا دس افراد نے روایت کو ''سنتی'' نقل کیا ہے، جب کہ اس کے مقابل میں روایات کا سیل رواں ہے کہ جنہوں نے ''عِترَتِي اَهلِ بَيتِي'' کو مطرح کیا ہے تو پھر اعتراض کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ آپ ذرا تھوڑی دیر کے لئے صبر کیجئے تا کہ میں متن روایت کو چند مسند قطعی اور محکم حوالوں سے نقل کروں، پھر آپ اعتراض کر لیجئے البتہ میں آپ کو حق دیتا ہوں، کیونکہ اس روایت کو مسانید اصلی سے نقل نہیں کرتے، بلکہ ان کتابوں میں روایت پائی جاتی ہے کہ جو آخر آخر میں چھپی ہیں، یہاں تک کہ یہ مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں، یہ اعتراض تو آپ پر ہوتا ہے، معذرت سے عرض کروں گا کہ آپ کے لئے بہتر ہے کہ آپ اپنی مختلف کتابوں میں روایت کو دیکھیں اور مصادر اصلی کی تحقیق کریں، تا کہ آپ کو اس عالم اسلام کے خلاف کی جانے والی دھاندلی نظر آ جائے۔ میں نے سنا ہے کہ جامع الازہر مصر میں کر معتبر کتابوں میں

تحریف کی گئی، اور حدیث وسنت کے مصادر اصلی کو کتابوں سے نکالنے کی کوشش کی گئی، اور اسی بخاری و مسلم میں شہرت کے باوجود تحریف کر دی گئی۔

استاد: اولاً! میں جامع الازھر کے اس قصہ سے مطلع نہیں ہوں۔ اور احتمالاً ان پر یہ الزام اور تہمت کہیں نہ ہو؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ جو آپ نے ذکر کیا ہے میں اپنی کتابوں سے بے اطلاع نہیں ہوں۔ اور یہ روایت ''مستدرک حاکم'' میں نقل کی گئی ہے۔ اور وہاں پر واضح ''کتاب وسنتی'' کا ذکر ہوا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ''مستدرک حاکم'' اہل سنت کی معتبر اور صحیح کتابوں میں سے ہے۔ اگر دوسروں نے نقل کیا ہے تو اس سے نقل ہے نہ کہ انہوں نے تحریف کی ہے۔

آپ ناراحت نہ ہوں۔ معذرت چاہتا ہوں۔ میں نے جامع الازہر والی جو بات کی ہے وہ میں نے سنی ہے۔ اور اس کے متعلق مجھے دقیق معلوم نہیں ہے۔ البتہ علماء الازہر میں سے ایک مشہور ومعروف عالم ''محمود ابوریہ''۔

[مرحوم ابوریہ اہل سنت کے بزرگان میں سے ہیں، وہ پہلے جامع الازہر میں تھے انہوں نے ابوہریرہ کے متعلق ایک تحقیقی کتاب لکھی ہے کہ یہ کتاب بڑی استدلال اور ابوہریرہ کے متعلق جامع ہے اور ابوریہ نے بڑی محنت شاقہ اور دل جمعی کے ساتھ ابوہریرہ کے متعلق معلومات اکھٹی کی ہیں ابوریہ کو بعد میں جامع الازہر سے اس کتاب کی وجہ سے نکال دیا گیا اور انہوں نے آخری عمر میں بڑی سختی، تنگ دستی دیکھی اور انہیں ملک بدر کر دیا گیا مجھے یاد ہے کہ والد مرحوم رضوان اللہ علیہ نے انہیں کئی مرتبہ کویت سے پیسے بھیجے اور انہیں راہِ خدا میں صبر کرنے کی تلقین کی خدا ان پر رحمت کرے اور انہیں اہل بیتؑ کے ساتھ محشور فرمائے]

جو کہ اہل سنت مصر کے بزرگ علماء میں سے ہیں اور انہوں نے کافی تحقیقی کام کیا ہے۔ ان کے رشتہ دار نے مجھے یہ بات بتائی ہے۔

آپ روایت کی سند سے آگاہ ہیں، یہ میرے لئے خوشی کی بات ہے۔ البتہ میں آپ کی وسعت اطلاع اور آگاہی کتب کو جانتا ہوں کیونکہ یہ طبعی امر ہے کہ میں نے اہل سنت کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور ان کی تحقیق وجستجو کی ہے، کیونکہ میرے لئے اہل سنت کی معتبر کتابوں کا مطالعہ کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ ہم استدلال ان کتب سے کرتے ہیں، لیکن میری آپ سے خواہش ہے کہ آپ اپنی کتابوں کا دقیق مطالعہ کریں اور عمیق نگاہوں سے تحقیق کریں، اور یہی روایت جو مورد نظر ہے اور آپ نے اس کی سند "سنتی" کو "مستدرک حاکم" سے دیکھا ہے۔ جب کہ "صحیح مسلم" میں "اہل بیتی" ذکر کیا گیا ہے، اور یہ "مستدرک حاکم" سے مراتب کے لحاظ سے معتبر اور اہم تر ہے۔ او ردوسرے مصادر میں کلمہ "سنتی" فقط آیا ہے اور فقط "مستدرک حاکم" میں نقل ہوا ہے۔ پس اجماع "اہل بیتی" پر ہے۔ اور یہ روایت حدیث کی بڑی بڑی کتابوں میں ذکر کی گئی ہے "سنتی" کو اس کی جگہ پر ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں پر پھر تکرار کرتا ہوں، لوگوں نے دھاندلی کے ذریعے عالم اسلام کے خلاف سازش کرتے ہوئے ان روایات کو حذف کیا ہے جو اہلِ بیت علیہم السلام سے مربوط تھیں۔ لیکن وہ اپنے ہدف اور مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے، کیونکہ آج ترقی و تحقیق کا زمانہ ہے، اور لوگوں کو زبردستی مکتب اور مذہب کی پیروی کرنے سے روکا نہیں جاسکتا۔

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔

پھر ہم نے اس روایت کی اسناد اور مطالب کے لئے معتبر کتابوں کی طرف رجوع کیا تاکہ اس موضوع پر تفصیلی وعلمی بحث ہو سکے:

صحیح مسلم نے زید بن ارقم سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

[چونکہ اوائل بحث میں اہل سنت کے سخن میں تناقض پایا جاتا تھا وہاں پر

اشارہ کیا تھا کہ انہوں نے ''عترتی ''کہ جگہ پر'' سنتی '' کو لائے ہیں لہٰذا استاد روایات کے پیچھے تھے اور انہوں نے یہ روایت مستدرک حاکم سے لکھی ہے]

قام رسول الله فينا خطيباً بماء يدعى خُمَاً بين مكه ومدينة، نحمدالله واثنیٰ عليه ووعظ وذكر ثم قال امابعد،الا ايهاالناس فانما انا بشر يوشك ان ياتی رسول ربی فاجيب ،وانی تارك فيكم الثقلين كتاب الله فيه الهدی والنور، فخذوا بكتاب الله واستمسكوابه، فحث علی كتاب الله ورغب فيه، ثم قال:واهل بيتی، اذكركم الله فی اهل بيتی اذكركم الله فی اهل بيتی۔

[صحیح مسلم ج۷، ص ۱۲۲، سنن الکبری بیہقی ج ۲، ص ۱٤۸، مصابیح السنہ ، ج ۲ ص ۲۷۸]

''رسول خداؐ نے ''خُم'' کے پانی کے نزدیک ''جو مکہ ومدینہ کے درمیان واقع ہے'' کھڑے ہوکر ہمیں خطبہ دیا۔آپ نے حمد وثنائے باری تعالیٰ بجالانے اور موعظ ونصیحت کرنے کے بعد فرمایا:

اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں، اور پروردگار کی طرف سے ''عزرائیل علیہ السلام پیغام لے کر آئے ہیں اور میں عنقریب اس دعوت کو لبیک کہنے والا ہوں، اور میں تم میں دو بھاری سنگین اور گراں بہا چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، کتاب خدا جو ہدایت وروشنی ہے پس تم کتاب خدا کا دامن پکڑ لو اور اس سے تمسک رکھو، راوی کہتا ہے: آپ نے لوگوں کو

قرآن کے متعلق تشویق وترغیب دلائی اور پھر کہا اور میری اہل بیت علیہ السلام
تمہیں خدا کی قسم میری اہل بیت علیہ السلام کو فراموش نہ کرنا۔ خدا کی قسم میری
اہل بیت علیہ السلام کو فراموش نہ کرنا"

سنن ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ اپنی کتاب میں جابر بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مراسم حج میں عرفہ کے روز ایک خطبہ ارشاد فرمایا
جب کہ آپ اونٹ پر سوار تھے۔"
اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم نے ان
سے تمسک رکھا تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

کتاب الله وعترتی اہل بیتی۔

"کتاب خدا اور میری عترت جو کہ اہل بیت علیہ السلام ہیں۔"

ترمذی کا کہنا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ، ابوسعید رضی اللہ عنہ، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ نے بھی اس طرح روایت نقل کی ہے۔

[سنن ترمذی، ج ۲ ص حدیث ۳۰۸ حدیث ۳۷۸۸]

اسی طرح ترمذی نے اس روایت کے بعد زید بن ارقم سے اس عبارت کے ساتھ روایت نقل کی ہے:

انی تارک فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا
بعدی، احدہما اعظم من الاخر، کتاب الله
حبل ممدود من السماء الی الارض، وعترتی
اہل بیتی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض،

فانظرونی کیف تخلفونی فیهما۔

[ہمان منبع سابق]

''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم نے ان سے تمسک رکھا، میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے یہ ایک دوسرے سے عظیم تر ہیں کتاب خدا آسمان سے زمین کی طرف کھینچی ہوئی رسی ہے، اور میری عترت ''اہل بیت علیہم السلام'' یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھے آن ملیں گے، پس دیکھتا ہوں کہ میرے بعد ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو۔''

''صواعق المحرقہ'' میں ابن حجر نے اس حدیث پر ایک جملہ کا اضافہ کیا ہے:

''ہرگز ان سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور ان کی نسبت کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، اور میری اہل بیتؑ کا احترام کرنا، کیونکہ یہ تم سے اعلم ہیں۔

[صواعق المحرقہ ص ۱۴۸]

اتفاقاً حاکم نے مستدرک کی تیسری جلد کے ص ۱۰۹ میں اس روایت کو تفصیل سے ذکر کیا ہے، اور اس نے حدیث کے آخر میں اضافہ کیا ہے:

رسول خدا ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا:

اتعلمون أنی أولی بالمومنین من انفسهم؟

''کیا تم جانتے ہو کہ میں مومنین کی جان و مال سے زیادہ حاکم ہوں؟''

عرض کرنے لگے: جی ہاں! یارسول اللہ ﷺ پھر آپ نے فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔

[مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۰۹]

"کہ جس کا میں مولا ہوں، اس کا علی علیہ السلام مولا ہے۔"

کنز العمال میں ابن جریر نے بھی ابو الطفیل سے نقل کیا ہے۔

[کنز العمال، ج ٦، ص ٣٩٠]

نسائی نے اپنی خصائص میں اسی حدیث کو غدیر خم کی حدیث کے ضمن میں زین ارقم سے نقل کیا ہے۔ [خصائص نسائی۔ ص ٢١]

یہ حدیث کی چند معروف اسناد تھیں۔ اور دوسری کتابوں میں بھی اس حدیث کو نقل کیا گیا ہے اور یہاں پر ان کی بحث کی گنجائش نہیں ہے۔ اجمالاً عرض خدمت ہے کہ یہ حدیث شیعہ اور سنی ہر دو کے نزدیک حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہے، مذہب اہل بیت علیہ السلام کی حقانیت کے لئے یہی حدیث کافی ووافی ہے کیونکہ آفتاب کی روشنی وحرارت ظلمت کدہ جہان کو روشنی دیتی ہے اور یہ روشنی حق وراہ کے متلاشیوں کے لئے راہنمائی کرتی ہے اور حق وحقیقت کو واضح کرتی ہے۔

آؤ پاک صاف قلب کے ساتھ در اہل بیت علیہم السلام پر جھک جائیں، اس روایت پر عمل کرتے ہوئے مذہب اہل بیتؑ کی حقانیت کو تسلیم کرلیں۔ اور تمام مذہبی وغیر مذہبی تعصّبات سے چھٹکارا حاصل کرلیں۔ اپنے والدین کے عقیدہ پر عمل کرتے ہو جو حق کو نہ پاسکے، اور اس حدیث پر عمل نہیں کرتے جو......؟ مقدر کی بات ہے، فکر کرو۔ غور وخوض کرو تاکہ کسی نتیجہ پر پہنچ سکو، اور وہ نتیجہ یہ ہے کہ آپ نے زندگی کا ایک حصہ بغیر جستجو وتلاش کے گزار دیا ہے، اور آپ ادھر ادھر سرگرداں رہے۔ جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے لئے ایک راستہ چن رکھا ہے اس پر چلیے تاکہ وہ آپ کی راہنمائی کرسکیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ رؤف ومہربان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ایسا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی رحمت کے

فیوض و برکات تمام امت کے لئے ہیں۔ جو تمام انبیاء کرام علیہ السلام کے سردار ہیں، جو حکیم امت ہیں جو قیامت تک نبی و رسول ﷺ ہیں۔ کیا وہ امت کو بغیر کسی ھادی وراہنما کے چھوڑ کر چلے جائیں گے اور انہوں نے لوگوں کو راہِ حق کی ہدایت نہ کی ہوگی؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول خدا ﷺ لوگوں کو بغیر کسی وصیت اور سفارش کے چھوڑ کر چلے جائیں؟ اور اپنے خلیفہ واجانشین اور ولی کا تعارف و پہچان نہ کروائیں؟ پیغمبر اکرم ﷺ اپنی اس سفارش اور وصیت سے چاہتے تھے کہ اپنے اصحاب ویاران کو سمجھا سکیں کہ اگر تم نے ہدایت وراہنمائی کی راہ پر ہمیشہ گامزن رہنا ہے تو پھر تم میرے ان دو جانشینوں ''قرآن واہل بیتؑ'' سے تمسک رکھنا، تا کہ تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہلاکت وگمراہی سے محفوظ ہو جاؤ۔ اور آنے والی نسلوں کو بتا دینا کہ میرے ان دو جانشینوں کے بغیر حق تک نہیں پہنچا جا سکتا۔

اگر تم حق وحقیقت کی بلند عمارت اور قلعہ ایمان کی بلندی پر چڑھنا چاہتے ہو تو پھر اطمینان کے ساتھ قدم رکھیں، وگرنہ تمہارے قدم پہلے زینے پر ڈگمگا جائیں گے اور تم ہلاکت وگمراہی کی وادی میں جا گرو گے۔

اگر آپ احکام الٰہی کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پھر قرآن کو اچھی طرح درک کریں اور مفسرین حقیقی، اہل ذکر اور پیغمبر اکرم ﷺ کے واقعی وحقیقی جانشینوں سے مدد حاصل کریں اور ان کی طرف بڑھے بغیر رہنما ؤ رہبر تسلی بخش کے ایک قدم بھی اٹھانے کی ناکام کوشش نہ کرنا وگرنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

اگر آپ انحراف ولغزش سے ہمیشہ کے لئے محفوظ رہنا چاہتے ہیں تو پھر اسرار کتاب خدا کو اس شخص سے حاصل کریں جس کے پاس ''علم الکتاب'' ہو اور نجات ورستگاری کی کشتی ہو۔ ان کا دامن پکڑیں۔ مبادا کسی اور کے پیچھے نہ جانا، مبادا ان سے

آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا، اور مبادا کہیں ان کے مبارک دامن سے ہاتھ نہ اٹھانا۔ یہ ہستیاں تو تالی تلو قرآن اور معصوم عن الخطاء ہیں: کیا پیغمبر اکرم ﷺ نے قرآن کے ہمراہ ان کا ذکر نہیں کیا ہے؟

کیا خدائے رحمان نے ان "اہل بیت علیہ السلام" سے ہر قسم کی کی پلیدگی اور نجاست کو دور نہیں رکھا، اور ان کو پاک وطاہر قرار نہیں دیا ہے؟ کیا یہ پیغمبر ﷺ کی رسالت اور زحمات کا اجر نہیں ہیں؟ کیا رسول خدا ﷺ نے وحی کے ذریعہ ان کا اعلان نہیں کیا ہے کہ

لَاۤ اَسْئَلُكَ عَلَيْهِ اجرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ۔

"میں تم سے اجر رسالت کا سوال نہیں کرتا مگر اپنے رشتے داروں اہل بیت علیہ السلام کی محبت ومودت کا۔"

کیا رسول خدا ﷺ کے مودت ومحبت کے سوال پر آپ نے لبیک یا رسول اللہ ﷺ کہا ہے؟ کیا آپ جس کی پیروی کر رہے ہیں اس کی مودت صادق نہیں ہے؟ اگر نہیں تو پھر کیوں نہیں؟ کیا تیسری ثقل کا وجود بھی ہے؟ پس قرآن واہل بیت علیہم السلام کے علاوہ پیغمبر ﷺ کا کوئی اور حقیقی جانشین ہوسکتا ہے؟ اگر ہم نے ان دونوں سے تمسک رکھا تو پھر کامیاب، وگرنہ "جس راہ پر آپ چل رہے ہیں یہ رستہ تو قبرستان کو جاتا ہے۔"

کتاب وعترت تو یاران باوفا اور منافقین کی درمیان علامت ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے ویسے ہی حضرت علی علیہ السلام کو یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ

مایحبك الامومن وما یبغضك الامنافق۔

"تجھ سے فقط مومن محبت کرے گا اور منافق بغض رکھے گا۔"

قرآن وعترت ہر دو باہم چلیں گے، کہ کیونکہ عترت، زبان ناطق قرآن ہے اور اگر عترت نہ ہو تو پھر پیغمبرﷺ کے بعد ہم قرآن کے مطالب کو کیسے سمجھیں گے، محکم ومتشابہ کو ایک دوسرے سے کیسے تشخیص دے سکیں گے، اور ناسخ ومنسوخ کو کیسے پہچان سکیں گے......؟

اور یہ کتاب وعترت ہی باہم مل کر ہمارے مسائل اور مشکلات کو حل کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی اس دنیا سے کامیاب لوٹنا چاہتا ہے کتابی واجتہادی رائے دیتا ہے۔ اور فتویٰ دیتا ہے اور اپنے آپ کو مبین قرآن سمجھتا، اور لوگوں کے درمیان اختلاف پیدا کرتا ہے تو یہ وہی آئمہ تو تھے جو خواہشات نفسانی کی خاطر ظالم وجابر بنی امیہ وعباسیہ کے حکمرانوں کا دفاع کرتے تھے، ان کی کاسہ لیسی کرتے تھے۔ ان کو راضی وخوش کرنے کے لئے جھوٹی اور جعلی رواتیں گھڑتے تھے۔ ان کو سنت پیغمبر اکرمﷺ میں وارد کرتے تھے، ان پر کیسے اور کس طرح اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ جس جگہ حق کا امام علی علیہ السلام تشریف فرما ہوں وہاں پر معاویہ کی کیسے پیروی کی جائے؟ اگر کسی جگہ حق ہو تو وہاں پر باطل کی کیسے پیروی کی جا سکتی ہے؟

پس یہ غفلت ونادانی ہے! پس یہ خود فراموشی ہے! پس یہ پیغمبر اکرمﷺ کی سفارش کو دیدہ ودلیری سے چھوڑنا ہے! آپ کس منہ سے اپنے آپ کو محمدﷺ کے پیرو سمجھتے ہیں، جب کہ جو آپ کی خواہشات نفسانی چاہتی ہیں انجام دیتے ہیں؟ بعض احکام کو قبول کرتے ہیں اور بعض کو قبول نہیں کرتے خدا نہ کرے کہ اس آیت کے مصداق بن جائیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ، وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ

يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلاً۔ اُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا،
وَاَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَاباً مُهِيناً۔ (سورہ نساء آیت ۱۵۰ تا ۱۵۱)

''جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ
اور یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے اور اس کے رسولوں کے درمیان میں فرق
رکھیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعضوں کے منکر
ہیں۔ اور یوں چاہتے ہیں کہ بین بین ایک راہ تجویز کریں۔ ایسے لوگ یقیناً
کافر ہیں۔ اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔''

یہ کافر پیغمبروں کے درمیان اختلاف کرتے تھے اور ہم پیغمبروں ﷺ کے کلام وسخن کے درمیان اختلاف کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اگر خدا اور اس کا رسول ﷺ ہم سے کسی امر کا تقاضا کرتے ہیں تو پھر ہمیں اس کی تاویل نہیں کرنی چاہیے، فوراً کاملاً اطاعت کرنی چاہئے۔ اور اپنی رائے نہیں دینی چاہئے، لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ بعض دفعہ پیغمبر اکرم ﷺ کی گفتگو کی مخالفت کی گئی، اور آپ کی بات کو کاٹ دیا گیا اور آپ پر ہذیان کی تہمت لگا دی گئی۔

یہی روایت کہ جس پر ہم بحث کر رہے ہیں، اس پر آپ دقت کریں کہ اکثر حدیث کی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے اور اس کی عبارت ''وعترتی اهل بیتی'' نقل کیا گیا ہے۔ لیکن آج آپ اہلِ سنت کی جس کتاب میں دیکھیں گے وہ ''سنتی'' کو لکھیں گے کیا یہ تناقض کوئی نہیں ہے؟ یہ تحریف ہے یہ اہلِ سنت کے علماء حدیث کے اجماع کی واضح مخالفت ہے۔

استاد: جو کہ سر نیچے کر کے بڑی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے کافی دیر کے بعد انہوں نے سر کو بلند کیا اور کہنے لگے: یہ تم نے جو روشن واضح مصادر و اسانید نقل کی ہیں ان میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش باقی نہیں ہے۔ واضح ہے کہ وہ ''عترتی'' کی جگہ

"دستی" کو لائے ہیں۔ شاید کسی ایک شخص نے کسی وجہ سے یا غفلت و نادانی سے کیا ہو، اوراس کے بعد ہزار افراد نے اسکی پیروی کی، بہرکیف میں تسلیم کرتا ہوں کہ حق تمہارے ساتھ ہے، لیکن جو میرے ذہن میں سوال کھٹک رہا ہے کہ اہل بیت علیہ السلام سے مراد کون کون ہیں؟ کیا یہ امام علیہ السلام ہیں جن کے تم قائل ہو یا ان کے علاوہ بھی؟ اور آپ آیت تطہیر "**انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل بیت** علیہ السلام **ویطھر کم تطھیرا**" کو فراموش نہ کریں کہ یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجات سے مربوط ہے یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجات اہل بیت علیہ السلام کے ہمراہ؟

اس سوال کا جواب دوسری بیٹھک "Sitting" پر موقوف ہو گیا کیونکہ کافی دیر ہو چکی تھی۔

آٹھواں منظرہ

اہل بیتؑ کون ہیں؟

بدھ کے روز ہماری بحث نہ ہو سکی، کیونکہ استاد چھٹی پر تھے، اور ایک ہفتہ کے بعد اتوار کے روز ہماری دلچسپ بحث ثقلین کے موضوع پر دوبارہ شروع ہوئی، خداوند کریم کے نام سے بحث کا آغاز کیا۔

استاد! آج میری خواہش ہے کہ اہل بیت علیہم السلام اور ان کی شناخت کے بارے میں بحث کی جائے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کی محبت و مودت آتش جہنم سے دوری کا سبب ہے، اور اہل بیت علیہم السلام کی مودت و دوستی پل صراط سے گزرنے کا پاسپورٹ ہے، حافظ حموینی فرائد السمطین میں روایت کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

معرفة آل محمد براءة من النار وحب آل محمد جواز علي الصراط والو لاية لال محمد امان من العذاب۔

[فوائد السمطین صواعق المرقه ص ۲۳ ینابیع المودہ قندوزی حنفی باب ۵٦ ص ۲۸٦]

"شناخت آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہنم کی آگ سے برات ہے اور آل محمد علیہم السلام کی ولایت عذاب الٰہی سے امان ہے۔"

اے استاد محترم! آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت کا درخت، اور امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعث

رحمت، اور فرشتگان الٰہی کے لئے ائر پورٹ ہیں۔ اہل ابیت اطہار علیہم السلام ایک ایسا پاک درخت ہیں کہ "اصلها ثابت وفرعها في السماء" کہ جس کی جڑیں زمین میں اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ سیوطی اپنی کتاب درالمنشور کی ج ۵ اور ص ۱۹۹ پر آیت تطہیر کے ذکر کے بعد رسول اکرم ﷺ سے نقل کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

نحن اہل البیت الذین طهرہم الله، ما من شجرة النبوه وموضع الرسالة ومختلف الملائك وبیت الرحمة ومعدن العلم۔

"ہم اہل بیت علیہم السلام کو خداوند تعالیٰ نے رجس و پلیدگی سے پاک وطاہر رکھا، ہم شجر نبوت بھی ہیں اور جایگاہ رسالت بھی، اور ہمارے گھر میں فرشتوں کی ہر وقت آمد ورفت رہتی ہے اور ہمارا گھر علم وفضیلت کی کان بھی ہے، اور رحمت کا گھر بھی ہے۔"

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے نہج البلاغہ کے خطبہ ۱۰۸ میں اسی طرح کا ایک ارشاد فرمایا ہے:

نحن شجرة النبوة ومحط الرسالة ومختلف الملائكة ومعادن العلم وينابيع الحكم۔ ناصرنا ومحبنا ينتظر الرحمة وعدونا ومبغضنا ينتظر السطوة۔

"ہم شجر نبوت، مرکز رسالت، ائر پورٹ فرشتگان الٰہی، علم ودانش کی کانیں، حکمت ودانائی کے چشمے ہیں، ہمارے دوست اور ہماری محبت رکھنے والے رحمت الٰہی کے منتظر ہیں اور ہمارے دشمن عذاب الٰہی سے

پیوستہ منتظر کھڑے ہیں۔"

خطبہ ۹۳ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

عترتہ خیر العتر واسرتہ خیر الاسر وشجرتہ خیر الشجرۃ۔

"عترت واہلِ بیت علیہ السلام پیغمبر تمام عترتوں سے بہتر، خاندان رسول ﷺ تمام خاندانوں سے افضل وبرتر اور شجر رسول ﷺ تمام شجروں اور انساب سے افضل ہے۔"

اے استاد! یہ وہی اہلِ بیت رسول خدا ﷺ تو ہیں کہ آپ پر ہر نماز میں کہ رسول خدا ﷺ کے نام کے بعد ان پر درود وصلوات بھیجنا واجب ہے، کیا تم نماز میں تشہد کی حالت میں یہ نہیں کہتے:

اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وآل ابرھیم "

"اے خدایا، محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اسی طرح درود بھیج جس طرح ابراہیم علیہ السلام اور اس کی اہلِ بیت علیہ السلام پر بھیجا۔"

کیا بخاری نے اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کے ساتھ دشمنی وعداوت کے باوجود ان کی عصمت وطہارت کی گواہی نہیں دی، جب کہ وہ اس آیت ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی کی تفسیر کر رہا تھا، تو اس نے پیغمبر اکرم ﷺ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: کہ مجھ پر اس طرح درود بھیجا کرو۔

اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد، کما صلیت علی ابراہیم وآل ابراہیم انک حمید

مجید، اللهم بارك علی محمد و آل محمد كما بارکت علی ابراهیم و آل ابراهیم انك حمید مجید۔

[صحیح بخاری، ج٤ص ١٤٦کتاب بدء الخالق وکتاب التفسیر ج٦ص ١٢٠صحیح مسلم ج٢،ص١٦کتاب الصلوٰة سیوطی درالمنشور ج٥ص ٢١٥]

یہ ایسی عظیم ہستیاں ہیں کہ جن کی عظمت اور فضائل کے قصیدے شافعی مذہب کے رئیس امام شافعی نے پڑھے ہیں۔انہوں نے اہل بیت اطہار علیہم السلام کی شان میں کافی اشعار کہے ہے لیکن ہم ذیل میں ان کے دو مشہور اشعار پر ہی اکتفاء کرتے ہیں وہ کہتے ہیں:

یا آل بیت رسول الله حبکم

فرض من الله فی القرآن انزله

کفاکم من عظیم القدر انکم

من لم یصل علیکم لا صلوة له

اے خاندانِ رسول خدا ﷺ! تمہاری دوستی ومودت فرض وواجب ہے اور خداوند نے قرآن مجید میں اس کی طرف حکم کیا ہے۔

تمہارے لیے یہ فخر وعظمت کافی نہیں ہے کہ جو شخص تم پر نماز میں درود وصلوٰۃ نہ بھیجے اس کی نماز باطل ہے۔

استاد! تم نے اشعار کی شافعی کی طرف جو نسبت دی ہے کہ اہلِ بیت علیہم السلام سے دوستی ومحبت قرآن میں واجب قرار دی گئی ہے، اس نے کس آیت میں دیکھا ہے؟

~~[مسند احمد بن حنبل ج٦ص ٣٢٣~~

شافعی نے اہل بیت کی مدح میں کافی اشعار کہے نہیں اور اس کے دوسرے اشعار ''دیوان الامام الشافعی'' میں ذکر کئے گئے ہیں جنہیں محمد عفیف

الزعبی نے جمع کئے ہیں ،اور یہ کتاب بیروت میں چھپی ہے من جملہ اس کے تین اشعار بہت مشہور اور زیبا ہیں]

"اگر کسی مجلس میں ان پاک ہستیوں، حضرت علیؑ اور آپ کے دو فرزند ارجمند "حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہ زہراؑ کا ذکر ہو جائے تو بے معرفت لوگ جن کے بدن میں دشمنی اہلِ بیت مچلتی رہتی ہے کہتے ہیں کہ ایسی گفتگو نہ کیا کریں کیونکہ یہ رافضیوں کی حدیث ہے۔"

یہ دو شعر بہت مشہور و معروف ہیں اور ان اشعار کو دوسرے لوگوں کے ساتھ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند (1) میں ان کو نقل کیا ہے البتہ ان کی نگاہ میں سورہ شوریٰ کی تیئسویں آیت ہے کہ خداوند ارشاد فرماتا ہے:

قل لااسالکم علیه اجرا الا المودة فی القربی۔

"اے رسول ﷺ کہہ دیجئے! کہ میں تم سے اجر رسالت کا کچھ نہیں مانگتا سوائے اپنے قریبیوں اور اہل بیت علیہم السلام کی مودت و محبت کے۔"

استاد: پیغمبر ﷺ کے رشتہ داروں سے کون لوگ مراد ہیں؟ یہاں پر تو بطور مطلق آیا ہے۔ یقیناً پیغمبر ﷺ کی زوجات اس آیت میں شامل ہوں گی۔

ہرگز ایسا نہیں ہے! کیونکہ پیغمبر ﷺ خود مفسر و مبین قرآن ہیں، آپ نے ان کا تعارف کروایا ہے اور وہ چار ہستیاں ہیں۔

طبرانی، ابن مردویہ، ثعلبی، احمد بن حنبل، ابو نعیم، ابن المغازلی اور دوسرے لوگوں نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اس کا کہنا ہے:

لما نزلت هذه الآية ،قیل: یا رسول الله! من قرابتك هولاء الذین وجبت علینا مودتهم؟

فقال' علی وفاطمة وابنا هما۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خداؐ سے سوال کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں کہ جن کی مودت و محبت رکھنا ہمارے لئے واجب قرار دیا گیا ہے؟

آپ نے فرمایا: علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام اور ان کے دو فرزند "حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام"

اس سے بڑھ کر حافظ گنجی نے اپنی کفایہ میں حافظ ابونعیم سے ایک جالب روایت نقل کی ہے:

قال جابر بن عبدالله: جاء اعرابی الی النبی وقال: یا محمد اعراض علی السلام فقال: تشهد ان لااله الا الله وحده لاشریك له وان محمدًا عبده ورسوله قال: تسالی علیه اجراء؟ قال: لا، الا المودة فی القربی- قال: قربتی اوقرابتك؟ قال: قرابتی قال: هات ابا یعك، فعلی من لا یحبك ولا یحب قرابتك، لعنة الله- فقال النبیؐ: آمین-

جابر بن عبداللہ انصاری نقل کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسولؐ کے پاس آیا اور عرض کیا:

اے محمدؐ! آپ اسلام کی وضاحت کریں۔

پیغمبر! تم گواہی دو اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اعرابی: کیا آپ اس امر رسالت کا کوئی اجر بھی چاہتے ہیں؟

پیغمبر: نہ، فقط اپنی اہل بیت ذوی القربیٰ کی محبت۔

اعرابی: میرے رشتہ دار یا آپ کے رشتہ دار

پیغمبر: میرے رشتہ دار۔

اعرابی: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنے ہاتھ کو مجھے دیجئے تا کہ میں آپ کی بیعت کروں، پس جو شخص آپ سے اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام سے محبت نہ کرے خدا اس پر لعنت کرے۔

پیغمبر: آمین

فخری رازی اپنی تفسیر کی ساتویں جلد کے ص ۳۹۰ پر رقم طراز ہیں:

میں کہتا ہوں کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی لوگ ہیں کہ جن کی طرف آپ کا حکم لوٹتا ہے اور جن کی شکل وصورت اور شمائل پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتی ہیں، وہ فقط اہل بیت علیہم السلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے کہ "فاطمہ علیہا السلام، علی علیہ السلام، حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ رابطہ وتعلق ہے۔ اور یہ ہم تک تواتر کی حد تک پہنچا ہے پس یہ بد یہی امر ہے کہ اہل بیت علیہم السلام آپ کی آل ہیں ان کے علاوہ بس۔

میں اس سے بڑھ کر کہتا ہوں کہ یہ خداوند تعالیٰ کے صراطِ مستقیم ہیں۔ ہر روز نماز میں سورۂ الحمد کی تلاوت کرتے وقت خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ ہمیں اس صراط کی رہنمائی وہدایت کر "اھدنا الصراط المستقیم"۔

کتاب ذخائر العقبیٰ کے ص ۱۶ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

انا واھل بیتی شجرۃ فی الجنۃ واغصانھا فی

الدينا، فمن تمسك بنا اتخذالی ربه سبيلا۔

''میں اور میرے اہل بیت علیہ السلام بہشت کا شجر ہیں، اس کی شاخ اور پتے دنیا میں ہیں۔ پس جس نے ہم سے تمسک رکھا اس نے پروردگار کے راستہ کو پالیا۔''

ثعلبی ''الکشف والبیان'' میں ''اهدنا الصراط المستقیم'' کی تفسیر کرتے وقت مسلم بن حیان سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے ابو ہریرہ سے سنا ہے کہ جو کہتا ہے:

''اس سے مقصد، صراط محمدؐ و آل محمدؐ ہے۔''

اس سے بھی بڑھ کر میں عرض کروں گا کہ حاکم حسکانی نے اپنی کتاب ''شواهد التنزيل'' میں چند طریق سے رسول خدا ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

ان الله خلق الانبياء من اشعار شتّى وخلقنی من شجرة واحدة، فانا اصلها وعلی فرعها، وفاطمة لقاحها، والحسنؑ والحسينؑ ثمرها، فمن تعلق بغضن من اغصانهانجا، ومن زاغ عنها هوى، ولوان عبدا عبدالله بين الصفا والمروة الف عام ثم الف عام ثم الف عام ثم لم يدرك صحبتنا، اكبه الله على منخريه فی النار۔ ثم تلا''

''قل لا أسئلكم عليه اجرًاالاالمودة فی القربى۔

''اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو گوناگوں درختوں سے پیدا کیا ہے اور مجھے

درخت مخصوص سے پیدا کیا ہے، میں اس درخت کی جڑ اور علی علیہ السلام اس کی شاخ، اور فاطمہ علیہا السلام اس کی پتے اور حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام اس درخت کا ثمر ہیں۔ پس جس نے بھی اس کی ٹہنیوں میں سے کسی ایک کو پکڑ لیا وہ کامیاب وکامران ہوگیا، جو اس سے دور ہوگیا وہ ہلاک ہوا، اگر کوئی بندہ، خدا کی عبادت صفا ومروہ کے درمیان ہزار سال کرے، پھر ہزار سال کرے اور پھر ہزار سال عبادت الٰہی بجالائے لیکن اس کو ہمارے ساتھ محبت نہیں ہے۔ خداوند اس کو جہنم کی آگ میں اندھے منہ گرائے گا۔ پھر اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی "قل لا اسالکم علیہ۔

[حاکم حسکانی "درشواہد لتزیل" کنجی درکفایہ ص ۱۷۸]

اے استاد! طبرانی اپنی تفسیر الاوسط میں امام حسین علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الزموا مودتنااھل البیت، فانه من لقی اللہ عزوجل وھو یودنا دخل الجنة شفاعتنا۔ والذی نفسی بیدہ لا ینفع عبداً عملہ الا بمعرفة حقنا۔

[مجمع ہیشمی، ج۹ص ۱۷۲، رشفت الصادی ص ۴۳]

"ہم اہل بیت علیہم السلام کی محبت ومودت سے ہرگز جدا نہ ہونا ہر وہ شخص جو چاہتا ہے کہ اپنے خدا سے ملاقات کرے اور اس کے دل میں ہماری محبت بھی ہے تو پس وہ ہماری شفاعت سے بہشت میں داخل ہوگا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! کسی بھی بندے کی

عبادت اور عمل اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک اس کو ہمارے حق کی پہچان وشناخت نہ ہوگی۔"

حاکم نے مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لوان رجلاً صفن بين الركن والمقام فصلى وصام ثم لقى الله وهو مبغض لا اهل بيت محمد دخل النار۔

"اگر کوئی شخص رکن اور مقام کے درمیان نماز پڑھے اور روزہ رکھے، اور پھر اسی حالت میں مر جائے، جب کہ اس کے دل میں دشمنی آلِ محمد تھی تو وہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔"

[مستدرک حاکم، ج۳، ص ۱۴۹]

اے استاد! اہل بیت علیہم السلام وہ عظیم ہستیاں ہیں کہ جو بھی ان سے متوسل ہوا وہ کامیاب وکامران ہوا۔ جس نے ان کے دامن کو چھوڑ دیا، اور ان کی ولایت کو قبول نہ کیا وہ ہلاک ہوا۔

حاکم اپنی کتاب مستدرک میں اپنی سند کے ساتھ حنش کنانی سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا: میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو کہ کعبہ کی کھڑکی کو پکڑے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے۔

اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں ابوذرؓ ہوں، تحقیق میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

مثل اهل بيتى كمثل سفينة نوح، من

رکبھانجی ومن تخلف عنہا غرق۔

[مستدرک حاکم ج۲،ص۳۴۳،صواعق المحرقہ ص ۱۸۴،الجامع الصغیر ج۱،ص ۹۷،منتخب کنز العمال ،ج ۵، ص ۹۲،مجمع الزوائد ج۹،ص ۱۶۸مناقب ابن مغازلی ص ۱۳۳،تاریخ بغداد ج۲،ص ۹۱، نور الابصار شبلنجی ص ۱۰۳اسعاف الراغبین ص ۱۱۴]

"کہ میرے اہل بیت علیہم السلام کشتی نوح علیہ السلام کی مانند ہیں کہ جو اس میں سوار ہو گیا وہ کامیاب ہو گیا، اور جس نے اس سے منہ موڑا وہ ہلاک ہو گیا۔"

حاکم اپنی کتاب "ادمہ" میں کہتا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔اور اسی طرح حاکم بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"آسمان کے ستارے زمین والوں کی رہنمائی کرتے ہیں، کہ وہ کہیں دریا میں غرق نہ ہو جائیں۔اسی طرح میرے اہل بیتؑ میری امت کا ملجاء وماویٰ ہیں تا کہ ان کے درمیان اختلاف وانتشار نہ ہو سکے۔اگر عرب کے کسی گروہ نے میرے اہل بیتؑ سے مخالفت کی اور ان کے درمیان فتنہ وفساد پیدا کرنے کی کوشش کی تو شیطان کی حزب میں سے محشور ہوں گے۔"

[مستدرک حاکم،ج ۳،ص ۱۴۹، "النجوم امان لاہل لارض من الغرق،اہل بیتی امان لا متی من الا ختلاف فاذا خالفتہا قبیلۃ من العرب اختلفوا فصاروا حزب ابلیس" اور روایت احمد مناقب میں آئی ہے "فاذا ذہب اہلبیتی ذہب اہل الارض" اگر میرے اہل بیتؑ نہ ہوں گے تو پھر لوگ زمین پر نہ رہیں گے]

اے استاد! اہل بیت علیہم السلام وہی خدا کے برگزیدہ بندے ہیں کہ جن کی شان میں ارشاد ہوتا ہے:

انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل

البیت ویطہرکم تطہیرا۔

"اے اہل بیت علیہم السلام! خدا نے تم سے رجس وپلیدگی دور رکھنے کا ارادہ کر رکھا ہے، جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔"

اتفاق کی بات ہے کہ اس آیت مجیدہ سے پتہ چلتا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام معصوم عن الخطاء ہیں اور کسی قسم کا گناہ ان سے سرزد نہیں ہوتا۔ کیونکہ خداوند تعالی نے انہیں اپنے تمام بندوں سے پاک وطاہر قرار دیا ہے۔

استاد! آپ نے جو آیت بیان کی ہے اس کے مصداق فقط وہ لوگ نہیں ہیں جن کے متعلق تمہارا عقیدہ ہے، کیونکہ اس آیت میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج بھی شامل ہیں، آپ اس آیت کے ماقبل اور مابعد کا ملاحظہ کریں آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ تمام کی تمام آیات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے متعلق ہیں اور ان کے ضمن میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

جہاں پر کلام ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے وہاں پر جمع مونث کا صیغہ لایا گیا ہے جیسے:

ان اتقیتن، فلا تخضعن، والا تبرجن، واقمن الصلوۃ وآتین الزکاۃ۔

لیکن یہاں پر جمع مذکر مخاطب کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، اس طرح کے موارد قرآن میں زیادہ ہیں۔ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے اور آپ کے مدعی کے خلاف آیت اکمال دین کافی ہے۔ البتہ اس پر پہلے بحث ہو چکی ہے۔ آپ اس کی طرف رجوع کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ اس آیت کی اہمیت کے طور پر آیت تحریم میتہ اور خنزیر کے گوشت کے درمیان لایا گیا! آپ سورہ مائدہ کی تیسری آیت مطالعہ کریں ارشاد ہو رہا ہے:

حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل
لغير الله به والمنخنفته والموقوذة والنطية وما اكل
السبح ال امادكيتم وماذبح على النصب وان
تستقسموا بالا زلام، ذلكم فسق، اليوم عائس الذين
كفروا من دينكم فلا تخشوهم واخشون، اليوم
اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى و رضيت
لكم الاسلام دينا فمن اضطر فى مخمصة غير متجانف
لاثم فان اللاه اغفور رحيم۔

اس آیت شریفہ میں کئی ایک محرمات کو شمار کیا گیا ہے، ان میں سے مردار، خنزیر کا گوشت، خون، ایسا ذبیحہ جسے خدا کے نام کے بغیر ذبح کیا گیا ہو، اور دوسرے موارد کہ جن کا نام لیا گیا ہے، پھر ارشاد ہوتا ہے اب کفار تمہارے دین سے ناامید و مایوس ہو گئے ہیں۔ ان سے مت ڈریئے گا فقط اپنے خدا سے ڈریئے گا۔ آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے۔ اور اپنی نعمتوں کو تمہارے لئے تمام کر دیا ہے اور اسلام کو تمہارے لئے آئین کے عنوان پر قرار دیا ہے۔ جب یہ مطلب مہم تمام ہو گیا، تو پھر مطالب گزشتہ سے پیوستہ ہو جاتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص قحط کی حالت میں ناچار ہو جائے اور وہ حرام غذا کھا لے تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے، کیونکہ خداوند غفور و رحیم ہے۔

گویا یہ مطلب کافی مہم تھا، لہٰذا جملہ معترضہ کے طور پر اس کو لایا گیا، جب کہ اس کا پہلی اور آخری آیت سے کسی قسم کا ربط نہیں ہے۔ چونکہ یہاں پر مطلب کافی مہم تھا گویا خداوند تعالیٰ اس کو آیات کے درمیان لایا ہے، تاکہ لوگ بڑی دقت اور توجہ سے اس کی تحقیق کریں گے۔ اور اہم مطلب کو حاصل کریں گے۔

اس کو چھوڑیئے۔ خود پیغمبرِ سلام ﷺ جو کہ مفسر و مبین قرآن ہیں نے اس اشکال کو دور کیا ہے تا کہ لوگ اس مہم مطلب کو اس سے قبل اور بعد والی آیات پر احتمال نہ کریں۔ اس آیت کے نزول کے بعد ایک جالب مفصل داستان ہے کہ آپ نماز کے لیے جانے سے پہلے خانہ علی علیہ السلام و بتول علیہا السلام پر جاتے اور ان کو خطاب کر کے ارشاد فرماتے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِرَ کُمْ تَطْھِیْرًا (الصلوٰۃ یرحمکم اللہ۔

[مسند احمد بن حنبل ج۳، ص ۲۵۹]

''خداوند تعالیٰ نے ارادہ کر رکھا ہے کہ تم اہل بیت علیہم السلام کو رجس و ناپاکی سے اس طرح دور رکھے جس طرح دور رکھنے کا حق ہے (نماز کا وقت ہے خدا تم پر رحم کرے)۔

اگر آپ کو یاد ہو تو گزشتہ بحث میں، میں نے صحیح مسلم سے نقل کیا تھا کہ راوی کہتا ہے کہ میں نے خود پوچھا تھا کہ آپ کا مقصد اہل بیت سے کون مراد ہیں؟

آپ کا مقصد عورتیں نہ تھا، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہمارے جواب میں کہتے ہیں:

''نہ! خدا کی قسم، کیونکہ ممکن ہے کہ ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ ایک مدت رہے، اور پھر وہ طلاق دے دے، اور وہ عورت اپنی قوم کی طرف لوٹ جائے لیکن اہل بیت علیہم السلام وہ لوگ ہیں کہ جن کا ریشہ و اصل خانوادہ رسول ؐ سے ہے اور ان تمام پر صدقہ کھانا حرام ہے۔''

[صحیح ترمذی ج۵، ص ۳۵۲، مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۵۸ اسد الغابہ ج۵ص ۵۲۱ در المنثور سیوطی ج ۵ص ۱۹۹، مجمع الزوائد، ج ۹ص ۱۶۸، تفسیر طبری، ج ۲۲ ص۶، تفسیر ابن کثیر ج۳، ص ۴۹۲، شواہد التنزیل حسکانی ج ۲، ص ۱۱]

یہ بحث گزر گئی۔ اگر آپ بخاری اور مسلم میں آیت تیمّم کے نزول پر بحث کریں اور آپ دیکھیں گے اور انہوں نے ثابت کیا ہے کہ حضرت حضرت عائشہ رسول ﷺ کی زوجات میں سے ایک زوجہ ہیں جو خاندان ابوبکر سے ہے نہ کہ وہ خاندان رسول ﷺ سے ہیں۔

[صحیح مسلم ج۷،ص ۱۲۳]

اے استاد محترم! اہل بیت علیہ السلام پیغمبر ﷺ ہی وہ لوگ ہیں جن کی شان کے متعلق آپ ارشاد فرماتے ہیں:

من سره ان یحیا، ویموت مماتی، ویسکن جنة عدن غرسها ربی، فلیوال علیاً من بعدی ولیوال ولیه، ولیقتد باهل بیتی من بعدی، فانهم عترتی، خلقوا من طینتی، ورزقوا فهمی وعلمی، فویل للمکذبین بفضلهم من امتی، القاطعین فیهم صلتی، لا انالهم الله شفاعتی۔

”جو چاہتا ہے کہ وہ میری طرح زندگی گزارے، اور میری مانند دنیا سے رحلت کرے اور بہشت بریں میں ساکن ہونا چاہتا ہے جیسے میرے پروردگار نے بتایا ہے پس اسے میرے بعد علی علیہ السلام کی ولایت کو حتماً اختیار کرنا چاہیے۔ علی علیہ السلام کے دوستوں سے دوستی رکھے، اور میرے بعد میرے اہل بیتؑ کے ساتھ تمسک رکھے اور ان کی اقتدار، پیروی کرے، کیونکہ یہی میرا خاندان اور میری عترت ہے، ان کو میری مٹی سے خلق کیا گیا ہے، میرا علم وفہم اور ادراک ان کو دیا گیا ہے، پس میری امت کے ان

لوگوں پر افسوس ہے جوان کے فضل وفضیلت کی تکذیب کریں۔ اور
میرے رحم وصلہ کو ان سے قطع کریں۔ خداوندان لوگوں کو ہرگز میری
شفاعت سے بہرہ مندنہ کرے۔"

اے استادمحترم ! خدا گواہ ہے کہ ہمارا لئے یہی ایک روایت کافی ہے کہ ہم پر پیغمبر اکرم ﷺ نے اہل بیت علیہ السلام کی اتباع وپیروی لازم قرار دی ہے۔ چند نادان یہ کیوں چاہتے ہیں کہ اہل بیت علیہ السلام کی یہ عظمت اور فضیلت خود حاصل کرلیں؟ کیا یہ شفاعت محمد ﷺ کے حاصل کرنے کی طرف مائل وراغب نہیں ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی آدمی بعض واجبات کو بجالائے اور دوسرے واجبات کو اپنی مرضی سے نہ بجالائے اور پھر بہشت بریں میں جانے کی امید لگائے بیٹھا ہو؟

اے استاد! اہل بیت علیہ السلام ایسی عظیم ہستیاں ہیں کہ جو بھی ان کے دروازہ پر امید وآرزو لے کر گیا وہ خالی ہاتھ کبھی نہ آیا، اوران کی جتنی بھی تعریف ومدح کی جائے وہ مبالغہ آرائی نہ ہوگی۔

یہ تو نفس رسول اللہ، جان رسول اللہ ﷺ اور روح روان رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یہ ایسے عظیم انسان ہیں کہ ان کے حق کی شناخت وپہچان لازم ہے جن لوگوں کو یہ عظیم نعمت نصیب نہیں ہوئی وہ فوراً ان کے دروازہ پر جھک جائیں۔ خدا کی قسم، جن لوگوں نے ان نورانی ہستیوں سے دشمنی رکھی اوران کی عظمت کا اقرار نہ کیا ان کو جہنم کی آگ جلائے گی۔

یہ اہل بیت علیہ السلام ... وہی لوگ ہیں جو تاریکی اوراندھیرے میں ہاتھ پیر مارنے والے لوگوں کو روشنی کی قندیل دکھاتے ہیں۔ اور گمراہ لوگوں کی اپنے نور سے راہنمائی کرتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جن کی تمجید وستائش زبان وحی سے ہوئی، اور رسول

خدا ﷺ نے ان کی شخصیت بیان فرمائی۔

یہ وہی لوگ ہیں کہ ان کے وجود میں جہان کے تمام افتخارات وامتیازات معنوی وروحانی مجسمہ ہیں۔

یہ وہی لوگ ہیں کہ خداوند تعالی نے انہیں علم لدنی عطا کیا ہے اور ان کی قدر ومنزلت آسمانوں اور افلاک سے بھی بالاتر ہے۔ اوران کا شکوہ وجلال عالم ہستی سے بھی بالاتر ہے۔

یہ ایسے عظیم انسان ہیں کہ فضیلت وعظمت، بزرگواری ومجد اور کرامت سے آراستہ وپیراستہ ہیں۔ اوران کی بزرگی وعظمت کے سامنے بزرگان روزگار ورطہ حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔

یہ وہی عظیم لوگ ہیں کہ جن کے دروازے کے دربان فرشتے ہیں۔

یہ وہی لوگ ہیں..... کہ جن کے بچوں کے پنگوڑوں کی ڈوری ملائکہ ہلاتے ہیں۔

یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کے گھر کا آٹا فرشتے آمادہ کرتے ہیں۔

یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کے بچوں کے کپڑے جنت سے آتے ہیں۔

یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کے بچوں کا درزی جبرائیل علیہ السلام ہے۔

یہ وہی لوگ ہیں..... کہ جن کے دروازہ پر موت اجازت مانگتی رہی۔

یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کی محبت ومودّت کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا۔

یہ وہی لوگ ہیں جب تک رسول علیہ السلام ان کی خلافت وامامت کا اعلان نہ کرے تو رسول علیہ السلام کا دین کامل نہیں ہوتا۔

یہ وہی لوگ ہیں جو معصومؑ پیدا ہوتے ہیں۔

ہاں اگر ایک روز گیتی یا زمین تاریکی وظلمت میں ڈوب جائے ،تو ان کے نور ہدایت سے اس کو گمراہی سے نجات دلائی جاسکتی ہے، جولوگ فروغ محمدی علیہ السلام کے درکو بھول چکے ہیں، وہ راہ اہل بیت علیہ السلام پ رجھک کر دستک دیں۔ راہِ اہل بیت علیہ السلام پر آجائیں کیونکہ یہی صراط مستقیم خداوندی ہے وہ دراہل بیت علیہ السلام پر جھک کر دستک دیں، تاکہ آل محمد علیہ السلام ان کو اندر آنے کی اجازت دے دیں۔

باخدا قلوب عارفان خدا اور اہل محبت کے دل ان ک اسیر ہو چکے ہیں۔ اوران چہرہ ہائے درخشندہ کے توسل کے محتاج ہیں، کیونکہ ان کے وسیلہ سے ہی حوائج اور مشکلات دور ہوتی ہیں۔

باخدا ان ملکوتی مخلوق کے پرچم تلے صاحبان جمع ہوں گے، اور ان کی مشعلِ ہدایت سے لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے اور راہِ خدا پر جائیں گے۔

اے استاد! اگر ہر مسلمان اہل بیت علیہم السلام کو قبول کرتا ہے اور ان کی محبت ہر مسلمان کے دل میں پنہاں ہے تو پھر دوسروں کے دروازہ پر دستک۔ کیوں دیتے ہیں؟ بنن لوگوں کی تم طرف داری اور پیروی کرتے ہو ان کو تمام مسلمان راہبر قبول کرتے؟ تمام مسلمان دل وجان سے آل اطہارؑ کو قبول کیوں نہیں کرتے تاکہ دنیا وآخرت میں سعادت وخوش بختی سے ہم کنار ہوسکیں؟ رضایت خدا اور رسول خدا ﷺ کو پاسکیں؟

بہتر (۷۲) فرقے بنانے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی کہ اکہتر (۷۱) ان میں دوزخی ہیں اور فقط ایک جنتی ہے۔ فرقہ ناجیہ تو ایک ہے جب کہ طرف داران اہل بیت علیہ السلام کے تمام دعوے دار ہیں؟

بارانِ رحمت سے سیراب کیوں نہیں ہوتے، چہ جائے کہ ادھر اُدھر سے گدلہ پانی پی رہے ہو؟ ان کے وجود پاک سے اپنے دلوں کو صیقل کرو تاکہ ہرگز پیاسے نہ رہ

سکو اور روز قیامت حوض کوثر سے جام عشق پیئو تا کہ ہمارے دھان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شیریں وشاداب رہیں۔ ہم شیعہ وسنی ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ کیوں نہیں دیتے، اوران تمام اختلافات اورتفرقوں کودور کیوں نہیں کرتے۔ اورمکتب اہل بیتؑ کے ساتھ پیوستہ کیوں نہیں ہوتے تا کہ دنیا کے تمام انحرافی اورغلط قوانین وآئین اور مکتب سے چھٹکارا پاسکیں؟

کیا ہم اپنے آپ کورسول ﷺ کے پیروکار نہیں سمجھتے؟ کیا خداوند نے ہمیں حکم نہیں دیا تھا کہ ''ما آتا کم الرسول فخذوه ومانها کم فانتهوا'' ہم زبان سے تو اپنے آپ کو رسول ﷺ کا پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ہمارا عمل مکتب رسول ﷺ کی خلاف کیوں ہے؟

ہم اجر رسالت کواداکیوں نہیں کرتے، اورمودت ذوی القربی کودل وجان سے قبول کیوں نہیں کرتے، جب کہ ہماری دارین کی کامیابی وسعادت کاراز اسی میں مضمر ہے کاش ہم اس انحرافی راہ سے چھٹکارا حاصل کر پاتے اورمسیر لوائے اہلِ بیتؑ سے ہیشگی ودائمی ہدایت حاصل کرسکتے۔ آمین رب العالمین!

اہل سنت بحث کرنے سے گھبرا گئے

آج قبل اس کے کہ ہماری بحث شروع ہوتی اور ہم پیروی واتباع اہل بیت علیہم السلام پر شیریں بحث شروع کرتے، ایک لڑکا ہماری کلاس میں آیا اور میرا نام پکار کر کہنے لگا کہ کلاس ختم ہونے کے بعد ہیڈ ماسٹر کے کمرہ میں تشریف لے جائیں۔ انہیں آپ سے کام ہے۔

میں نے کافی سوچ بچار کیا، یہاں تک کہ پورے پیریڈ میں اس سوچ میں ہی غلطاں رہا کہ مجھ سے ایسی کون سی غلطی سرزد ہوئی ہے؟ مجھے ہیڈ ماسٹر کے کمرہ میں کیوں بلایا گیا ہے؟ شاید کسی نے میری کوئی شکایت کر دی ہے؟ اگر شکایت ہو تو کس سلسلہ میں شکایت ہو سکتی ہے؟ میں نے تو کوئی ایسا جرم نہیں کیا، جو سکول کے قانون کے خلاف ہو، اور سکول کے نظم وضبط اور امن کو درہم برہم کرے؟ میں نے کبھی کسی پیریڈ سے غیر حاضری بھی نہیں کی، سکول بروقت پہنچتا ہوں، سکول کے قوانین کا ہمیشہ احترام کرتا ہوں۔ اپنے اساتذہ کی عزت وتکریم کرتا ہوں۔ ایسی کیا بات ہے کہ آج ہیڈ ماسٹر کے سامنے پیش ہونا ہے؟ انہی افکار میں گم سم ذہن میں کئی سوال اٹھے، لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا، میری سوچ پراگندہ ہو چکی تھی اور ذہن پر ایک بوجھ سا تھا کہ اسی اثنا میں دوسرے پیریڈ کی گھنٹی بجی، فوراً ہیڈ ماسٹر کے کمرہ میں داخل ہوا۔ ہیڈ ماسٹر کا نام ''حسن زغلول'' تھا، ان کا تعلق مصر سے تھا، انہوں نے سکول کے نظام کو منظم کر رکھا تھا، ان جیسے باصلاحیت ہیڈ ماسٹر بہت کم ہوتے ہیں۔

نویں جماعت میں ہمارے ریاضی کے استاد کچھ عرصے کے لئے چھٹی پر تھے، اوران کی جگہ ہیڈ ماسٹر ہمیں ریاضی پڑھاتے تھے، واقعاً ایک قابل اور لائق استاد تھے، ان کو درس پڑھانے کا سلیقہ بھی آتا تھا، ہمارے ریاضی کے استاد کی جگہ کئی دفعہ ہماری کلاس میں درس دینے کی غرض سے تشریف لا چکے تھے، لہٰذا میں ان کے لئے کوئی اجنبی نہ تھا (مولف کی تحریر کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طالب علمی کے زمانہ میں کافی ذہین تھے، اس لئے کہ ذہین لڑکے پر استاد کی خاص نگاہ ہوتی ہے) میں ہیڈ ماسٹر کے کمرہ میں داخل ہوا، میں نے سلام کیا انہوں نے جواب سلام کے بعد مجھ سے کہا:

بڑے تعجب کی بات ہے! مجھے بتایا گیا ہے کہ تم نے سکول کی فضا کو مکدر کر رکھا ہے، اور تم تفرقہ بازی کی باتیں کرتے ہو، میں نے جو تم سے کلام کیا ہے، اس سے مجھے احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے بیہودگی اور مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔ بہر حال تم خود بتاؤ کہ تم نے ایسا کون سا کام کیا ہے کہ بعض اساتذہ نے تمہاری شکایت کی ہے؟

فوراً میرے ذہن میں آیا کہ وہی استاد ہو سکتے ہیں کہ جو "دوسری بحث میں شریک تھے" جنہوں نے لچر قسم کی گفتگو کی تھی، اور ان کی بحث انصاف وحقیقت سے کوسوں دور تھی۔ بحث کے دوران ان کے چہرے پر بل پڑ گئے تھے۔ لازماً انہوں نے ہی شکایت کی ہوگی۔ کیونکہ وہ بحث تو نہ کر سکے تھے، اور انہوں نے اس وقت بھی جذبات سے کام لیا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ مجھے تو کوئی ایسی خبر نہیں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ

"اے صاحبانِ ایمان! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تم

خوب تحقیق کرلیا کرو کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچا دو۔"

[سورہ حجرات آیت ٦]

محترم ہیڈ ماسٹر صاحب! میرے خلاف جو آپ کو رپورٹ دی گئی ہے شاید اس کا زیادہ تر حصہ صحیح نہ ہو۔ ہوسکتا ہے نمبر بنانے کی خاطر ہو؟ بہرکیف اگر مجھ سے کوئی غلطی، اشتباہ یا گناہ سرزد ہوگیا ہے تو میں اپنا دفاع کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔

ہیڈ ماسٹر صاحب میری گفتگو کے انداز سے متاثر ہو چکے تھے بڑی خندہ پیشانی سے میری طرف رخ کر کے کہنے لگے:

میرے بیٹے! دیکھو، سکول مناظرہ و مباحثہ کی جگہ نہیں ہے۔ ہر کوئی اپنے مذہب وعقیدہ میں آزاد ہے، کسی کو دوسروں پر حملہ آور ہونے کا حق نہیں ہے، مجھے بتایا گیا ہے کہ تم نے اپنے بعض اساتذہ کرام سے اختلافی مباحث شروع کر رکھے ہیں، یہاں تک کہ تم نے کلاس میں بھی یہ مناظرانہ روش اختیار کر رکھی ہے اور اپنی کلاس کے طلبا کا زیادہ تر وقت تفرقہ انگیز مسائل میں صرف کرتے ہو۔

محترم ہیڈ ماسٹر صاحب! پہلی بات تو یہ ہے کہ میں ان سے چھوٹا ہوں، کیا میں دوسروں پر خصوصاً اپنے اساتذہ سے جن سے میں عمر میں چھوٹا ہوں۔ وہ مجھ سے علم اور تجربہ کے لحاظ سے بڑے ہیں پر حملہ آور ہوسکتا ہوں؟ اگر میں اس کا قصد وارادہ رکھتا ہوں تو پھر اس کو کوئی قبول نہ کرے، اور پھر میں اس پر حملہ کروں؟ یہ اعتراض تو بعض اساتذہ پر عائد ہوتا ہے کہ میرا تعلق شیعہ گھرانے سے ہے۔ کیا میرے لئے لازمی ہے کہ میں مذہب شافعی یا مالکی کو قبول کروں؟ ایک دینی استاد کو کیا ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ اپنے مذہب کو مجھ پر ٹھونسے؟

ہیڈ ماسٹر! تم نے خود ہی جواب دے دیا ہے، مذہب کسی پر جبراً ٹھونسا نہیں

جا سکتا، چونکہ سلیبس دینی کتابوں کا سنی مذاہب کے مطابق بنایا گیا ہے اس لیے ان کتابوں کو پڑھنا ضروری ہے تاکہ تم اس سلیبس کے مطابق امتحان دے سکو۔

اگر میرے مذہب کے مقدمات پر کوئی حملہ آور ہو، اور میرے عقیدہ کی توہین کرے، تو پھر کیا مجھے حق حاصل نہیں ہے کہ میں اپنا دفاع کروں؟

ہیڈ ماسٹر! میں نے پہلے دن ہی اساتذہ سے کہا تھا کہ کلاس میں مختلف العقیدہ طالب علم ہوتے ہیں، اور مختلف الفقہ، لہٰذا اس مسئلہ کی رعایت رکھتے ہوئے کسی کے عقیدہ کی دل آزاری نہ ہو، لیکن پھر بھی اگر تم نے کسی مسئلہ میں دیکھا، کہ استاد نے رعایت نہیں کی، تو پھر تمہیں یہ حق نہیں ہے کہ تم کلاس میں ہی بحث و مباحثہ اور عقیدہ کا دفاع شروع کردو، بلکہ تمہیں چاہیے تھا کہ تم اپنے اساتذہ سے کسی فارغ پیریڈ میں بحث کرتے اور مسئلہ کا فیصلہ کرتے۔

جناب استاد محترم! اتفاقاً یہی ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا ہے کہ آپ تک صحیح رپورٹ نہیں پہنچائی گئی۔ ہم نے کلاس روم میں بحث نہیں کی، فقط پہلے روز کلاس میں بحث ہوئی ہے وہ بھی طلبہ کی اجازت سے۔

پس اس کے بعد میں معمولاً ہفتہ میں دو دفعہ استاد سے بحث کرتا ہوں، اور آپ جانتے ہیں کہ جتنی بھی یہ بحثیں زیادہ کی جائیں، ابہام سے اُتنا ہی زیادہ پردہ اٹھتا ہے، اور حق واضح ہوتا جاتا ہے۔ چاہے وہ میں نے اپنے مذہب و عقیدہ میں اشتباہ کیا ہو یا میرے دینی استاد نے یا کوئی اور ہو۔ کیا میں ان سے بحث نہ کروں، تاکہ میرے اوپر مطالب روشن ہو جائیں اور میں ہدایت حاصل کرسکوں؟ اور اس طرف بھی یہی حال ہے کہ چاہے وہ میرے استاد ہیں، اور ایک شاگرد کے حوالہ سے بالاتر ہیں۔ انہوں نے اپنے انتخاب میں شاید اشتباہ نہ کیا ہو؟ کیا بہتر ہے کہ ہم باہم علمی بحثیں کریں تاکہ ہماری سودمند گفتگو سے مثبت نتیجہ برآمد ہو۔

بعض اساتذہ نے جناب عالی کو اس طرح کیوں رپورٹ دی ہے، کیا وہ حق سننے سے گھبراتے تو نہیں ہیں؟

ہیڈ ماسٹر صاحب! جو بھی میرے ساتھ اس موضوع پر بحث و مباحثہ کرنا چاہے میں اس کے لئے ہر وقت تیار ہوں، لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ کلاس کے اندر مباحثہ کروں، کیونکہ اس سے دوسرے طالب علموں کا وقت ضائع ہوگا، اور طلبا کو ان بحثوں میں مبتلا بھی نہیں کرنا چاہتا، لیکن آپ مطمئن رہیں کہ ہماری یہ بحثیں ہرگز انحرافی وغلط نہیں ہیں، بلکہ علمی و تاریخی ہیں۔ ہم دلیل و برہان سے بحث کرتے ہیں بے دلیل نہیں، اگر ہماری بحثیں کامل آپ تک پہنچا دی جائیں تو شاید آپ بھی ہماری بحث میں شرکت کرنے پر آمادہ ہو جائیں، یا کم از کم آپ ہماری یہ تائید ضرور کریں کہ ہماری گفتگو میں فرقہ واریت ہرگز نہیں ہے، بلکہ ہم تو اتحاد بین المسلمین کے داعی ہیں، ہم تو مسلمانوں کو ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح دیکھنا چاہتے ہیں، نہ کہ امت مسلمہ کو انتشار واختلاف اور تفرقوں میں بانٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہیڈ ماسٹر! مجھ میں بحث کرنے کا حوصلہ نہیں ہے۔ آپ کی اور دوسرے لوگوں کی گفتگو سننے کا وقت بھی میرے پاس نہیں ہے۔ تم ایک شاگرد ہو لہٰذا مدرسہ کے نظم و نسق کا لحاظ رکھو۔ اگر تمہیں تبلیغ اسلام کا زیادہ شوق ہے تو رات کو مسجد میں جا کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرو البتہ مدرسہ میں تمہاری ذمہ داری اور فریضہ یہ ہے کہ اچھی طرح درس پڑھو، اور وہ درس جو تمہارے لئے اور دوسرے طلباء کے لئے تیار کیے ہیں تا کہ سال کے آخر میں امتحان میں کامیاب و کامران ہوسکو۔

"میں نے اپنے دل میں کہا کہ تم دنیا کے امتحان کی اہمیت کے کس قدر قائل ہو، لیکن تمہیں امتحان آخرت، مدرسہ خداوندی سے پاس یا فیل ہونے اور اس امتحان کے

نتیجے کی اہمیت کا خیال نہیں ہے۔"

بہر کیف ہیڈ ماسٹر سے معذرت کرتے ہوئے ان کے کمرہ سے باہر آ گیا، لیکن بڑی پریشانی لاحق ہوئی میرے ذہن پر ایک خاصہ بوجھ تھا، میں رنجیدہ دل سے سوچ رہا تھا، کہ ان کے پاس کون سی دلیل ہے کہ یہ لوگ حق سننے سے ڈرتے ہیں، اور حق سے کنی کتراتے ہیں، کیا حق باطل سے بہتر نہیں ہے؟ کیا کامیابی ورستگاری حق کو حاصل نہیں ہے؟ کیا ہمارا فریضہ حق کو تلاش کرنا نہیں ہے؟ ہمیں حق وحقیقت کی جستجو نہیں کرنی چاہیئے؟ ہم اپنی زندگیوں سے باطل کو دور کیوں نہیں کرتے؟ ہم لوگ حق کے متلاشی کیوں نہیں ہیں؟ جہاں حق ہوتا ہے ہم وہاں سے راہ فرار کیوں اختیار کرتے ہیں؟

قارئین کرام! کیا آپ ہیڈ ماسٹر کی گفتگو کو درست سمجھتے ہیں؟ کیا اُن کی یہ بات صحیح تھی کہ سکول میں دین ومذہب پر بحث نہیں کرنی چاہیئے؟ کیا مذہب کو مسجد کی چار دیواری تک قید کر دینا چاہیئے؟ کیا دین اسلام کی تبلیغ فقط مسجد کی چار دیواری تک منحصر ہے؟ کیا سکول علوم مذہبی کے حصول کے لئے بہترین جگہ نہیں ہے؟

پھر وہ راہ فرار کر گئے

چند گھنٹوں کے بعد ہماری بحث کا وقت شروع ہو گیا، میں اضطرابی حالت میں بڑی احتیاط سے اساتذہ کے کمرہ میں داخل ہوا۔ استاد معمول کے مطابق وہاں موجود تھے، میں نے انہیں سلام کیا اور میں نے ان کے جواب سلام کے بعد ہیڈ ماسٹر سے ہونے والی گفتگو سنادی، وہ کافی ناراحت ہوئے اور بڑی حیرانی سے مجھ سے کہنے لگے:

کہ میری خواہش تھی کہ اس سے بھی بڑھ کر آپ سے بحث کرتا، میں نے اپنے دل میں سوچ رکھا تھا کہ آپ سے چند فقہی جو مسائل میرے نزدیک اختلافی ہیں تقیہ کے متعلق، مصحف فاطمہ علیہا السلام، تربت پر سجدہ، جمع بین صلاتین اور اس کے علاوہ دیگر موضوعات پر کھل کر بحث کروں۔ آپ سے ان موضوعات پر شیعہ فقہا وعلماء کی نظر و آرا معلوم کروں، لیکن اس صورت حال کے پیش نظر بہتر ہے کہ گزشتہ مسائل پر ایک دفعہ پھر نگاہ دوڑائی جائے اور اس بحث کو ختم کر دیا جائے۔ اگر آئندہ خدا نے چاہا اور ہمارے پاس وقت بھی ہوا تو دوبارہ ان شاء اللہ اس دلچسپ وشیریں گفتگو کو جاری رکھیں گے، وگرنہ میں امید کرتا ہوں کہ میں خود شیعیان علی علیہ السلام کی بڑی بڑی کتابوں سے تحقیق وریسرچ کروں گا، کہ ان کی مختلف موضوعات پر آراء وافکار کیا ہیں۔

میں نے اس صورت حال پر اظہار افسوس کیا، اور اپنے استاد سے خواہش کی کہ ہم فقط دو بحثوں کے اندر مسئلہ خلافت اور اولیاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل کریں گے، انہوں نے میری رائے کو قبول کیا، لہٰذا ہم نے دوبارہ بحث شروع کی۔

کیا شیعوں کے دوسرے آئمہ اہل بیتؑ میں شامل نہیں؟

ہماری بحث اہل بیت علیہم السلام کے متعلق تھی، کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مختلف مقامات پر تعارف کروایا تھا، اور ان کے متعلق امت مسلمہ کو سفارش کی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو اہل بیت علیہم السلام سے رجوع کرنے کو کہا تھا، اور آپ نے ان کو اہل بیت علیہم السلام کی پیروی واتباع کرنے اور ان سے دور نہ ہونا وگرنہ ہلاک ہو جاؤ گے کا حکم دیا تھا۔

واضح ہو گیا کہ اہل بیتؑ کا گلدستہ علی علیہ السلام وفاطمہ علیہا السلام اور حسنین علیہما السلام پر مشتمل تھا، اس میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج اور نہ ہی کوئی اور شامل ہے۔ اس جگہ پر استاد پوچھتے ہیں۔

''کیا تمہارے بقیہ دوسرے امام اہل بیتؑ میں شامل نہیں ہیں؟

میں نے عرض کیا کہ وہ اہل بیتؑ میں شامل نہیں ہیں۔ یہ خاندان پیغمبر، اولیاء واوصیا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، ان کی حکومت وامامت امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تا قیام قیامت رہے گی، لیکن افسوس کی بات ہے کہ غاصب اور ظالم حکومتوں نے اقتدار کے بل بوتے پر ظاہری حکومت کی اور ان لوگوں نے اپنے آپ کو امام وخلیفہ ظاہر کیا، جب کہ لوگوں پر حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق واجب تھا کہ وہ آل محمد علیہم السلام کی پیروی کرتے، اور ان کے حکم کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی طرح دل وجان سے قبول کرتے۔ اور ان سے ہرگز دور نہ ہوتے۔ اور ہر زمانہ میں آلِ اطہار علیہم السلام کے مخلص پیروکار ہوتے اور آئمہ اطہار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی وقت بھی دور نہ ہوتے، اور تمام شرعی سیاسی واجتماعی اور اخلاقی احکام میں ان کی اطاعت کرتے، اور ان کے فرمان کو دل کی گہرائیوں سے سنتے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام، فاطمہ علیہا السلام، حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کو اپنے اہل بیت علیہم السلام کے طور پر تعارف کروایا۔ چونکہ یہی ہستیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھیں۔ وگرنہ تمام آئمہ اطہار علیہم السلام یا آل محمدؐ اہل بیتؑ میں شامل ہوتے۔ شیعیان حیدر کرار علیہ السلام تمام اماموں کی پیروی وانتساب پر افتخار کرتے ہیں، اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق ان کی اتباع واجب ہے۔ اور ان معصوم ہستیوں اور اماموں سے ایک لحظہ کے لئے دور نہیں ہو سکتے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح حضرت علی علیہ السلام کے متعلق سفارش کی تھی اسی طرح ان کے بیٹوں کے متعلق کی ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اہل سنت کے علماء ان

روایات کو کامل نقل نہیں کرتے جن میں اہل بیت علیہم السلام کے فضائل وکمال ہوتے ہیں۔لیکن ان میں بعض منصف مزاج لوگ جیسے''ینابیع المودۃ'' کے مصنف کہ خدا ان پر رحمت کرے بہرکیف پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے اوصیاء، خلفاءاور بارہ اماموں کی تعیین وتشخیص فرمائی ہے۔اور یہ روایات اہل سنت اور اہل تشیع کی کتابوں میں تواتر کے ساتھ نقل کی گئیں ہیں۔شیعہ عقیدہ کے مطابق بارہ امام یا خلیفہ کے انطباق فقط بارہ اماموں پر ہوتا ہے۔

استاد! کیا ممکن ہے کہ جن روایتوں کو تم ''متواتر'' سمجھ رہے ہوان کو میرے لئے بیان کرو۔

میں نے بعض روایات کو احتیاطاً لکھا تھا، ان میں تھوڑا سا الفاظ کا فرق ہے، ان کو میں ساتھ لایا ہوں، چونکہ مجھے معلوم تھا کہ آج ہماری بحث اوصیاء رسول ﷺ کے متعلق ہوگی۔

اوصیاءِ رسول کون؟

① الائمة من بعدی اثنا عشر، من اهل بیتی۔

''میرے امام بارہ ہیں جو میرے اہل بیت علیہم السلام میں سے ہوں گے۔''

آپ نے ملاخطہ کیا کہ اس حدیث رسول مقبول ﷺ میں ''آئمہ'' کے تذکرہ کے ساتھ ''اہل بیتی'' کا ذکر بھی ہوتا ہے۔پس معلوم ہوگیا کہ آپ کے بعد امامؑ آپ کے اہل بیت علیہم السلام سے ہوں گے، اور وہ منحصر ہیں ''علی علیہ السلام، فاطمہ علیہا السلام اور ان کے دو

بیٹوں میں۔"

۲ **یملك هذه الامة من خلیفة، اثنا عشر عدة کعدة نقباء بني اسرائیل۔**

"میری اس امت کا معاملہ بارہ خلفاء کے سپرد ہے۔اوران کی تعداد نقباء بنی اسرئیل کے برابر ہے۔"

اہل سنت کی کتابوں میں "عنوان نقباء بنی اسرائیل" پر کافی روایات نقل ہوئی ہیں، اوران میں سے بعض روایات "عدة" اصحاب موسیٰ میں نقل کی گئی ہیں۔اور یہ اشارقرآن کی اس آیت کی طرف "**لقد اخذالله میثاق بني اسرائیل وبعثنا منهم اثني عشر نقیبا**۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ آیت سے واضح ہے کہ خداوند تعالیٰ نے خود بنی اسرائیل کے لئے بارہ نقیب بھیجے،البتہ وہ نقباء پیغمبر تھے،لیکن یہ چونکہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں لہذا آپ کے نقباء پیغمبر نہیں ہو سکتے لیکن فضیلت وعصمت اور عظمت کے لحاظ سے واجب الاتباع ہیں۔انبیاء کے ساتھ ان کا کوئی فرق نہیں ہے،کیونکہ یہ خود عہدہ امامت پر فائز ہیں جوایک بہت بڑا عہدہ ہے، جسے اللہ تفویض کرتا ہے۔

استاد! اتفاقاً میں ایک مسئلہ پر تم سے بحث کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ تم شیعیان علی علیہ السلام، علی علیہ السلام اور اولاد علی علیہ السلام کے متعلق مبالغہ آرائی اور غلو سے کام لیتے ہو۔اوران کو پیغمبران الٰہی سے افضل سمجھتے ہو؟

اگر آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کا مطالعہ کریں جوآپ نے ان کی شان میں فرمائیں تو آپ بھی اس نتیجہ پر پہنچیں۔جب کہ پیغمبر اکرم علیہ السلام نے کئی ایک مقامات پر اپنی امت کے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء سے افضل قرار دیا ہے۔قطعی طور پر

ہمارے امام علیہ السلام بحکم خدا جانشینی رسول ﷺ پر متمکن ہیں، اور یہ برگزیدہ ہستیاں ہیں۔اور علماء کرام سے یقیناً برتر و افضل ہیں۔

[ہمارے اکثر علماء کا نظریہ ہے کہ علماء سے مراد آئمہ اطہار ہیں جو بنی اسرائیل کے ابنیاء سے افضل ہیں، نہ کہ عام علماء، واللہ العالم]

④ لا یزال امتی علی الحق ظاهرین، حتی یکون علیهم اثنا عشرا میرا کلهم من قریش۔

''میری امت حق پر استوار ہوگی جب تک ان پر بارہ امیروں کی خلافت وحکومت ہوگی کہ وہ سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔''

⑤ لایزال الدین قائما حتی تقوم الساعة ویکون علیهم اثنا عشر خلیفة۔

''دین تا قیام قیامت قائم ودائم رہے گا اور بارہ خلفا،لوگوں پر خلافت کریں گے۔''

اہل سنت کی کتابوں میں مندرجہ بالا عبارتوں کی مانند چالیس اسناد کے ساتھ عبارتیں نقل کی گئی ہیں''جو دلالت کرتی ہیں کہ صحیح خط رسول ﷺ بارہ اماموں کے توسط سے جو قریش سے ہوں گے، تا روز قیامت یہ چلتا رہے گا، خط نبوت وامامت تا روز قیامت، شیعیان حیدر کرار کے عقیدہ کے علاوہ کسی نے اس کی تحقیق وریسرچ نہیں کی، البتہ کتاب ینابیع المودہ کے ص ۳۰۸ اور ص ۵۳۳ پر تصریح کی گئی ہے کہ یہ بارہ خلفاء بنی ہاشم ہیں۔

اور بعض دوسرے مصادر میں بھی کلمہ ''من اہل بیتی''،نقل ہوا ہے۔

حافظ ابراہیم حموینی، ابن عباسؓ سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الاولیائی واوصیائی وحجج الله علی الخلق بعدی اثنا عشر اولهم اخی واخرهم ولدی۔

قیل یا رسول الله: من اخوك؟

قال : علی بن ابی طالب۔

قیل: فمن ولدك؟

[معجم کبیر طبرانی ج ۱۰، ص ۱۹۵، مستدرک حاکم ج ٤، ص ۵۰۱، مسند احمدبن حنبل ج ۱، ص ۳۹۸، صواعق امحرقه ابن حجر ص ۱۲، مند ابو ایعلی ج۸، ص ٤٤٤، کنز العمال ج٦ ص ۸۹، فتح الباری ج۱۳، ص۱۸۱، تاریخ ابن کثیر باب ذکر لائمة اثنی عشر ج ٦ جص ۲٤۸، مجمع الزوئد ہیشمی ۵، ص ۱۹۰، تفسیر ابن کثیر ج۳ ،ص ۳۰۹، مطالب العالیة قسطلانی ج۲ ص ۱۹۷]

قال المهدی الذی یملاء ہاقسطاً وعدلاً کماملئت جورًا وظلماً۔

''میرے بعد میرے اولیاءٗ اوصیاء اور اللہ کی مخلوق پر حج خدا بارہ ہیں۔'' اور میرا بھائی ہے اوران میں سے آخری میرا بیٹا ہے۔

پیغمبرؐ سے سوال کیا گیا، کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا کون بھائی؟

آپ نے فرمایا! علی بن ابی طالب علیہ السلام آپ سے سوال کیا گیا! کہ آپ کا کون سا بیٹا؟

آپ نے فرمایا، مہدی علیہ السلام جو دنیا کو عدل وانصاف سے اس طرح پر کردے گا جس طرح پہلے ظلم وجور سے پر ہوگی۔''

[فرائد السمطین ج ۲،ص ۳۱۲،ینابع المودة، ص ٥٣٦]

اور دوسرے انداز سے خطیب خوارزمی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح روایت

کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

من احب ان یحیی حیاتی ویموت مماتی ویدخل الجنۃ التی وعدنی ربی، فلیتول علی بن ابی طالب وذریتہ الطاہرین، آئمۃ الہدی ومصابیح الدجی من بعدہ فانھم لن یخرجوکم من باب الہدی الی باب الضلالۃ۔

''جو شخص چاہتا ہے کہ وہ میری طرح زندگی بسر کرے اور میری طرح دنیا سے جائے۔ اور وہ جنت میں اس طرح داخل ہو کہ جس طرح میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے پس اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی پاک اولاد کی پیروی واطاعت کرے کیونکہ اس کے بعد یہی آئمۃ الہدیٰ تاریکی کا چراغ ہیں۔ کیونکہ یہ تمہیں ہدایت سے گمراہی کی طرف نہیں لے جائیں گے۔''

[مناقب خوارزمی ص ٣٦، ینابیع المودہ قندوزی حنفی ص ١٢٧]

بہت زیادہ روایات اہل سنت کی کتابوں میں نقل کی گئی ہیں، کہ آنحضرت نے علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بعد اپنے خلفاء کا تعارف ''خلفائی'' یا ''اوصیائی'' یا ''سادات امتی'' یا ''حجج اللہ علی خلقہ بعدی'' یا ''الائمۃ الراشدین من ذریتی کے عنوان سے کروایا ہے، اور ان تمام روایات کی دلالت اور معرفی ایک چیز ہے' اور وہ یہ ہے کہ یہ بارہ افراد امام وخلیفہ اور پیشوا تھے کہ ان میں سے پہلا شخص علی علیہ السلام اور آخری مہدیؑ ہوگا۔

''خدا ایسی عظیم ہستیوں پر درود بھیجتا ہے۔''

استاد! تم نے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء واوصیاء کی تعداد کے بارے میں

روایات بیان کی ہیں بخاری اور مسلم کا نام نہیں لیا۔ کیا ان دو کتابوں میں بھی اس طرح روایات نقل کی گئیں ہیں؟

صحیحین میں خلفاء پیغمبرؐ کی تعداد

پہلی بات تو یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ ہر روایت ان دونوں کتابوں میں موجود ہو، کیا میں نے جو اہل سنت کی تفسیر وحدیث کی معتبر کتابوں سے نقل کیا ہے، یہ کافی نہیں ہے؟ یہ اعتراض وہاں ہوتا ہے کہ ایک روایت ایک کتاب یا دو کتابوں سے ایک دو اسناد کے ساتھ پیش کی جائیں، اس سے زیادہ نہ ہوتیں، تو وہاں شک ممکن تھا، جب کہ کئی کتابوں کے حوالے سے چالیس مختلف اسناد کے ساتھ مختلف عبارتیں پیش کی گئی ہیں، پس یہ حد تواتر اور قطعی احادیث ہیں ان میں کسی قسم کا اشکال نہیں ہوسکتا۔

ثانیاً! اتفاق کی بات ہے کہ بخاری اور مسلم میں بھی نقل ہوا ہے، میں نے ان کو بھی نوٹ کیا ہے، اور ان کو میں اپنی گفتگو کے آخر میں پیش کرنا چاہتا تھا، کہ آپ نے موقع ومحل پر سوال کر دیا۔

بخاری اپنی صحیح میں جابر بن سمرہ سے نقل کرتے ہیں، کہ اس کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

یکون اثنا عشرا میرًا۔

"بارہ امیر ہوں گے۔"

[صحیح بخاری، ج۹، ص ۲۵۰ کتاب الاحکام]

اس کے بعد روای کہتا ہے کہ اس جملہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے

ایک کلام کیا کہ جس کو میں نہ سن سکا، لیکن میرے باپ نے مجھے کہا کہ آپ نے فرمایا:

كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْش۔

''وہ تمام کے تمام قریش سے ہوں گے۔''

صحیح مسلم میں ''کتاب الامارہ'' کے اندر دو روایت نقل کی گئی ہیں، اس مضمون کے ساتھ''۔ [صحیح مسلم، ج ٤، ص ٤٨٢، كتاب الامارة]

① لايزال الدين قائما حتى تقوم الساعة اويكون عليكم اثنى عشر خليفة كلهم من قريش۔

''دین تا صبح قیامت تک قائم ودائم رہے گا، اور تم پر بارہ خلفاء حاکم ہوں گے جو کہ تمام کے تمام قریش سے ہوں گے۔''

② لايزال امر الناس ماضيا ماوليهم اثنى عشر رجلا۔

''اسی طرح لوگوں پر حکومت کی جائے گی جب کہ بارہ افراد ان پر حکومت کریں گے۔''

استاد! ان دو کتابوں میں بیان نہیں کیا گیا کہ وہ اہل بیت علیہم السلام سے ہوں گے یا علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے؟ تم نے کیسے استدلال کیا کہ یہ وہی شیعوں کے بارہ امام علیہم السلام ہیں؟

تو پھر کون لوگ ہو سکتے ہیں؟

استاد! مجھے معلوم نہیں ہے کہ اہل سنت کے بزرگ علماء کا اس آیت کے متعلق کیا نظریہ ہے؟ کیا ان اہل بیت علیہم السلام کی مانند ہے کہ جن کو انہوں نے خود نقل کیا اور بعد میں ان کے قائل نہیں ہیں۔ اس روایت کو بھی موردِ غفلت قرار دیتے ہیں یا اس پر

انہوں نے اظہار نظر کیا ہے؟ بہر حال خلفائے راشدین اور حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام کے بعد بنوامیہ کے بعض خلفاء جیسے عمر بن عبدالعزیز اور بنوعباسیہ کے بعض خلفاء عادل تھے، اگر وہ مراد ہوں تو؟

اوّلاً جس طرح آپ نے کہا ہے اس سے تو خلفا کا سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا، اور خلافت کا تصور خلط ملط ہو جائے گا، کہ چند افراد پہلے گروہ سے اور چند افراد درمیانہ گروہ سے اور بعض لوگ آخری گروہ سے لئے جائیں۔ اور باقی لوگوں کو چھوڑ دیا جائے جیسے بنوامیہ کے خلفاء میں عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسلیم کیا جائے کیونکہ یہ دوسرے خلفاء بنوامیہ سے نسبتاً بہتر تھے، ان خلفاء نے بندگان خدا پر طرح طرح کے ظلم وجور کیے۔ بیت المال مسلمین میں اسراف وتبذیر کیا، انہوں نے لوگوں کے درمیان محرمات وشرب خمر اور فساد وانتشار کو ایجاد کیا، تاریخ کے صفحات ان کے ظلم وستم، قتل وغارت، اہانت وشکنجوں اور فساد وتباہی سے بھرے پڑے ہیں، بنوامیہ اور بنوعباسیہ کے حکمرانوں نے مخلوق خدا پر ظلم وفساد کی انتہا کردی۔ افسوس سے کہہ رہا ہوں کہ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں ان شہزادوں کی کرتوتوں اور رنگ رلیوں پر روشنی ڈالوں ورنہ ان کے ظلم وستم کے نمونے تو بہت زیادہ ہیں۔ اہل سنت کی کتابیں ان کے سیاہ کردار سے بھری پڑی ہیں۔

ثانیاً۔ اتفاق کی بات ہے علماء اہل سنت نے ان روایات کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اور انہوں نے بڑے سعی کی ہے کہ احکام اسلام کو بنی امیہ بنی عباسیہ سے لیا جائے اور بعض تو ایک قدم اور آگے بڑھ گئے کہ عثمانی بادشاہوں سے احکام حاصل کریں گے، خلفاء رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کو منطبق کرنا خندہ دار ہے اور مضحکہ خیز ہے۔

ہم اہل سنت کے بزرگ علماء کی عبارت نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ جیسے

جلال الدین سیوطی کی عبارت عرض کرتا ہوں کہ اس نے اس طرح کہا ہے کہ

> معاویہ، ابن الزبیر اور عمر بن عبدالعزیز کا نام بیان کیا گیا ہے جو کہ آٹھ بنتے ہیں۔ اور یہ بھی احتمال پایا جاتا ہے کہ مہدی عباسی بھی ان میں شامل ہو، کیونکہ وہ عباسیوں کے درمیان اسی طرح تھا جس طرح عمر بن عبدالعزیز امویوں کے درمیان، طاہر عباسی کی عدالت بھی مشہور تھی، اب باقی دو افراد رہ جاتے ہیں کہ ان میں ایک حتماً مہدی ہے کیونکہ وہ اہل بیتؑ میں سے ہے۔"

کیا یہ اہل سنت کے بزرگ عالم دین کی خلفاء رسول ﷺ کے متعلق تحلیل خندہ دار نہیں ہے؟ کس طرح اس نے حسن علیہ السلام کو تو ذکر کیا ہے لیکن حسین علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا؟ اور یہ بھی کیسے ممکن ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ تو قرار دیا ہے اور ان کے بدترین دشمن معاویہ کو ان کے مقابل میں خلیفہ قرار دیں، جس کے بدن میں خون کی بجائے دشمنی اہل بیتؑ علی علیہ السلام چلتی تھی۔ جس نے مسلمانوں کا خون ناحق بہایا؟ جس نے اسلام کی حرمت کو پامال کیا؟

معاویہ مظہر تباہی وفساد

مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے کہ سیوطی جیسا عالم ودانشور معاویہ کو تو خلیفہ رسول ﷺ شمار کرے اور سبط رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام وعظمت اور فضیلت کے باوجود چھوڑ دے۔ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام کمالات وفضائل کے باوجود

جانشین رسول ﷺ نہ سمجھے؟ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ معاویہ جو علی علیہ السلام پر علی الاعلان سب ولعن کروا رہا ہے اور اس نے وصی رسول ﷺ پر لعن کرنا واجب ولازم قرار دیا تھا اور اس نے رسول ﷺ خدا کے اصحاب باوفا کو قتل کیا ہو، اور اپنے فاسق وفاجر بیٹے یزید کو خلافت تک پہنچایا ہو، اس کو تو مسلمانانِ عالم خلیفہ شمار کرتے ہیں، لیکن حسین ابن علی علیہ السلام اور ان کے بھائی کو خلیفہ تسلیم نہ کیا جائے؟ جن کے متعلق خود رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا'' کہ حسن علیہ السلام اور حسین ﷺ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں'' ''حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام امام ہیں چاہے وہ سکوت کریں یا قیام کریں'' اور...... یہ خلیفہ نہ ہوں؟ کیا عقل سلیم احادیث رسول مقبول ﷺ کی روشنی میں اس کج فکر کو تسلیم کرتی ہے؟

رسول خدا ﷺ نے معاویہ پر کئی دفعہ علی الاعلان لعنت کی تھی۔

[تاریخ سیوطی ،ص ۱۲]

اور آپ نے اس ''مقرور'' کے قتل کا حکم دیا تھا یہ تو خلیفہ ہو......؟ اور اولاد علی علیہ السلام جن کی عظمت وانسانیت، ایمان وتقویٰ اور مقام وپارسائی کے سامنے دنیا سرِ تسلیم خم کرتی ہے، آل اطہار علیہم السلام کی عظمت کے قصیدے تو اُن کے دوست ودشمن پڑھتے ہیں، جن کی کبریائی خدا بیان کرے، ان کو مسلمان خلیفہ رسولؐ نہ جانیں؟ تعجب کی بات نہیں ہے؟

استاد! پیغمبر اکرم ﷺ نے معاویہ کے قتل کا حکم دیا تھا؟

پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔

اذا رأیتم معاویه علی منبری فاقتلوه۔

''جب معاویہ کو میرے منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھو تو اسے قتل کر دینا۔''

[تاریخ طبری ،ج ۱۱، ص ۳۵۷، ابن ابی الحدید ج ٦،ص ۲۸۹ طبقات ابن سعد ،ج ۷،ص ۵۵، وقعة صفین ،ص ۲۱۷]

استاد محترم! معاویہ کی برائیان ،لڑائیاں، انحراف وفساد، ظلم وتعدی سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ہمیں اس پر بحث کرنیکی ضرورت محسوس نہیں کرتے ،آپ اپنی کتابوں کا مطالعہ کریں اس کے کرتوت آپ پر واضح ہو جائیں گے۔ اور فقط اتنا کافی ہے کہ جب رسول خداؐ نے اسے اور عمرو بن عاص کو دور سے دیکھا تو آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے فرمایا:

''بارِالہا، ان دوافراد کو ذلیل ورسوا کر اور ان کو واصل جہنم کر''

[بعض عبارتوں میں اس طرح نقل ہوا ہے کہ اگر تم معاویہ کو منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھو تو اسے قتل کر دینا اور دوسری روایت میں آیا ہے ''اگر تم اس معاویہ کو میرے منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھو تو اس کی گردن اڑا دینا تاریخ طبری ج ۱۱، ص ۳۵۷، تاریخ الخطیب ج ۱۲، ص ۱۸۱، کنوزالد قائق مناوی ص ۱۰، اللئا المصنوعہ ج ۱،ص ٤۲٤،تہذیب التحذیب ج ۲، ص ٤۲۸ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۳٤۸]

آپ ان کو بھی چھوڑ یئے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے کئی مقامات پر اپنے بعد اٹھنے والے فتنوں کی طرف اشارہ کیا، اور آپ نے حکم دیا تھا کہ جب میرے بعد فتنے سر اٹھانے لگیں تو تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم علی علیہ السلام اور اولاد علی علیہ السلام کی اتباع وپیروی کرنا، ان کا حکم ماننا، کیونکہ یہ میرے خلفاء وجانشین ہیں۔

علیؑ، صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہیں

آپ نے فرمایا:

ستکون من بعدی فتنہ، فاذا کان ذلک فالز
سوا علی بن ابی طالب فانہ اول من (؟) یرانی
واول من یصافحنی یوم القیامۃ وہو الصدیق
الاکبر وفاروق ہذا الامۃ، یفرق بین الحق
والباطل۔

[مسند احمد بن حنبل ج٤، ص ٤٢١، کتاب الصفین، ص ٢٤٦ چاپ مصر، لسان العرب، ج٧، ص ٤٠٤]

پس میرے بعد عنقریب فتنہ اٹھ کھڑا ہوگا، جب ایسا ہو تو تم پر اس وقت لازم ہے کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کی حمایت کرنا کیونکہ وہ پہلے شخص ہوں گے جو مجھے دیکھیں گے، اور وہ پہلے شخص ہوں گے جو حوض کوثر پر میرے ساتھ ملاقات کریں گے، یہی علی علیہ السلام میری امت کے لئے صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہیں، یہ حق اور باطل کے درمیان فرق پیدا کرنے والے ہیں۔"

ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق فتنہ وفساد، اختلاف وآشوب اور جنگ وجدال کے وقت حضرت علی علیہ السلام اور اولاد علی علیہ السلام کی پیروی کی ہے اور ہمارا

عقیدہ ہے کہ روز قیامت شیعیان علی علیہ السلام کامیاب و کامران ہوں گے، اور جن لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے دوری اختیار کی ہے، اور جنہوں نے آل اطہار علیہ السلام کے مخالف گروپ میں جانے کو پسند کیا ہے، جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے دامن کو چھوڑ دیا ہے جب کہ وہ نص رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق اس امت مسلمہ کے لئے فاروق اعظم ہیں حق اور باطل کے درمیان شناخت ہیں تو یہ لوگ قیامت کے روز خدا کو کیا جواب دیں گے؟

اگر کوئی معاویہ کو خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھتا ہو تو اس پر اس کی پیروی واتباع کرنا ضروری ہے اور درنتیجہ وہ علی علیہ السلام پر سب ولعن کرے، جب کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بار ارشاد فرمایا ہے:

من سب علیاً فقد سبنی ومن سبنی فقد سب اللہ۔

"جس نے علی علیہ السلام کو گالی دی گویا کہ اس نے مجھے گالی دی، جنہوں نے مجھے گالی دی اس نے خدا کو گالی دی۔"

میرے اہل سنت بھائی جب کہ معاویہ کو خلیفہ رسول تسلیم کرتے ہیں، اور اس کو ولی مانتے ہیں، تو پھر وہ کس منہ سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم علی علیہ السلام کو قبول کرتے ہیں؟ کیا نقیضین کا ایک جگہ جمع ہونا محال نہیں ہے؟

اس کو بھی چھوڑیئے دوسرے بارہ خلفاء کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟

یہ کس طرح ممکن ہے کہ ان ظاہری خلفاء پیغمبر کو خلفاء واقعی سے جدا کیا جائے، اور ان بارہ افراد کی تشخیص کی جائے؟ ضروری ہے کہ اس امت کے فاروق اعظم اور صدیق اکبر علی علیہ السلام کے در امامت ولایت سے رجوع کیا جائے۔ اور ان سے

اپنی تکلیف دریافت کی جائے کہ مولا! ہمارے بارہ امام اور نبی ﷺ کے جانشین حقیقی وواقعی کون کون سے ہیں؟

بہرحال اہل سنت کی کتابوں میں فقط اماموں کی تعداد بتائی گئی ہے یا بعض موارد میں ان کے نام یا تفصیل کے ساتھ یا ایجاز کے ساتھ آئے ہیں، لیکن ہماری شیعہ کی بڑی بڑی کتابوں میں رسول ﷺ کی زبان سے بارہ اماموں کے نام نقل ہوئے ہیں اور امیرالمومنین علی علیہ السلام کی زبان سے نام نقل کیے گئے ہیں۔ جن میں کسی قسم کی تردید اور شک نہیں ہے۔

افسوس کی بات ہے کہ وقت ختم ہونے والا ہے' وگرنہ میں قرآن کی ایک آیت بیان کرتا کہ جس میں بارہ اماموں کی شناخت ومعرفت کروائی گئی ہے۔

اس کے بعد والے جلسہ میں ظاہراً یہ ہمارا آخری جلسہ ہوگا۔

استاد! قرآن سے آیت؟

جی ہاں! بہت عجیب؟

استاد: قرآن شیعی سی نہ کہ قرآن متداول سے؟

ہم اس قرآن کے علاوہ **لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔** کسی اور قرآن کو قبول نہیں کرتے یہی اللہ کی سچی کتاب ہے جو ہر مسلمان کے ہاتھ میں ہے۔ جو بھی احکام الٰہی ہیں، اسی کتاب میں موجود ہیں'' **ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین** لیکن اس قرآن مجید میں تمام احکام صریح وروشن بیان نہیں ہوتے، اس کتاب کا تحقیق ونظر دقیق سے مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ آپ مطمئن رہیں کہ اگر ہم نے بارہ اماموں کو قرآن سے ثابت کیا تو اسی سے ثابت کریں گے جو آپ کے گھر میں موجود ہے۔

استاد! آپ تاویل کریں گے؟

تاویل روشن تر ہے، آپ دوسرے جلسہ تک صبر کریں، انشاء اللہ تمام مسائل روشن وواضح ہوجائیں گے۔

استاد! بہ امید ملاقات۔

خدا حافظ، خدا حافظ

آئمہ معصومینؑ کا ذکر قرآن کریم میں

آج شعبان کی ۱۳ تاریخ تھی۔ اور دو روز کے بعد امام العصر مہدی علیہ السلام برحق کی ولادت باسعادت تھی۔ میں اس جلسہ میں آنے سے پہلے ولی عصرا رواحنا فداہ سے متوسل ہوا تھا۔ اور اس ہادی برحق کے تمسک اور استمداد نے میری روح وجان اور جذبہ وحوصلہ میں عجیب کیفیت طاری کر دی تھی۔ لہٰذا میں نے پوری دل جمعی اور خندہ پیشانی کے ساتھ آج کی بحث کا آغاز کیا۔ اور ساتھ ساتھ مجھے یہ پریشانی بھی دامنگیر تھی کہ کافی وقت پہلے نکل چکا ہے۔ باقی وقت تھوڑا اور مطالب زیادہ ہیں۔ لیکن پھر بھی مجھے تائید ایزدی حاصل ہوئی۔ اور میں اپنے مطالب اس تھوڑے وقت میں بیان کر سکا۔ استاد پورے طمطراق اور زور وشور سے کمرہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے بڑے والہانہ انداز میں بحث میں شمولیت کی۔ ہم نے آج کی بحث کا آغاز اس آیت الٰہی سے کیا:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ ۔ (سورۃ توبہ آیت 36)

”خدا کے نزدیک ”شہور“ کی تعداد بارہ ”شہر“ ہیں جس دن سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، ان میں سے چار حرمت والے ہیں، یہی دین محکم و مستحکم ہے۔ پس تم ان میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔“

اس آیت کی واضح دلالت بارہ آئمہ معصومین علیہم السلام پر ہے۔

استاد نے فوراً میری گفتگو کو ٹوکتے ہوئے کہا کہ اگرچہ میں ان چند روز گزشتہ میں غور وفکر کرتا رہا پھر بھی میرے مطالعہ میں یہ بات نہیں آئی کہ اس سے مراد شیعوں کے بارہ امام علیہ السلام ہیں۔ چند روز کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی ہے اور آپ نے مہینوں والی آیت کو پڑھا ہے اور آپ یقیناً اس بات کی تاویل کریں گے کہ ان مہینوں سے مراد بارہ امام ہیں۔ اور پھر کہو گے کہ اس آیت کی دلالت مستقیم بارہ اماموں پر ہے؟

استاد جی! آپ صبر کریں، جلدی نہ کریں، میں آپ کے سامنے اس آیت کی وضاحت کروں گا۔ اور آپ تسلیم کریں گے کہ اس آیت کی دلالت ہمارے آئمہ علیہ السلام پر ہے۔

استاد: یہ ضمنی اور تاویلی دلالت آپ کو مبارک ہو، نہ کہ ہم اہلسنت کو۔

لفظ شہر کا معنی کیا ہے؟

استاد! آپ اس لئے اشتباہ کر رہے ہیں چونکہ آپ لفظ ''شہور'' کے معنی سے آشنا نہیں ہیں۔ شہور، شہر کی جمع ہے۔ اور اس کے معنی مہینہ نہیں ہے، بلکہ اس کے معنی عالم اور دانشور کے ہیں۔

''شہر'' جس کے معانی مہینہ کے ہیں، اس کی جمع ''اشہر'' ہے۔ قرآن کریم میں چھ دفعہ لفظ اشہر آیا ہے، اور تمام مقامات پر اس کا معانی مہینے مراد لئے گئے ہیں۔

البتہ پورے قرآن میں لفظ اشہر کا ایک دفعہ ذکر ہوا ہے، اور وہ مورد بحث آیت میں ذکر ہوا ہے۔

فیروز آبادی، عربی لغت کا مشہور عالم سمجھا جاتا ہے۔ انہوں نے ''شہور'' کو شہر کی جمع مراد لیا ہے اور وہ اس کا معنی عالم و دانشور سمجھتے ہیں۔ لیکن کئی ماہرین لغت نے شہور کے معانی علماء مراد بھی لئے ہیں' لیکن جو مشہور اور قرین قیاس ''شہر'' کا معنی ہے، وہ عالم ذکر ہوا ہے۔

ابن منظور مصری کی مشہور زمانہ اور معرکۃ الآ راء لغت لسان العرب میں شہر کے معانی اس طرح لکھے ہیں:

الشہور: العلماء الواحد شهر۔

''شہور کی معنی علماء ہیں اور اس کا واحد شہر ہے۔''

پھر انہوں نے شاہد کے طور پر حضرت ابو طالب علیہ السلام کے شعر کو بیان کیا ہے' جو آپؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وستائش میں کہا ہے:

وفی شعر ابی طالب یمدح سیدنا

رسول صلی الله علیه و آله و سلم

فانی والضوابح کل یوم

وما تتلو السفاسرة الشهور

''میں ہر روز گھوڑوں کے سانسوں کو سنتا ہوں، جو علماء اور دانشوروں کو اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔''

آپ نے حضرت ابوطالب علیہ السلام کے اس مذکورہ بالا شعر کو ملاحظہ کیا کہ آپ نے شہور کے معنی ''عالم اور آگاہ'' کے لئے ہیں۔ اور پورے قرآن میں جب بھی

شہر کے معانی ومفہوم مہینہ کے لیے گئے ہیں تو وہاں لفظ اشہر استعمال ہوا ہے، جیسے " فاذا انسلخ الاشھر الحرم "یا"الحج اشھر معلومات "لیکن پورے قرآن مجید میں فقط ایک ہی مورد ومقام کہ یہاں پر لفظ شہور کا استعمال ہوا ہے' نہ کہ اشہر کا، پس اگر اللہ تعالیٰ نے اس سے بارہ مہینے مراد لینے ہوتے تو پھر الشہر کا استعمال کرتا نہ کہ شہور، جس کے معنی عالم ودانا کے ہیں۔

شہور محکم دین خداوندی ہے۔

شہور کے معانی ومفہوم پر مفصل ومدلل بحث ہو چکی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مجیدہ کو کس قدر اہم قرار دیا ہے۔ قارئین کو چاہیے کہ وہ اس آیت مذکورہ پر تحقیق وتفتیش کریں، اور اس پر علمی مباحثے منعقد کروائیں، تاکہ اس آیت کا مفہوم اور اصلی روح ظاہر ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس مشہور ومعروف آیت کی اہمیت کس قدر بیان فرمائی' کہ اللہ تعالیٰ' نے زمین وآسمان کی آفرینش کے وقت اس عدد "شہور" کو اپنی کتاب میں ثبت فرمایا ہے۔ اور اس کو دین قیم ومحکم سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن اگر اس کے معنی بارہ مہینے مراد لئے جائیں..... تو پھر اس تاکید کا فائدہ نہیں رہتا، کیونکہ بارہ مہینوں کو تو تمام ادیان، مذاہب، ملل اور تمام مکاتب فکر مادی اور انحرافی بھی قبول وتسلیم کرتے ہیں۔ دنیا میں کوئی بھی ایسا انسان نہیں ہے جو اس نظریہ کا قائل نہ ہو۔ بارہ مہینے کس طرح خداوند تعالی کے دین کے لئے قیم ومحکم متصور کر لئے جائیں' جب کہ اس نظریہ وآراء کو تو تمام اُمتیں، ملتیں اور مذاہب بھی تسلیم کرتے ہیں؟ یہاں تک دشمنان اسلام اور بت پرست بھی بغیر کسی شک وتردید کے اس نظریہ کے حامی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ دین قیم خداوندی کچھ اور چیز ہے، ہمیں اس حقیقت سے کسی تعصب کی بنا پر ظلم روا نہیں رکھنا چاہیے۔

کیا یہ صحیح ہے کہ سال کے بارہ مہینوں کی تقسیم بندی کو دین الٰہی کے ساتھ مربوط واستوار کیا جائے؟ کیا یہ درست ہے کہ خداوند تعالی نے اس تقسیم بندی کو اس قدر اہم جانا کہ کائنات کی خلقت کے روز اپنی کتاب میں اس کو ثبت کیا؟ اور ہمیں تاکید کی کہ اس کی نسبت ظلم نہ کریں، اور اس تقسیم بندی کو حتمی طور پر قبول کریں؟ نہیں ایسا نہی ہو سکتا۔ معلوم ہوا کہ یہ تقسیم بندی اس قدر مہم ہے کہ اس میں کمی وزیادتی نہیں کی جاسکتی۔ یہ ایک اہم امر الٰہی ہے کہ جو اسلام اور مسلمانوں کی زندگانی سے مربوط ہے۔ اگر اسلام کے پیروکار اس واضح وآشکار حقیقت کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرتے تو پھر ان کا دین اور آئین، کشمکش اور اختلاف وانتشار کا شکار ہو جائے گا' اور اسلام کی روح اور اصل وحقیقت تباہ وبرباد ہو کر رہ جائے گی۔ پس ضروری ہے کہ یہ تعداد آئمہ اطہار علیہم السلام کے ساتھ مربوط ہو کہ جس کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ سے بہت سی روایات منقول ہوئی ہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بارہ کی تعداد کے بارے میں گاہ بہ گاہ نشاندہی فرمائی ہے۔ اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا دین محفوظ رہے تو پھر ہمیں بارہ علماء یا شہور کی پیروی کرنی چاہیے۔ اور یہی وہ پاک وطاہر ہستیاں ہیں کہ جو ہمیں راہ مستقیم پر گامزن کر سکتی ہیں اور ہمیں قرآن وسنت سے مربوط کر سکتی ہیں اور ہمیں لغزشوں، گمراہیوں اور انحرافات سے بچا سکتی ہیں۔

چہار شہر کی حرمت

آیت مذکورہ میں ذکر ہوا ہے کہ ''منھا اربعة حرم'' (ان میں چار مہینے زیادہ حرمت رکھتے ہیں۔) یہ اشارہ چار اماموں کی طرف ہے کہ جن کے نام علی علیہ السلام ہیں نہ کہ یہ امام دوسرے اماموں علیہ السلام سے برتری رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کی فضیلت و برتری کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نام خداوند تعالیٰ کے مبارک نام سے مشتق ہیں ''علی اشتق من العلی''

آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ''علی'' ہے پس یہ نام فی حد ذاتہ مقدس و مبارک ہے۔ اور دوسرے ناموں پر اسے امتیاز و برتری حاصل ہے۔ کیونکہ خدا کا نام ہے۔ خدا کے دو طرح کے نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے نام ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اختصاص نہیں رکھتے، ان کو دوسرے افراد بھی رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے بعض نام ایسے ہیں کہ جو فقط اللہ تعالیٰ کے لئے ہی خاص ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا مقدس نام ''اللہ'' ''احد'' یا رحمٰن وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کو کسی اور کے لئے نہیں رکھا جا سکتا۔ لیکن ذات الٰہی کے بعض ایسی نام ہیں جو دوسرے افراد بھی رکھ سکتے ہیں، ان میں سے ایک مبارک نام علی ہے۔ یہ نام اللہ تعالیٰ کے نام سے مشتق ہونے کی وجہ سے خصوصی حرمت رکھتا ہے، لہٰذا ہمارے بارہ ائمہؑ میں سے چار کے نام علی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ''اربعة حرم'' ان چار مقدس ناموں کی حرمت زیادہ ہے۔

بنا برایں معلوم ہوا کہ اس آیہ کی مستقیم دلالت بارہ اماموں پر ہے نہ کہ تاویلی دلالت۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اس آیت میں بارہ اماموں کے واضح

نام کیوں نہ لئے؟ یہ ایک ادبی ظرافت ہے، اور قرآن اس ادبی اسلوب کا مرقع ہے، اور فصاحت وبلاغت کے علماء نے لکھا ہے کہ "الکنایة افضل من التصریح" کنایہ تصریح ووضاحت سے افضل وبہتر ہوتا ہے۔ قرآن نے اکثر مقامات پر رمز واشارہ کی زبان استعمال کی ہے۔ لہٰذا اس علمی واستدلال بحث وتحیث سے ثابت ہو گیا کہ شہور سے مراد بارہ امامؑ ہیں نہ کہ بارہ مہینے۔

امام کی زبان سے آیت کی تفسیر

ہم ذیل میں آئمہ کی زبان سے اِس آیت مذکورہ کی تفسیر وتوضیح سے استدلال کرتے ہیں۔ علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب بحار الانوار کی ۳۶ ویں جلد کے صفحہ ۳۹۳ پر تحریر کیا ہے جسے ہم ذیل میں سپرد قرطاس کر رہے ہیں تاکہ مطلب واضح اور روشن تر ہو جائے۔ اور ہماری بحث مستدل تر ہو جائے۔

عن ابی حمزه الشمالی قال کنت عند ابی
جعفر محمد ا[illegible] سلام ذات یوم،
فلما تفرق من کان عند[illegible]، قال لی یا
اباحمزه، من المحتوم الذی لا [illegible]دیل له،
عندالله قیام قائمنا، فمن شك فیما اقول، لقی
الله وهو به کافرو له، جاحد. ثم قال واوضح
من هذا وانور وأبین وأزهر لمن هداه الله

واحسن اليه قول الله تعالى فى محكم كتابه:
ان عدة الشهور عند الله اثنا عشرافى كتاب
الله يوم خلق السموات والارض، منها اربعة
حرم، ذلك الدين القيم فلا تظلموا فيهن
انفسكم'ومعرفة الشهور المحرم وصفر وتبيع
ومابعده والحرم منها وهى رجب وذوالقعدة و
ذوالحجة والمحرم، لايكون دينا قيماً، لان
اليهود والنصارى والمجوس وسائر الملل
والناس جميعاً من المنافقين والمخالفين
يعرفون هذه الشهور ويعد ونها باسمائهم،
وانما بم الائمة القوامون بدين الله، والحرم
منها امير المومنين على بن ابى طالب الذى
اشتق الله تعالى له اسما من اسمه العلى كما
اشتق لرسول الله صلى الله عليه وآله اسمًا
من اسمه المحمودو ثلاثة من ولده اسمائو بم
على بن الحسين وعلى بن موسى وعلى بن
محمد، فصار اهذا الاسم المشتق من الله
تعالى حرمة به–

"ابو حمزہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن امام محمد باقر علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھا

ہوا تھا کہ لوگوں کے اٹھ جانے کے بعد آپ نے رخ انور میری طرف کیا اور آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

اے ابو احمزہ! جب تک ہمارے قائم کا قیام موجود ہے۔ جو ذاتِ الٰہی کے نزدیک حتمی اور یقینی ہے اس وقت تک اُس میں تبدیل نہیں کی جاسکتی اور جو اس امر الٰہی میں شک کرے گا تو وہ خداوند متعال سے کفر کی حالت میں ملاقات کرے گا پھر آپ نے قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' مہدی علیہ السلام پر حق کے بارے میں گفتگو کی۔ اور آپ نے آخر میں ارشاد فرمایا:

اور اس سے بھی واضح تر، آشکارتر اور بین تر یہ ہے کہ خدا کسی کو ہدایت کرے، اور اس پر احسان و نیکی کیا اللہ تعالیٰ نے یہی سخن وکلام قرآن مجید میں کیا ہے کہ:

ان عدۃ الشھور عنداللہ اثنا عشر افی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض، منھا اربعۃ حرم، ذلك الدین القیم فلا تظلموا فیھن أنفسكم۔

مہینوں کی شناخت ومعرفت محرم، صفر، ربیع اور ان کے بعد، یا حرمت کے چار مہینوں رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم ہرگز ہرگز دین قیم نہیں ہوسکتے۔ یعنی دین قیم مہینوں سے استوار نہیں ہے کیونکہ یہود ونصاریٰ مجوسی اور دوسرے مذاہب وملل بھی مہینوں کو مانتے ہیں، یہاں تک کے منافق اور اسلام دشمن لوگ بھی مہینوں کے قائل ہیں، اور سال کے بارہ مہینوں کے نام لیتے ہیں۔ پس شہور عبارت ہے دین کے پیشواؤں اور اماموں سے کہ جن کے وجود اقدس کے صدقہ سے یہ دین قائم ہے۔ اور وہ چہار نام محترم ومکرم یہ ہیں۔ علی بن ابی طالب علیہ السلام کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے نام علی پر آپ کا اسم مبارک رکھا، جس طرح اپنے نام محمود سے حضور سرور کائنات کا نام رکھا۔

اور علیؑ کے تین فرزندوں کے نام بھی علی ہیں "علی بن الحسین، علی بن موسیٰ اور علی بن محمد علیہم السلام" پس ان ناموں کا احترام اس لئے ہے کہ ان ناموں کو اللہ تعالیٰ کے نام سے لیا گیا ہے۔" علامہ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف غیبہ کے صفحہ ۱۰۴ پر جابر جعفی سے روایت نقل کی ہے:

سالت ابا جعفر علیه السلام عن تاویل قول الله عزوجل: ان عدة الشهور عندالله اثنا عشر شهرا فی کتاب الله یوم خلق السموات والارض منها اربعة حرم ذلك الدین القیم، فلا تظلموا فیهن انفسکم" قال فتنفس سیدی الصعداء ثم قال یا جابر اما السنة فهی جدی رسول الله صلی علیه وآله وشهورها اثنا عشر شهرا فهو امیر المومنین الی والی ابنی جعفر اوابنه موسیٰ وابنه علی وابنه محمد وابنه علی والی ابنه الحسن والی ابنه محمد الهادی المهدی اثنا عشر اماماحجج الله فی خلقه وامنائوه علی وحیه وعلمه، والاربعة الحرم الذین هم الدین القیم، اربعة منهم یخرجون باسم واحد علی امیر المومنین وابی علی بن الحسین وعلی بن موسیٰ وعلی بن محمد، فالاقرار بهؤلاء هو الدین القیم،

فلا تظلموا فیھن انفسکم ای قولو بھم جمیعًا تھتدوا۔

''جابر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کلام خدا ان عدۃ الشھور......کی تاویل وتحلیل کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے آہ بلند کی اور آپؑ نے فرمایا کہ اے جابر! سال سے مراد میرے جدامجد رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ کہ جو بارہ مہینے رکھتا ہے۔ اور وہ عبارت ہیں: امیر المومنین علی علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام، امام زین العابدین علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام اور ان کے بیٹے امام جعفر صادق علیہ السلام اور ان کے بیٹے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور ان کے بعد امام علی رضا علیہ السلام اور ان کے بیٹے محمد تقی علیہ السلام اور ان کے بیٹے علی نقی علیہ السلام اور ان کے بیٹے حسن عسکری علیہ السلام اور ان کے بیٹے محمد مہدی علیہ السلام۔ یہ بارہ امام علیہ السلام ہیں جو مخلوق پر حجت خدا ہیں۔ اور اس کی وحی اور علم کے امین ہیں۔ اور وہ چار محترم امام جو خدا کا دین قیم ہیں۔ وہ ہیں ''امیر المومنین علیہ السلام، میرے والد بزرگوار علی بن الحسینؑ، علیؑ بن موسیٰؑ اور علی بن محمدؑ'' پس ان کا اقرار ہی تو دین قیم ہے۔ پس تم ان کی وجہ سے اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا، یعنی ان سب پر ایمان لانے سے ہی تم ہدایت وفلاح پاؤ گے''۔

آپ نے ان دو روایتوں کو ملاحظہ فرمایا کہ پہلی روایت میں کلمہ تاویل کا ذکر نہیں ہوا، بلکہ امام علیہ السلام مستقیم آئمہؑ معنی کیا ہے، اور شہور کا معنی مہینے کلی طور پر رد کیا ہے۔ لیکن دوسری روایت میں راوی نے امام علیہ السلام سے آئندہ کی تاویل وتفسیر طلب کی، تو امام علیہ السلام نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سال اور آئمہ کو بارہ مہینوں سے تعبیر کیا ہے۔ پس آئمہ کی تاویل کے بعد کسی اور تاویل وتحلیل کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ جن لوگوں نے شہور کے معنی مہینے لیا ہے انہوں نے عمومی طور پر بغیر کسی دقت اور تردد کے یہ

معنی مراد لئے ہیں وگرنہ اس کے معنی علماء کے ہیں۔ جو آئمہؑ اہل بیت علیہم السلام ہیں۔اور جنہوں نے شہور کے معنی مہینے لئے ہیں اس کی تحلیل لازمی ہے۔کیونکہ اس آیت میں فصاحت وبلاغت اور ادبی ظرافت وچاشنی کو بیان کیا گیا ہے۔لہٰذا ذوق سلیم ہی اس کو درک کرسکتا ہے۔

اے استادِ محترم!

قرآن مجید میں بہت سی آیات پائی جاتی ہیں کہ جو آئمہ اطہار علیہم السلام کی ولایت وامامت اور عصمت وطہارت پر دلالت کرتی ہیں۔لیکن کیا کیا جائے مسلمانوں کا کہ جو آسانی سے ان مطالب ومفاہیم کو سمجھنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔اگر ہمیں بعد میں فرصت کی گھڑیاں نصیب ہوئیں تو پھر ان آیات پر بحث کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں کہ جن کو اہل سنت مفسرین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، اور ان کی تفسیر کرتے ہوئے علی علیہ السلام اور اولادِ علی علیہ السلام کی طہارت وعصمت کو بیان کیا ہے۔

ہم ذیل میں چند آیات کو سپرد قرطاس کرتے ہیں کہ جو اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیماً واسیرا ،انما نطعمکم لوجه الله لانریدمنکم جزاء ولا شکورا ۔

[سورہ دھر، آیه ٧٦]

اتقوا الله و کونو مع الصادقین۔

[سورہ توبه ،آیه١١٩]

افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه ۔

[سورہ هود، آیه ١٧]

آیه مباهله "فمن حاجك فيه من بعد ماجائك من العلم۔

[سوره آل عمران ،آیه ٦١]

ثم اورثنا الكتاب الذين اصطفينا من عبادنا۔

[سوره فاطر، آیه ٣٢]

آیه ابلاغ "یاایهاالرسول بلغ ما انزل اليك من ربك ۔

[سوره مائده ،آیه ٦٧]

في بيوت اذن الله بيان ترفع۔

[سوره نور، آیه ٣٦]

اجعلتم سقاية الحاج ۔

[سوره توبه، آیه ١٩]

والسابقون السابقون اولئك المقربون۔

[سوره واقعه، آیه ١٠]

آیه اکمالِ دین "اليوم اكملت لكم دينكم ۔

[سوره مائده ٣،]

ومن الناس من يشرى نفسه ابتغاء مرضات الله۔

[سوره بقره، آیه ٢٠٧]

اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم۔

[سوره نساء، آیه ٥٩]

طوبىٰ لهم وحسن مآب ۔

[سوره رعه ،آیه ٢٨]

آیہ مودت "قل لاأسالکم علیه اجرًا الاالمودۃفی القربیٰ۔

[سورہ شوریٰ، آیہ ۲۳]

ھل یستوی ھو مومن یا مر بالعدل وھو علی صراط مستقیم۔

[سورہ نحل، آیہ ۷٦]

سلام علی آل یس۔

[سورہ صافات، آیہ ۱۳]

آیہ تطھیر "انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا۔

[سورہ احزاب ، آیہ ۳۳]

یوم یحسدون الناس علی ما آتا ھم من فضله ۔

[سورہ نساء، آیہ ٥٤]

والذی جائبالصدق وصدق به۔

[سورہ زمر،آیہ ۳۳]

آیہ ولایت "انما ولیکم الله ورسوله والذین آمنوالذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔

[سورہ مائدہ ،آیہ ٥٥

اگر آپ بحار الانوار کی جلد ۲٤ کی طرف رجوع کریں تو آپ کو ایک سو صفحہ (۱۰۰) سے زیادہ پر مشتمل اسلام کی ایسی احادیث وروایات ملیں گی، جو آیات قرآنی کی تفسیر آئمہ اطہارؑ پر دلالت کرتی ہیں]

ہم نے ان آیات کو اجمال کے طور پر ذکر کیا ہے، ... حت نے اپنی تفاسیر اوراحادیث کی کتب میں ان کی تفسیر کرتے ہوئے ان کے مصداق علیؑ اور اولاد علیؑ کو

مراد لیا ہے۔ اگر شیعہ تفاسیر کو دیکھیں تو ان میں کثرت سے ایسی آیات ہیں، جو علیؑ اور اولاد علیؑ کی ولایت و امامت اور عصمت وطہارت پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن اب وقت نہیں کہ ان پر بحث کی جائے۔

میں بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوں کہ پروردگار عالم ہمیں اور آپ کو اہل بیت عصمت وطہارتؑ کے صحیح راستے پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں اس صراط مستقیم پر قائم ودائم رکھے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

نتیجہ بحث

کوئی بھی نہیں چاہتا تھا کہ بحث کسی نتیجہ پر منتج ہو، کیونکہ بحث امامت وولایت کے موضوع پر ہو رہی تھی۔ یہ ایسی شیریں گفتگو ہے کہ اسے ایک پاک و پاکیزہ قلب ہی پا سکتا ہے۔ ہر وہ بندہ جو حقیقت کا متلاشی ہے وہ ہی اسے درک کر سکتا ہے۔ ہر وہ بندہ جس کے دل و جان میں محمدؐ وال محمدؑ کی محبت و مودت موجزن ہو وہ ہی اس نعمات جلیلہ سے مستفیض ہو سکتا ہے۔ محمدؐ وآل محمدؑ کی امامت وولایت ہر انسان کا مقدر نہیں ہے، کیونکہ محمدؐ وآل محمدؑ کی ولایت کا معاملہ سخت ہے۔ اس امتحان میں تو وہی شخص کامیاب ہوتا ہے کہ جس کے دل کا امتحان اللہ تعالیٰ لیتا ہے۔

اگر ہیڈ ماسٹر صاحب ہماری علمی ومذہبی بحث میں آڑے نہ آتے، اور ہماری یہ بحثیں جاری رہتیں' اور اگر مدرسہ کے دوسرے اساتذہ بھی شریک گفتگو رہتے اور بحث آزاد ماحول میں ہوتی، اور بحث میں وسیع القلبی کا مظاہرہ کیا جاتا......تو ہماری بحث ومباحثہ کا اچھا نتیجہ منتج ہوتا۔ اور عمومی طور پر ہمارے مدرسہ میں اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے۔ اگر وہ استاد جستجوئے حق کرتے، اور حق وحقیقت کے متلاشی ہوتے، اور وسیع الظرفی کا ثبوت دیتے اور بحث میں کسی قسم کا تعصب وعناد نہ کرتے تو نتیجہ صد در صد اہل بیتؑ کی پیروی واتباع میں نکلتا، اور وہ اہل بیتؑ کی حقانیت اور عصمت

وطہارت کے سامنے سر تسلیم خم کر لیتے، لیکن اس کے باوجود ان کی مذہب اہل بیتؑ سے عقیدت ہوگئی تھی۔ اور انہوں نے مذہب جعفریہ کو رسمی تسلیم کیا، اور انہوں نے مجھ سے خود کہا کہ ہم نے ان دنوں میں اچھی معلومات حاصل کی ہیں۔ ہم جن مسائل کو پہلے باطل سمجھتے تھے، انہیں اب حقیقت تسلیم کرتے ہیں۔ اور جو ہمارے ذہنوں میں دوسرے مسائل اہلِ تشیع کے عنوان سے مبہم ہیں، وہ بھی بحث وتحیث کے ذریعہ دور ہو جائیں گے۔

بہرکیف ہماری رسمی بحث کو چند روز گذر گئے تھے کہ ایک طالب علم نے استاد سے پوچھا:

استاد! آپ کا مذہب کون سا ہے؟

استاد نے جواب میں کہا: میں پہلے مالکی تھا۔ لیکن اب مسلمان ہوں، کسی خاص فرقہ کا پیروکار نہیں رہا ہوں۔ میں پانچوں مذاہب ''مالکی، حنبلی، شافعی، حنفی اور جعفری'' کو ہی مذاہب اسلامی کے عنوان سے یاد کرتا ہوں۔ لیکن شرعی احکام میں اس مذہب کی پیروی کرتا ہوں...... جس کو حق کے قریب سمجھتا ہوں، مجھے اس سلسلہ میں کسی قسم کا تعصب وعناد نہیں ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اگر کوئی مسئلہ مذہب جعفری کے نزدیک عقل ونقل کے مطابق ہے تو میں اس کی طرف فوراً بغیر کسی حیل وحجت کے رجوع کرتا ہوں۔ اور اسی طرح اگر کسی دوسرے مذہب کے نقطۂ نظر سے صحیح ہو اور کتاب وسنت سے میل کھاتا ہو تو اس کی اطاعت کرتا ہوں۔

میں نے اس سوال وجواب سے اندازہ لگا لیا تھا کہ استاد میں روحانی اور معنوی تبدیلی آچکی ہے۔ لیکن میری فکر اس سے کچھ آگے تھی، جس کے میں انتظار میں تھا۔ لیکن میرا احتمال یہ ہے کہ استاد شاید مدینۃ العلم کے دروازے پر دستک دے چکے تھے۔ لیکن کسی مصلحت کا شکار ہو کر تقیہ کی زندگی گزار رہے تھے۔ جب کہ میں نے ان سے تقیہ

کے موضوع پر بحث نہ کی تھی...... لیکن وہ عملی زندگی میں تقیہ اختیار کر چکے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ ابہامی مسائل پر بحث کی جائے تا کہ وہ ان کے لئے واضح ہو جائیں..... لیکن وقت گزر چکا تھا۔

البتہ میں نے کلی طور پر اختلافی مسائل پر بحث کرنا چھوڑ دیا تھا' بلکہ مختلف اوقات اور مناسبات سے بطور خلاصہ بحث کی۔ میں نے ان سے ... ماحول میں گفتگو کرنے کی کوشش کی، انتہا پسندی سے گریز کیا، یہاں تک کہ ہماری کلاس کا نصاب مکمل ہو گیا۔ اور ہمارا سال مکمل ہو گیا۔ اور استاد کی مدت اقامت بھی تمام ہو گئی تھی۔ انہوں نے مجھے خدا حافظ کہا۔ میں نے ان کو مرحوم علامہ شرف الدین قدس سرہ کی مشہور ومعروف کتاب المراجعات تحفہ کے طور پر دی۔ اور ان سے خواہش ظاہر کی کہ استاد اس کتاب کا اول سے آخر تک مطالعہ کریں، آپ پر کئی نئی نئی چیزیں منکشف ہوں گی۔ اور وہ اعتراض جو آپ کے ذہن میں مذہب اہل بیتؑ کے بارے میں ہیں وہ دور ہو جائیں گے۔ اور آپ پر مذہب جعفریہ کی حقانیت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔ یہ اپنے شاگرد کی طرف سے تحفہ قبول فرمائیں، جو حجم میں کم ہے لیکن ... ش سے پُر ہے۔ آپ اسے دقت سے مطالعہ کریں، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے راستہ کھول دے گا۔ اور آپ کو حق وحقیقت کی طرف ہدایت ورہنمائی فرمائے گا۔ اور صراط مستقیم پر گامزن کرے گا۔

اے قارئین کرام!

آپ بھی اس کتاب کا مطالعہ کریں اور اس سے استفادہ کریں، اگر آپ شیعہ بھی ہیں تو پھر بھی مطالعہ کرنے سے دریغ نہ کریں...... اس سے آپ کا عقیدہ محکم اور مضبوط ہو جائے گا۔

میری آپ سے دوسری درخواست یہ ہے کہ اگر یہ کتاب آپ کے پاس ہے، اور آپ نے اس سے استفادہ کیا ہے، اور اس کے مطالب کو یاد کیا ہے تو پھر اپنے دوست سے مباحثہ کریں، اگر آپ کا کوئی ایسا دوست ہے جو راہ علیؑ سے دور ہے تو اسے یہ کتاب تحفہ کے طور پر دیں۔ یا اسے یہ کتاب کچھ دیر کے لئے ادھار دے دیں، شاید وہ راہِ حق پر آ جائے اور اس عروۃ الوثقیٰ اور حبل المتین الٰہی سے استفادہ کریں۔

خدا کی قسم رہائی کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ اس خاندان سے توسل اور تمسک رکھنا ہے۔ اور اہل بیت علیہم السلام کے خط سے انحراف اور دوری ضلالت اور گمراہی ہے۔ خدایا ہمیں اس خطِ مستقیم سے استوار رکھ اور ہمیں مشن محمدؐ و آل محمدؐ پر چلنے کی توفیق عطا فرما!

آمین رب العالمین!